رِحلَةُ الفِكرَةِ الوَهَّابِيَّةِ اِلَی البِلَادِ الهِندِیَّۃ

معروف

وہابیّت کا سفر

نجد سے ہند تک

مُفتی رضاءُ الحق اشرفی

ناشر

Ahle Sunnat
RESEARCH CENTRE
اہلِ سُنّت ریسرچ سینٹر

Affiliated with:
AS SYED MAHMOOD ASHRAF
DARUL TEHQEEQ WA AL TASNEEF
السید محمود اشرف دارُالتحقیق والتصنیف

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

رِحلۃُ الفِکرۃِ الوہّابیّۃ اِلی البِلادِ الہِندیّۃ

معروف

وہابیّت کا سفر
نجد سے ہند تک

مُفتی رضاءُ الحق اَشرَفی

ناشر

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈ نگر یوپی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب : رِحلَۃُ الفِکرَۃِ الوَھَّابِیَّۃِ اِلَی البِلَادِ الھِندِیَّۃ
معروف : وہابیت کا سفر نجد سے ہند تک
مصنف : مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی
کمپوزنگ : مولانا شہنواز جامعی (استاذ جامع اشرف)
تزئین کار : مولانا جابر حسین مصباحی (استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف)
سن اشاعت : بموقع عرس مخدومی 2018ء
تعداد : 1100
صفحات : 176
قیمت : -/150
ناشر : اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی۔

ملنے کے پتے

☆ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ۔ 8423443475
☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئی۔ 9987517752
☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ ناسک سیٹی۔ 9623766618
☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ مالیگاؤں۔ دکان نمبر/۶ بیسمینٹ اشرفیہ ہوسٹل، خوشامد پورہ، مالیگاؤں۔ 9763182806
☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ پونے۔ 09890986728
☆ مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کچھوچھہ مقدسہ۔ 9451619386
☆ الاشرف اکیڈمی دہلی۔ 9891105516
☆ الاشرف اکیڈمی راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ۔ 8869998234

انتساب

دنیائے سنیت کے دو عظیم روحانی بزرگوں کے نام
ایک کو دنیا سرکارکلاں، دوسرے کو شیخ اعظم کے
نام سے یاد کرتی ہے۔

نیازمند
رضاء الحق اشرفی راج محلی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	عرض ناشر	۸
2	عرض مؤلّف	۹
3	وہابیت کیا ہے؟	۱۱
4	وہابی نظریات	۱۱
5	بانی وہابیت؟	۲۷
6	خلافتِ عثمانیہ کا زوال	۴۰
7	جزیرۂ عرب میں وہابی دعوت کا اعلان	۶۲
8	محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود کا اشتراکِ عمل	۶۶
9	جزیرۃ العرب میں وہابی حکومت کا قیام اور وہابی غزوات	۶۸
10	پہلا وہابی غزوہ	۶۸
11	نجد (موجودہ ریاض) پر وہابیت کا تسلط	۶۹
12	مکہ مکرمہ پر چڑھائی اور اس کی بے حرمتی	۷۷
13	وہابی حکومت کا حرمین شریفین میں اسلامی آثار کو مٹانا	۸۰
14	حرم مدینہ میں وہابی کارستانیاں	۸۱
15	جزیرۃ العرب سے وہابی حکومت کے پہلے دور کا اختتام	۸۳

16	وہابیت کا دوسرا دور	۸۶
17	وہابیت کا تیسرا دور	۸۸
18	جنگ عظیم میں سعودی حکومت کا کردار	۹۶
19	جنگ طائف کے خونیں واقعات	۹۸
20	جنگ کے دوران وہابیوں کے مکہ مکرمہ پر مظالم	۱۰۱
21	مدینہ منورہ کی بے حرمتی	۱۰۲
22	ابن سعود کی ترکوں سے مخاصمت	۱۰۳
23	شریف مکہ اور ابن سعود کی غداری	۱۰۴
24	ابن سعود کی سیاسی کہانی اخباروں کی زبانی	۱۰۶
25	وہابیوں کی صلیبی لڑائیاں	۱۱۱
26	برطانیہ کا پٹھو ابن سعود	۱۱۱
27	نجدیوں کی مذہبی کہانی خود اُن کی زبانی	۱۱۲
28	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل ناجائز (وہابی نظریہ)	۱۱۲
29	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت حرام (وہابی نظریہ)	۱۱۳
30	وہابیوں کے بنائے ہوئے ''کافروں'' کی مختصر فہرست	۱۱۴
31	ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور	۱۱۵
32	نجدی توحید کی کرشمہ سازیاں	۱۱۵
33	امام بوصیری علیہ الرحمہ پر کفر کا فتویٰ	۱۱٦

34	نجد میں نئی شریعت	۱۱۷
35	خاتمہ سخن	۱۱۹
36	ہندوستان میں وہابیت کیسے آئی؟	۱۱۹
37	ہندوستان میں وہابیت کا بانی	۱۲۱
38	سید احمد رائے بریلوی	۱۲۱
39	سید احمد رائے بریلوی وہابیوں کے امام مہدی	۱۲۴
40	سید احمد کو سلوکِ نبوت حاصل تھا!	۱۲۴
41	زبردستی بیوہ عورتوں سے نکاح	۱۲۵
42	وہابیوں کو انگریزی حکومت کی حمایت	۱۲۵
43	مولوی اسماعیل دہلوی	۱۲۶
44	مولوی اسماعیل دہلوی اور غیر مقلدیت	۱۳۲
45	مولوی اسماعیل دہلوی کی چند گمراہ کن اور کفری باتیں	۱۳۴
46	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وہابی شرک کی زد میں	۱۳۹
47	مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں سے ہندوستان میں انتشار	۱۴۰
48	جامع مسجد دہلی میں مناظرہ اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ذلّت	۱۴۰
49	ردِّ وہابیت پر لکھی گئی علماءِ متقدمین کی چند اہم کتابیں	۱۴۳
50	وہابیوں کو اہلِ حدیث کس نے بنایا؟	۱۴۵
51	لقبِ اہلِ حدیث ’’انگریزی انعام‘‘	۱۴۸

52	مکر وفریب کا پردہ	۱۵۱
53	اکابرِ علماءِ دیوبند کی عبارتیں صاف شفاف یا گستاخانہ؟	۱۵۲
54	مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت	۱۵۳
55	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب ''براہین قاطعہ'' کی عبارت	۱۵۶
56	شیخ اسماعیل بن خلیل۔حافظ کتب الحرم المکی	۱۵۸
57	شیخ محمد علی بن حسین مالکی مدرسِ مسجد حرام ومفتی مالکیہ	۱۶۱
58	بانی وہابیت شیخِ نجدی سے متعلق اکابر دیوبند کی متضاد باتیں	۱۶۲
59	وہابی دیوبندی عقائد میں اشتراک	۱۶۴
60	مولوی رشید احمد دیوبندی کے مطابق مولوی محمود الحسن دیوبندی مشرک؟	۱۶۸
61	ماخذ ومراجع	۱۷۲

عرض ناشر

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دارالتحقیق جامع اشرف کچھوچھہ شریف کے زیر اہتمام ہر سال اہل سنت و جماعت کے عقائد، مسائل و معمولات سے متعلق مفید، معلوماتی، تحقیقی کتابیں اردو، ہندی، انگریزی زبانوں میں شائع کی جاتی ہیں۔

یہ کتاب ''وہابیت کا سفر نجد سے ہند تک'' اُسی سلسلہء اشاعت کی ایک کڑی ہے۔ کتابوں کی اشاعت کے علاوہ سینٹر کی طرف سے عوام الناس کے لئے ہفتہ واری اور ماہانہ دینی دروس، اجتماعات اور تربیتی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ باذوق حضرات کے لئے حالاتِ حاضرہ کے مطابق مختلف عنوانات پر ورکشاپ اور لکچرز کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ ویب سائٹ، واٹس ایپ، فیس بک اور یوٹیوب آڈیو، ویڈیو کلپس کے ذریعہ نوجوان نسلوں کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور اُن کے شبہات وسوالات کے جوابات دئے جاتے ہیں۔

الحمد للہ سینٹر نے مختصر سے وقت میں دینی، علمی واصلاحی خدمات کے ذریعہ اپنی ایک شناخت بنالی ہے۔ روز بروز اُس کی خدمات اور پروگرام میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بلاشبہ سینٹر کی ساری سرگرمیاں بانی سینٹر قائد ملت مولانا الشاہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف) کی محکم قیادت میں جاری وساری ہیں۔

مسلمانانِ اہلِ سنت سے گزارش ہے کہ سینٹر کی مطبوعات کو عام کرنے اور اُس کے جملہ پروگرام کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن تعاون کرکے اپنی دینی وملی ذمہ داری کو نبھائیں اور دارین کی سعادت حاصل کریں۔ اپنے احباب کو سینٹر سے منسلک کریں اور لوگوں میں اِس کا تعارف کرائیں۔۔۔ والسلام

اراکینِ (ARC) اھل سنت ریسرچ سینٹر

ممبئی وشاخ پونہ، ناسک، مالیگاؤں (مہاراشٹر)

عرض مؤلّف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

’’وہابیت کا سفر نجد سے ہند تک‘‘ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تاریخ وہابیت پر چھوٹی بڑی کئی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں جن کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ اِس عنوان پر اردو زبان میں سب سے مفصل و مدلّل کتاب مولانا ضیاءاللہ قادری اشرفی لاہوری کی ’’وہابی مذہب کی حقیقت‘‘ ہے، اس کے بعد مولانا عبدالقیوم قادری لاہوری کی ’’تاریخ نجد و حجاز‘‘ ہے۔ راقم نے دونوں کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جس چیز کا خصوصی التزام کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اِس میں زیادہ تر حوالے انھیں کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں جن کے مؤلّف وہابی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اِس لحاظ سے اِس میں پیش کردہ تاریخی مواد کی توثیقی حیثیت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔

خصوصًا وہابی ظلم و جبر اور تشدد کے واقعات دو کتابیں ’’عون المجد فی تاریخ نجد‘‘ اور ’’تاریخ ابن غنّام‘‘ سے ماخوذ ہیں، جن کے مؤلّف وہابی ہونے کے ساتھ ساتھ بانی وہابیت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم عصر بھی ہیں۔

مؤخر الذکر کے مؤلّف حسین بن غنّام تو شیخ نجدی کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ اگرچہ وہابی مورّخین نے تاریخ وہابیت کے تاریک پہلوؤں کو ایک حد تک چھپانے کی کوشش کی ہے، لیکن تاریخی حقائق چوں کہ اپنے اندر زندگی کی توانائی رکھتے ہیں اِس لئے انھیں ہزار پردوں میں رکھا جائے پھر بھی کبھی پردے سے باہر نکل ہی آتے ہیں۔ یہی حال کچھ وہابی مورّخین کی اُن کتبِ تواریخ کا بھی ہے جن میں پیشوایانِ وہابیہ کی سیرت و سوانح کو ذکر کرنے میں حقائق کو عمدًا توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ جزیرۃ العرب میں واقع ہونے والے وہابی مظالم، قتل و قتال، لوٹ پاٹ کے واقعات کو ہم نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے معاصر وہابی مورّخین کے حوالوں سے نقل کیا ہے تاکہ اس کو کوئی پروپیگنڈہ نہ سمجھے۔ اگرچہ

وہابی مورّخین نے جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی وہابی جنگوں کو جہاد کا نام دیا ہے لیکن ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ شراب کو ''شربت روح افزا'' نام دینے سے شراب حلال شربت نہیں بن جائے گی۔

دیوبندیت نظریاتی اعتبار سے وہابیت سے الگ شئ نہیں ہے، اس لئے اِس کتاب میں لازماً اس کا بھی ذکر آیا ہے۔ وہابیت کا سفر نجد سے ہند تک، ایک طویل سفر ہے جس کی سرگزشت کو اِس مختصر سی تحریر میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین مطالعہ فرما کر ہیچمدان کے حق میں دعاء خیر فرمائیں گے اور خطاؤں کی اصلاح فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

رضاء الحق اشرفی راج محلی
السید محمود اشرف دار التحقیق
جامع اشرف کچھوچھہ شریف
۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / ۳۰ر ستمبر ۲۰۱۸ء

وہابیت کیا ہے؟

محمد بن عبدالوہاب نجدی (ولادت: ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء، وفات: ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء کے مذہبی نظریات کو برحق سمجھنے کا نام وہابیت ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار خود کو ''سلفی اور موحّد'' کہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو وہابی کہلانا پسند نہیں کرتے، کیونکہ دنیا کے باشعور مسلمانوں میں یہ بات مشہور و محقق ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک شدّت پسند، مسلمانوں کو مشرک قرار دینے والا عالم تھا۔ جزیرۃ العرب سے خلافت عثمانیہ کو تاخت و تاراج کرنے میں انگریزوں نے اُسے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ لفظِ ''وہابی'' سے عام مسلمانوں میں وہابی جماعت سے بیزاری و نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اسی بنا پر وہابی جماعت اپنے آپ کو اہل حدیث یا سلفی کہتی ہے۔ شیخ محمد علی طنطاوی مصری م ۱۳۳۵ھ نے لکھا ہے: اَمَّا مُحَمَّدُ فَهُوَ صَاحِبُ الدَّعْوَةِ الَّتِیْ عُرِفَتْ بِالْوَهَابِیَةِ۔ محمد بن عبدالوہاب جس تحریک کا بانی تھا وہ وہابیت سے مشہور ہے۔ (محمد بن عبدالوہاب: ص۱۴)

وہابی نظریات

وہابیوں کے درج ذیل نظریات ہیں:

☆ پوری دنیا میں صرف وہابی ہی سچا موحّد (توحید پرست) و مومن ہے، جو وہابی نہیں وہ مومن نہیں۔ وہابیوں کا یہ ماننا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے مزارات کی زیارت کرنا اور اُن کی تعظیم کرنا شرک ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں ہے:

Wahhabi, also spelled wahabi, any member of the Muslim reform movement founded by Muhammad Ibn Abdul Wahhab in the 18th Century in Najd Central Arabia, and adopted in 1744 by the Saudi family. In the 20th and 21st Centuries, Wahhabism is prevalent in Saudi

Arabia and Qatar. Members of the Wahhabi movement call them selves Al-Muwahhidun. "Unitarians" a name derived from their emphasis on the absolate oneness of God. (Tawhid) They rejected all acts that they see as implying polytheism, Such as visiting tombs and venerating saints.

(https://www.britannica.com/towahhabi#ref139715)

ترجمہ: وہّابی یا وہابی محمد بن عبدالوہاب کی اصلاحی تحریک کے رُکن کو کہا جاتا ہے۔ یہ تحریک عرب کے دار السلطنت نجد میں اٹھارویں صدی عیسوی میں ابھر کر آئی اور ۱۷۴۴ء میں آل سعود کے ذریعہ پھیلنے لگی اور بیسویں، اکیسویں صدی میں سعودی عربیہ اور قطر میں پھیل گئی۔

وہابی تحریک کے ارکان خود کو ''موحّدون'' (توحید پرست) کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے اس نام کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ (بزعم خویش) وہی اللہ کے تعلق سے خالص عقیدۂ توحید کے حامل ہیں۔ وہ اُن تمام افعال کو مسترد کرتے ہیں جنہیں وہ شرک تصور کرتے ہیں۔ مثلاً (انبیاء واولیاء کی) قبروں کی زیارت اور مقدس مقامات کی تعظیم۔

وہابی تحریک کے حامیوں کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اُس وقت خالص توحید کا علم بلند کیا جب کہ پوری دنیا بالخصوص جزیرۂ عرب سے توحید کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔

صنعاء کے ایک وہابی عالم ابوبکر حسین بن غنّام متوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء نے شیخ نجدی کے مرثیہ میں ۳۶/اشعار لکھے ہیں جس کے دوشعر یہ ہیں:

لَقَدْ رَفَعَ الْمَوْلٰی بِهٖ رُتْبَةَ الْهُدٰی بِوَقْتٍ بِهٖ يُعْلَى الضَّلَالُ وَ يُرْفَعُ

فَاَحْيَا بِهِ التَّوْحِيْدَ بَعْدَ اِنْدِرَاسِهٖ وَ اَوْهٰی بِهٖ مِنْ مَّطْلَعِ الشِّرْكِ مَهْيَعُ

ترجمہ: مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے ذریعہ ہدایت کے رتبے کو بلند فرمادیا، ایسے وقت میں جب کہ گمراہی کو سر بلند کیا جارہا تھا۔

اللہ نے اُس کے ذریعہ توحید کو زندہ کیا جب کہ توحید کا نام ونشان مٹ چکا تھا اور شرک کے مطلع سے طلوع ہونے والا کشادہ شہر شکست وریخت کا شکار ہو گیا تھا۔ (مقدمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید، ۱/۴)

☆ وہابی نظریہ کے مطابق اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو اپنے نزاعی امور میں فیصل بنائے یا مسلمان ہی کو بنائے اور وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ مشرک ہے۔ حالانکہ کہ چودہ سو سال سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ معروف ومسلّم ہے کہ ایسا شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ضرور ہے مگر مشرک نہیں۔

دراصل یہ وہابی نظریہ اِس باطل مفروضے پر مبنی ہے کہ غیر اللہ کی اطاعت شرک ہے، حالاں کہ غیر اللہ کو حاکم وفیصل بنانا مطلقاً نہ شرک ہے نہ حرام۔ غیر اللہ کو معبود سمجھ کر حکم بنانا شرک ہے، معبود نہ سمجھے لیکن ناحق فیصلہ کرانا مقصود ہو تو حَکَم بنانا حرام ہے۔ لیکن نص قرآنی اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کو حیلہ بنا کر مطلقاً غیر اللہ کو فیصل بنانے پر شرک کا فتویٰ سب سے پہلے خوارج نے حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اُن کے حامیوں پر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے حامیوں پر لگایا تھا، جب کہ انہوں نے جنگ صفین کے موقع پر باہمی مصالحت کے لئے دو صحابی رسول (حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کو حَکَم مقرر کرنے پر اتفاق کر لیا تھا۔ خوارج نے انہیں یہ کہہ کر مشرک ٹھہرایا تھا کہ آپ لوگوں نے غیر اللہ کو حکم بنایا اور غیر اللہ کو حَکَم بنانا شرک ہے، لہٰذا آپ لوگ مشرک ہو گئے۔

خوارج کا یہ اصول قرآنی آیات کی غلط تاویل پر مبنی تھا پھر بھی اِسے برحق سمجھتے ہوئے وہابیوں نے بھی یہ نظریہ قائم کر لیا کہ غیر اللہ کو حَکَم تسلیم کرنا شرک ہے۔ وہابی تحریک اور اُس سے منسلک نام نہاد دہشت گرد تنظیموں کی جہادی سرگرمیاں اُسی خارجی نظریہ کے ارد گرد گردش کر رہی ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کی شرح فتح المجید میں یہ لکھا ہے:

''وَ کَذَالِکَ مَنْ دَعَا اِلٰی تَحْکِیْمِ غَیْرِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَقَدْ تَرَکَ مَا جَاءَ بِہِ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ رَغِبَ عَنْہُ وَ جَعَلَ لِلّٰہِ شَرِیْکًا فِی الطَّاعَۃِ''۔

ترجمہ: یوں ہی جس نے اللہ اور رسول کے علاوہ کو حاکم بنانے کی دعوت دی اُس نے اُس دین کو ترک کر دیا اور اُس سے اعراض کیا جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔ ایسا شخص طاعت میں اللہ کا شریک ٹھہرانے والا ہوا۔

پھر آگے یہ لکھا ہے:

فَمَنْ خَالَفَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِاَنْ حَكَمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اَوْ طَلَبَ ذَالِكَ اِتِّبَاعًا لِمَا يَهْوَاهُ وَ يُرِيْدُهٗ فَقَدْ خَلَعَ رَبْقَةَ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ مِنْ عُنُقِهٖ وَ اِنْ زَعَمَ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ۔

ترجمہ: جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی، بایں طور کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا، یا کسی نے اپنی خواہش وارادہ کے موافق فیصلہ کرایا تو اُس نے اسلام اور ایمان کا پٹکا گلے سے اُتار پھینکا۔ وہ مومن نہیں، اگرچہ خود کو مومن سمجھے۔ (فتح المجید شرح کتاب التوحید، ۳۹۲/۱، عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب، م ۱۲۸۵ھ)

کوئی مسلمان اگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے تو گناہ گار فاسق و فاجر مستحق نارِ جہنم ہے لیکن کافر نہیں۔ یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے، لیکن خوارج و وہابیہ ایسے مسلمان کو مسلمان نہیں مانتے۔

☆ وہابیوں کے نزدیک غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا شرک اکبر ہے۔ چاہے کوئی انہیں مستقل مددگار سمجھ کر پکارے یا وسیلہ اور واسطہ سمجھ کر پکارے۔

امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنی کتاب "**اَلْقَوْلُ السَّدِيْدُ شَرْحُ كِتَابِ التَّوْحِيْد**" میں یہ لکھا ہے:

وَ اَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ مِنْ اَنَّ مَنْ دَعَا غَيْرَ اللّٰهِ فَهُوَ مُشْرِكٌ كَافِرٌ فِي الْحَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ سَوَاءٌ اِعْتَقَدَهُمْ مُسْتَقِلِّيْنَ اَوْ مُتَوَسِّطِيْنَ۔

ترجمہ: امت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ جس نے غیر اللہ کو پکارا وہ مشرک کافر ہے، خواہ اہلِ قبور (انبیاء وصالحین) کو مستقل مددگار سمجھ کر پکارے یا مدد کا واسطہ سمجھ کر پکارے دونوں حالتوں میں مشرک و کافر ہے۔ (القول السدید ا/۸۹)

امام الوہابیہ کے خودساختہ اجماع کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام مشرک وکافر ہوں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات میں بھی مدد کا وسیلہ مان کر پکارا ہے اور بعدِ وفات بھی مدد کا وسیلہ مان کر پکارا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث سنن ابن ماجہ، ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، مستدرک حاکم اور مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہے کہ ایک نابینا شخص نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی کہ اللہ اُسے آنکھوں کی روشنی عطا فرمادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو صبر کر سکتا ہے تو صبر کر، یہ تیرے لئے خیر ہے۔ اُس نے کہا: حضور! دعا فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھے یا فرمایا کہ دو رکعت ادا کر کے یہ دعا پڑھے: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیٓ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ** ۔ (اللفظ لصحیح ابن خزیمة ۲/۲۲۵)

حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ نابینا شخص واپس آیا تو اس کی آنکھوں میں روشنی آچکی تھی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی ۹/۲۴۰)

اس حدیث کو مشہور وہابی عالم شیخ البانی نے حاشیۂ ابن ماجہ میں اور ایک اور وہابی عالم محمد مصطفےٰ اعظمی نے حاشیۂ صحیح ابن خزیمہ میں ''صحیح'' لکھا ہے۔

ابن ماجہ نے لکھا: **قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ** ۔ ابواسحاق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح غریب لکھا ہے۔

امام حاکم نے صحیح علیٰ شرط الصحیحین کہا۔

امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں صحیح لکھا۔

امام بیہقی نے لکھا کہ میں نے اس حدیث کو ''کتاب الدعوات'' میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نابینا صحابی کو جس دعا کی تعلیم دی تھی اُس میں **یَا مُحَمَّدُ** بھی ہے۔ یہ صریح وواضح

بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو یہی حکم دیا کہ وہ آپ کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا وسیلہ مان کر آپ کو **یا محمد** کہے اور صحابیٔ رسول نے ویسا ہی سمجھ کر **یا محمد** کہا۔

اگر امام الوہابیہ کے مطابق نبیُ اللہ یا ولی اللہ کو اللہ کی مدد کا وسیلہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے تو کیا امام الوہابیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کی تعلیم دی اور صحابیٔ رسول نے شرک کیا؟

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بار بار اپنی حاجت لے کر جاتا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ حضرت عثمان بن حنیف سے اُس شخص نے شکایت کی تو انہوں نے وہی دعا پڑھنے کا حکم دیا جس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا شخص کو دی تھی۔ جب شخصِ مذکور نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے کہنے پر عمل کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض مدعا سے پہلے ہی خود حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت دریافت کی پھر حاجت پوری فرمائی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۳۰)

تو کیا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ معاذ اللہ مشرک ہو گئے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی رحمت و مدد کا وسیلہ سمجھ کر **یا محمد** کہنے کا حکم دیا تھا؟

غیر اللہ کو اللہ کی مدد کا وسیلہ سمجھ کر پکارنے کو شیخِ نجدی نے شرک کہا اور اس کی دلیل میں قرآن حکیم کی اُن آیات کو پیش کیا جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، کہ مشرکین اپنے بتوں کو اللہ کی مدد کا وسیلہ بنا کر پکارتے تھے۔

بانی وہابیت محمد بن عبدالوہاب نجدی نے انبیاء و اولیاء کو ''اہل اللہ'' نہ مان کر مشرکین کے بتوں کی طرح ''غیر اللہ'' بنا دیا اور انبیاء و اولیاء کو اللہ کی مدد کا وسیلہ ماننے والے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرکین کے زمرے میں داخل کر کے اُن پر اُن آیات کو چسپاں کر دیا جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ شیخ نجدی کی اِس عادت نے قولِ رسول کی یاد تازہ کر دی جو آپ نے ذوالخویصرہ تمیمی منافق کی ذریت کے بارے میں غزوۂ حنین سے

واپسی کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا، کہ اُس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو مشرک کہہ کر قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ وہ لوگ کفار کے بارے میں نازل ہونے والی قرآنی آیات کو مسلمانوں پر فِٹ کریں گے۔ وہ قرآن خوب پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھیدتے ہوئے نکل جاتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف کلمہ گو مسلمانوں کے ایک گروہ نے خروج کر کے حضرت مولیٰ علی اور اُن صحابۂ کرام پر شرک و کفر کا فتویٰ بھی لگایا تھا جنہوں نے نزاعی امور میں باہمی مصالحت کے لئے دو صحابیوں کو حَکَم مقرر کیا تھا۔ اس گروہ نے اپنے فتویٰ کو قرآنی آیات سے مدلل کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ گروہ خوارج کے نام سے معروف ہوا اور جب حضرت مولیٰ علی کے خلاف تلوار اٹھائی تو مقام ''نہروان'' میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اُن سے قتال کیا، جس میں خوارج کی اکثریت مع سردار کے تہ تیغ کردی گئی۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں نجد کی سرزمین میں خارجیت کا ھیولیٰ محمد بن عبدالوہاب کی وہابی تحریک کی صورت میں متشکل ہو کر سامنے آیا۔ ذوالخویصرہ تمیمی جس کی ذریت سے خوارج کا تولد ہوا، قبیلۂ تمیم کا ایک فرد تھا اور محمد بن عبدالوہاب کا نسبی تعلق بھی قبیلۂ تمیم سے تھا۔ گویا خارجیت کے اصل الاصول سے ہی وہابیت کا مجسمہ تیار ہوا تھا۔ بانی وہابیت کی حیات و سیرت پر قدرے تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آنے والے صفحات میں ہوگی۔ موضوع کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے کچھ اور وہابی عقائد و نظریات کو ملاحظہ کرتے چلیں۔

☆ غیر اللہ کو نفع و نقصان کے لئے پکارنا شرک ہے، یہ بھی ایک وہابی عقیدہ ہے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے پوتے سلیمان بن عبداللہ بن محمد متوفی ۱۲۳۳ھ نے اپنے دادا کی کتاب التوحید کی شرح ''**تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید**'' کے نام سے لکھی ہے۔ اُس میں یہ لکھا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا دو قسم کا ہے۔ ایک معبود سمجھ کر پکارنا، دوسرا نفع و نقصان پہنچانے والا سمجھ کر پکارنا۔ دونوں صورتوں سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔

اِس وہابی نظریے کو تسلیم کرنے پر دنیا میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہتا، کیونکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کسی انسان کو نفع ونقصان کے لئے نہ پکارتا ہو۔

شیخ نجدی کے پوتے کا نظریہ ملاحظہ کیجئے، وہ لکھتا ہے:

فَكُلُّ دُعَاءِ عِبَادَةٍ مُسْتَلْزِمٌ لِدُعَاءِ الْمَسْئَلَةِ وَ كُلُّ دُعَاءِ مَسْأَلَةٍ مُتَضَمِّنٌ لِدُعَاءِ الْعِبَادَةِ۔

ترجمہ: غیر اللہ کو جب بھی معبود سمجھ کر پکارا جائے گا تو وہاں سوال کے لئے پکارنا ضرور پایا جائے گا اور جب بھی کسی کو سوال کے لئے پکارنا پایا جائے گا تو لازماً عبادت کے طور پر پکارنا متحقق ہوگا۔(تیسیر العزیز الحمید ا/۱۷۶)

نتیجہ یہ نکلا کہ وہابی نظریہ کے مطابق غیر اللہ کو نفع یا نقصان کے لئے پکارنا چوں کہ عبادت ہے لہٰذا یہ شرک ہے اور غیر اللہ کو نفع ونقصان کے لئے پکارنے والا مشرک ہے۔

ایک عرب وہابی عالم، انبیاء واولیاء وصالحین سے محبت کرنے والوں اور اللہ کی بارگاہ میں انہیں اپنا شفیع اور وسیلہ ماننے والے دنیا کے مسلمانوں کو مشرک ومباح الدم قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: **فَمَنْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ يَا اِبْنَ عَبَّاسٍ اَوْ يَا عَبْدَ الْقَادِرِ زَاعِمًا اَنَّهٗ بَابُ حَاجَتِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَ شَفِيْعُهٗ عِنْدَهٗ وَ وَسِيْلَتُهٗ اِلَيْهِ فَهُوَ الْمُشْرِكُ الَّذِىْ يَهْدِرُ دَمُهٗ وَ مَالُهٗ۔**

ترجمہ: کوئی شخص یا رسول اللہ، یا، یا ابن عبا، یا، یا عبد القادر کہے، اِس گمان کے ساتھ کہ وہ اُس کی حاجت کے لئے اللہ کے یہاں سفارشی یا وسیلہ ہیں تو ایسا شخص مشرک ہے اُس کی جان ومال حلال ہے۔(تاریخ الدولة العلية العثمانية، ص ۴۰۵، دار النفائس بیروت ۱۹۸۱ء)

☆ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اِس فرض کا تارِک مسلمان گنہگار مستحق نار ہے۔ اُس پر کفر کا خوف ہے۔ لیکن وہ جب تک ضروریات دین میں سے کسی ایک کا مُنکر نہیں، مسلمان ہے، کافر نہیں۔ لیکن وہابیوں کے نزدیک ایسا کلمہ گو مسلمان کافر ہے، وہ کفرِ اکبر (سب سے بڑا کفر) کا مرتکب ہے۔ چنانچہ ایک وہابی عالمہ سمیرہ بنت عائض بن علی قحطانی نے کفر کو دو قسموں میں بانٹتے ہوئے ایک کا نام کفر اکبر اور دوسری قسم کا نام کفرِ اصغر

رکھا ہے۔ پھر کفر اکبر میں نو قسموں کا کفر ذکر کیا ہے۔

نویں قسم کے کفر کا نام ''کفرِ اعراض'' رکھا ہے۔

کفر اعراض کا تعارف پیش کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں:

وَ هُوَ الْاِعْرَاضُ عَنِ الدِّيْنِ وَ تَعَلُّمِ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ تَعَلُّمُهٗ۔

ترجمہ: کفرِ اکبر میں کفرِ اعراض ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی دین سے اور دین کے اُن احکام کی تعلیم سے دور ہو جن کی تعلیم واجب ہے۔ (ضوابط التکفیر عند اھل السنۃ والجماعۃ، ص ۷)

تحریک وہابیت کی پیدائش سے قبل اسلام کی ایک ہزار سالہ قدیم تاریخ میں کفر کی ایسی تقسیم صحابہ، تابعین، مفسرین، محدثین وفقہاء کے یہاں نظر نہیں آتی ہے۔

فرائض و واجبات سے غافل کروڑوں فاسق و فاجر کلمہ گو مسلمانوں کو سرے سے دائرۂ اسلام سے خارج ماننا۔ ایسی مذہبی شدّت پسندی ہے جس کی مثال ماضی میں صرف خوارج کے یہاں نظر آتی ہے۔

کتاب مذکور میں وہابی مصنفہ نے یہ بھی لکھا ہے:

وَ نَسْتَنْتِجُ اَنَّ التَّكْفِيْرَ هُوَ حُكْمٌ يُطْلَقُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ قَاصِدًا ذَالِكَ وَ مُصِرًّا عَلٰى فِعْلِهٖ فَهُوَ خَارِجٌ مِنْ دَائِرَةِ الْاِسْلَامِ۔

ہم اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ تکفیر وہ حکم (عدم اسلام کا) ہے جو اُس شخص پر لگایا جاتا ہے جو قصداً کتاب وسنت کے خلاف کام کرتا ہے اور اس پر مصر رہتا ہے۔ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ (ایضاً، ص ۳۲)

☆ کوئی مسلمان جب تک ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار نہ کرے یا کفری قول یا عمل کا التزام نہ کرے تو کافر نہیں۔ گنہگار، فاسق وفاجر یا گمراہ و بدعتی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اُس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ ایسے مسلمانوں سے جنگ کرنا بھی حلال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اُس وقت تک خوارج سے قتال نہیں فرمایا جب تک کہ انہوں نے کھلے طور پر حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر کے ہتھیار نہیں اٹھایا۔

لیکن وہابیت، خارجیت سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئی۔ بانی وہابیت نے مسلمانوں کو مباحُ الدم کہا اور اُن سے قتال کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مال کو مالِ غنیمت قرار دیا۔

اِس پر کسی غیر وہابی مورّخ کا حوالہ پیش کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی مستند وہابی کا قول پیش کر دیا جائے۔

معتمد مشہور وہابی مورّخ عثمان بن بشر نجدی لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ بَعْدَ الْمِئَتَيْنِ وَالْاَلْفِ وَ فِيْهَا سَارَ سَعُوْدُ بِالْجُيُوْشِ الْمَنْصُوْرَةِ وَالْخَيْلِ الْعِتَاقِ الْمَشْهُوْرَةِ مِنْ جَمِيْعِ حَاضِرِ نَجْدٍ وَ بَادِيْهَا وَالْجُنُوْبِ وَالْحِجَازِ وَ تِهَامَةَ وَ غَيْرِ ذَالِكَ وَ قَصَدَ اَرْضَ كَرْبَلَا وَ نَازَلَ اَهْلَ بَلَدِ الْحُسَيْنِ وَ ذَالِكَ فِيْ ذِيْ الْقَعْدَةِ فَحَشَدَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ وَ تَسَوَّرُوْا جُدْرَانَهَا وَ دَخَلُوْهَا عَنْوَةً وَ قَتَلُوْا غَالِبَ اَهْلِهَا فِي الْاَسْوَاقِ وَالْبُيُوْتِ وَ هَدَمُوْا الْقُبَّةَ الْمَوْضُوْعَةَ بِزَعْمِ مَنْ اِعْتَقَدَ فِيْهَا قَبْرَ الْحُسَيْنِ وَ أَخَذُوْا مَا فِي الْقُبَّةِ وَ مَا حَوْلَهَا وَ أَخَذُوْا النَّصْبَةَ الَّتِيْ وَضَعُوْهَا عَلَى الْقَبْرِ وَ كَانَتْ مَرْصُوْفَةً بِالزُّمُرُّدِ وَالْيَاقُوْتِ وَالْجَوَاهِرِ وَ اَخَذُوْا جَمِيْعَ مَا وَجَدُوْا فِي الْبَلَدِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالسِّلَاحِ وَاللِّبَاسِ وَالْفُرُشِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْمَصَاحِفِ الثَّمِيْنَةِ وَ غَيْرِ ذَالِكَ مَا يَعْجِزُ عَنْهُ الْحَصْرُ وَ لَمْ يَلْبَثُوْا فِيْهَا اِلَّا ضَحْوَةً وَ خَرَجُوْا مِنْهَا قُرْبَ الظُّهْرِ بِجَمِيْعِ تِلْكَ الْاَمْوَالِ وَ قُتِلَ مِنْ اَهْلِهَا قَرِيْبُ اَلْفَيْ رَجُلٍ ثُمَّ اِنَّ السَّعُوْدَ اِرْتَحَلَ مِنْهَا عَلَى الْمَاءِ الْمَعْرُوْفِ بِالدَّبِيْضِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ وَ عَزَلَ اَخْمَاسَهَا وَ قَسَمَ بَاقِيَهَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ غَنِيْمَةً۔

ترجمہ: اِس سال (۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲ء) سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود اپنے فاتح لشکر اور خوبصورت مشہور گھوڑوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ہماری منزل زمین کربلا تھی۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ مسلمانوں (سعودی لشکر) نے کربلا پر حملہ کیا اور بزورِ شمشیر شہر کی دیواروں کو پھاند کر شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ جو لوگ بازاروں اور گھروں میں تھے اُن کے اکثر کو قتل کر دیا۔ اُس گنبد کو ڈھا دیا جس کے تعلق سے (امام) حسین کے معتقدین کا گمان ہے کہ وہاں قبرِ (امام) حسین ہے۔ گنبد اور اس کے آس پاس کے مقامات پر قبضہ جما لیا اور قبر پر لگے ہوئے اُس کتبہ کو بھی لے لیا جس میں زمرد، یاقوت اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ مال و متاع، ہتھیار، لباس، فرش، سونا چاندی اور قیمتی مصاحف وغیرہ بے شمار مال جو اُن کے ہاتھ آئے سب پر قبضہ کر لیا۔

پھر وہابی مورّخ اِس دہشت گردانہ حملے کو جہاد اور لوٹے گئے مال کو غنیمت قرار دیتے ہوئے اور اِس دہشت گردانہ وہابی حملے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے:

وَ قَوْلُکَ اِنَّنَا اَخَذْنَا کَرْبَلَا وَ ذَبَحْنَا اَھْلَھَا وَ اَخَذْنَا اَھْلَھَا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَ لَا نَعْتَذِرُ عَنْ قَوْلِکَ وَ نَقُوْلُ: وَ لِلْکَافِرِیْنَ اَمْثَالُھَا۔

ترجمہ: اگر تم معترض ہوتے ہو کہ ہم (وہابیوں) نے کربلا پر قبضہ کیا، وہاں کے باشندوں (مسلمانوں) کو ذبح کیا اور انہیں قیدی بنایا تو ہم اس پر معذرت پیش نہیں کرتے بلکہ اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ کافروں کو ایسی ہی سزا ملنی چاہیئے۔ (عنوان المجد فی تاریخ نجد، ج۱ص۲۰۱، سنہ ۱۲۱۶ھ/ سنہ ۱۸۰۱ء)

☆ انبیاء واولیاء کی شفاعت کا عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو محمد ابن عبدالوہاب نجدی مشرک کہتا تھا اور دلیل میں اُن آیات کو پیش کرتا تھا جو مشرکین اوران کے بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

بانی وہابیت اپنی کتاب ''کشف الشبہات'' میں یہ لکھتا ہے:

فَاِنْ قَالَ: ھٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتُ نَزَلَتْ فِیْمَنْ یَعْبُدُ الْاَصْنَامَ کَیْفَ تَجْعَلُوْنَ الصَّالِحِیْنَ مِثْلَ الْاَصْنَامِ؟ اَمْ کَیْفَ تَجْعَلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ اَصْنَامًا فَجَاوِبْہُ بِمَا تَقَدَّمَ فَاِنَّہٗ اِذَا اَقَرَّ اَنَّ الْکُفَّارَ یَشْھَدُوْنَ بِالرُّبُوْبِیَّۃِ کُلِّھَا وَ اَنَّھُمْ مَا اَرَادُوْا مِمَّنْ قَصَدُوْا اِلَّا الشَّفَاعَۃَ وَ لٰکِنْ اَرَادَ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ فِعْلِہٖ وَ فِعْلِھِمْ بِمَا ذَکَرَ فَاذْکُرْ لَہٗ اَنَّ الْکُفَّارَ مِنْھُمْ مَنْ یَّدْعُوْ الْاَصْنَامَ وَ مِنْھُمْ مَنْ یَّدْعُوْ الْاَوْلِیَاءَ الَّذِیْنَ قَالَ فِیْھِمْ ''اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمِ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ''

(کشف الشبہات، ۱/ ۹)

ترجمہ: اگر انبیاء واولیاء کی شفاعت کو ماننے والا شخص یہ کہے کہ جو آیات تم پیش کرتے ہو وہ تو اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو بتوں کو پوجتے تھے۔ تم صالحین کو بتوں کی طرح کیوں کر بناتے ہو؟ یا کہے کہ تم انبیاء کو بت کیسے قرار دیتے ہو؟ تو اُس شخص کو یہ جواب دو کہ تم کو بھی یہ اقرار ہے کہ کفار بھی پورے طور پر اللہ کی ربوبیت کی گواہی دیتے تھے لیکن بتوں کو سفارشی مانتے تھے۔ اگر شخص مذکور کہتا ہے کہ اُس کے فعل اور کفار کے فعل میں

فرق ہے تو اُس سے کہو کہ کفار میں بعض بتوں کو پکارتے تھے اور بعض اولیاء کو پکارتے تھے جن کے بارے میں اللہ نے یہ فرمایا ہے: وہ لوگ ہیں جو انہیں پکارتے ہیں اپنے رب تک پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہوئے کہ کون زیادہ اُس سے قریب ہے۔

شیخ نجدی کی عقل نہ جانے کہاں گم ہوگئی تھی کہ اُسے اتنی موٹی سی بات سمجھ میں نہ آئی کہ کفار بتوں کو یا انبیاء وصالحین کو اللہ کے قرب کا وسیلہ سمجھتے تھے اور اُن کے سفارشی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور انہیں معبود بھی سمجھتے تھے۔ اُن کی پرستش کرتے تھے۔ صالحین کے مجسمے بنا کر انہیں پوجتے تھے۔ مسلمان نہ بتوں کو سفارشی مانتے ہیں نہ انبیاء وصالحین کو معبود مانتے ہیں، نہ ان کی مورتیاں بنا کر انہیں پوجتے ہیں۔ شیخ نجدی نے مسلمانوں کے عقیدۂ شفاعت کو کفار کے عقیدۂ شفاعت کی طرح کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا، شیخ نجدی کے پاس اس پر کون سی شرعی دلیل ہے؟

وہابی عالم صالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراھیم آل الشیخ شفاعت کو شرکِ اکبر قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

وَ اَمَّا طَلَبُ الشَّفَاعَةِ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَهُوَ دُعَاءُ غَيْرِ اللّٰهِ وَ هُوَ شِرْكٌ اَكْبَرُ۔

غیر اللہ (نبی یا ولی) سے شفاعت طلب کرنا غیر اللہ کو پکارنا ہے اور وہ شرک اکبر ہے۔ (التمھید لشرح کتاب التوحید،۲/۳۸۱)

☆ وہابی نظریہ، یہ ہے کہ انبیاء وصالحین کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔ انبیاء وصالحین کی قبروں کو چھونا، بوسہ لینا اور اصحابِ قبور کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنانا حرام بلکہ شرک تک پہنچانے والا ہے۔

☆ اصحابِ قبور (انبیاء وصالحین) کو پکارنا اُن سے مدد مانگنا، اُن سے دینی یا دنیوی حاجت طلب کرنا وہابیوں کے نزدیک شرک اکبر ہے۔

شیخ نجدی لکھتا ہے:

اَمَّا الْمَشْرُوْعُ فَهُوَ مَا شَرَعَ الشَّارِعُ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ عَلَى الْوَجْهِ الشَّرْعِيِّ مِنْ غَيْرِ شَدِّ رَحْلٍ۔

ترجمہ: زیارتِ قبور وہی مشروع (جائز) ہے جو شرعی طریقے پر ہو، زیارت کے لئے سفر کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

وَ اَمَّا الْمَمْنُوْعُ فَاِنَّهٗ نَوْعَانِ: اَحَدُهُمَا مُحَرَّمٌ وَ وَسِيْلَةٌ لِلشِّرْكِ كَالتَّمَسُّحِ بِهَا وَالتَّوَسُّلِ اِلَى اللّٰهِ بِاَهْلِهَا۔

ترجمہ: ممنوع زیارتِ قبور دو قسم کی ہے۔ایک حرام ہے اور شرک کا ذریعہ ہے جیسا کہ قبور (قبورِ انبیاء واولیاء) کو چھونا اور اصحاب قبور کو اللہ سے دعا کا وسیلہ بنانا۔

وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ: شِرْكٌ اَكْبَرُ كَدُعَاءِ اَهْلِ الْقُبُوْرِ وَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِهِمْ وَ طَلَبِ الْحَوَائِجِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ مِنْهُمْ فَهٰذَا شِرْكٌ اَكْبَرُ وَ هُوَ عَيْنُ مَا يَفْعَلُهٗ عُبَّادُ الْاَصْنَامِ مَعَ اَصْنَامِهِمْ۔

ترجمہ: دوسری قسم شرک اکبر ہے۔مثلاً اہلِ قبور (انبیاء واولیاء) کو پکارنا اور اُن سے مدد مانگنا، اُن سے دینی اور اخروی حاجتیں طلب کرنا۔ یہ سب شرکِ اکبر ہیں۔ یہ عمل ہو بہو وہی عمل ہے جو بتوں کے پوجنے والے اپنے بتوں کے ساتھ کرتے تھے۔ (ایضاً)

قرآن حکیم کی جن آیات میں غیر اللہ کے پکارنے کو شرک کہا گیا ہے وہاں پکارنے سے مراد یا تو بتوں کو پکارنا ہے، یا انبیاء وصالحین کو معبود سمجھ کر پکارنا ہے۔مشرکین بتوں کو مدد کے لئے پکارتے تھے یا مدد کا وسیلہ مان کر پکارتے تھے، اسی طرح صالحین کو بھی معبود سمجھ کر مدد کے لئے پکارتے تھے یا معبود سمجھ کر اللہ کے قرب کا انہیں وسیلہ مانتے تھے۔

مسلمان نہ تو بتوں کو پکارتے ہیں نہ صالحین کو معبود سمجھتے ہیں، لہٰذا انبیاء وصالحین کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع (سفارشی ماننا) یا اُن کو دعاؤں میں وسیلہ بنانا ہرگز شرک نہیں۔قرنِ اوّل سے مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے لیکن بانی وہابیت نے قرنِ اوّل سے لے کر بارہویں صدی ہجری تک کے تمام مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہوئے یہ لکھا کہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی زیارت کرنے والے، اُن کی تعظیم کرنے والے اور اُن کو اپنا سفارشی ماننے والے اگرچہ خود کو مسلمان سمجھتے ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اُن سے خالص توحید رخصت ہو چکی ہے۔ اُن کا حال وہی ہے جو دورِ رسالت میں مشرکین کا حال تھا، مشرکین بھی بتوں کو اور انبیاء وصالحین کو اللہ اور خالق نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ مانتے تھے۔

چنانچہ شیخ نجدی لکھتا ہے:

لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْتَقِدُوْنَ اَنَّھَا تَخْلُقُ الْخَلَائِقَ اَوْ تُنَزِّلُ الْمَطَرَ اَوْ تُنْبِتُ النَّبَاتَ وَ اِنَّمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَھُمْ اَوْ یَعْبُدُوْنَ صُوَرَھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ: اِنَّمَا نَعْبُدُھُمْ لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی۔

ترجمہ: مشرکین بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اصنام (بت) خالق ہیں، یا بارش برسانے والے ہیں، یا سبزیاں اُگانے والے ہیں۔ وہ انبیاء و صالحین کی عبادت کرتے تھے اور اُن کے مجسموں کو پوجتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم انہیں اسی لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔ (مفید المستفید فی کفر تارک التوحید، ۱/ ۱۵)

بانی وہابیت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے پوری دنیا کے مسلمانوں پر تہمت رکھی کہ وہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی پوجا کرتے ہیں، مشرکین کی طرح انہیں مستحقِ عبادت سمجھ کر وسیلہ بناتے ہیں، انہیں مشرکین کی طرح معبود سمجھ کر پکارتے ہیں، پھر تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا۔

جو چیز وہابی نقطۂ نظر سے شرک یا بدعت ہے وہی چیز کوئی وہابی کرے تو کس طرح عین توحید بن جاتی ہے۔ ذرا چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

روزنامہ ''نوائے پاکستان'' کے شمارہ ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء میں ہے کہ:

وہابی سعودی شہزادہ ولی عہد شاہ فیصل جب ہندوستان آیا تو اُس نے گاندھی جی کی سمادھی پر پھول چڑھائے۔

جی ہاں! یہ وہی وہابی حکمراں ہے جس نے سعودی عرب کو ترقی پذیر ملک بنانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۲۹ / اکتوبر ۱۹۶۴ء کو شاہ سعود کے معزول کردئے جانے کے بعد شاہ فیصل کو سعودی عرب کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔

شاہ فیصل نے سعودی عرب کی ترقی کے لئے بہت سے نمایاں کارنامے انجام دئے، اس کے ساتھ ساتھ صحابہ وشہداء کے مقابر و آثار اور متبرک مقامات جو وہابی عقیدے کے مطابق شرک کے اڈے تھے، انہیں زمیں بوس کرکے اُن کے نام ونشان تک مٹادئے۔

مشہور ادیب وصحافی شورش کاشمیری جن کا تعلق دیوبندی مکتبۂ فکر سے تھا، شاہ فیصل

کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سعودی حکومت نے عہد رسالت کے آثارِ صحابہ کے مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دئیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈھ کر محفوظ کرنی چاہیئے تھیں وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر محو کر دی گئیں۔ کہیں کوئی قبرستان نہیں، لوگ کہتے ہیں اور ہم مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک اُن آثار ونقوش اور مظاہر ومقابر کا باقی رکھنا بدعت ہے، عقیدۂ توحید کے منافی ہے، سنت رسول کے خلاف ہے۔'' (شب جائے کہ من بودم، ص ۲۳)

انبیاء وصالحین کی قبروں کو اصنام (بت) کہہ کر اُن کی تعظیم کو شرک کہنے والے توحید کے ٹھیکیداروں کا حال یہ تھا کہ شاہ فیصل کی تصویر سعودی عرب میں جگہ جگہ لٹکتی نظر آتی تھی۔ تب اُن نام نہاد توحید کے علم برداروں کو شرک یا وسیلۂ شرک نظر نہیں آتا تھا۔ انہیں صحابہ وشہداء کرام کے آثار ومقابر ہی میں شرک دکھائی دیتا تھا۔

شورش کاشمیری نے لکھا ہے:

''شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں، انہیں حکومت نے خود مہیا کیا ہے، ائیر پورٹ پر اترتے ہی شاہ فیصل کی تصویر پر نظر پڑتی ہے، قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں اُن تصویروں کی بہتات ہے لیکن اُس میں کوئی بدعت نہیں۔ بدعت اسلاف کی یادیں بنانے اور باقی رکھنے میں ہے۔'' (مصدر سابق)

☆ وہابی مذہب میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے۔ لیکن واقعہ مشہور ہے: قاہرہ کے ایک کلب میں جو مصریوں کے لئے مخصوص تھا، ایک سعودی شہزادہ شراب کے نشے میں مدہوش داخل ہوا اور چلا چلا کر کہنے لگا: اے سور کے بچو! تم شاہی خاندان کے ایک فرد کے سامنے کھڑے ہو کر تعظیم کیوں نہیں بجا لاتے۔ (روز نامہ کوہستان لاہور، یکم فروری ۱۹۵۶ء، بحوالہ تاریخی حقائق، ص ۸۶، تاریخ نجد وحجاز: عبد القیوم قادری)

☆ وہابی توحید کا ایک نمونہ اور ملاحظہ کرتے چلئے، جو تاریخ کے سینے میں آج بھی محفوظ ہے۔

روز نامہ نوائے وقت لاہور نے یہ رپوٹ شائع کی تھی:

''واشنگٹن یکم فروری: آج صبح شاہ سعود پوٹو مک دریا عبور کر کے ارلکٹن قبرستان گئے اور

گمنام سپاہی (امریکی سپاہی) کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (روز نامہ نوائے وقت لاہور، ۲ فروری ۱۹۵۷ء، بحوالہ تاریخی حقائق، ص ۴۱)

اسی روز نامہ کے ۲ فروری کی رپوٹ میں یہ بھی ہے:

''سعودی عرب کے وزیر دفاع امیر فہد بن سعود (ولی عہد) شاہ سعود کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں، کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی۔ بارش کے باوجود انہوں نے پیدل باغ کی سیر کی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (مصدر سابق)

قارئین! ذرا انصاف سے فیصلہ کریں کہ کوئی مسلمان کسی نبی، صحابی، ولی کے مزار کی تعظیم کرتے ہوئے اس پر پھول چڑھائے تو وہابی شریعت کی توحید میں زلزلہ آجاتا ہے، لیکن کوئی وہابی کسی کافر و مشرک کی سمادھی پر پھول چڑھائے تو یہ عین توحید کیوں بن جاتی ہے؟

کیا یہ دورنگی فکر اس بات کی طرف غمازی نہیں کرتی کہ اگر کوئی کلمہ گو مسلمان وہابی ہو جائے تو توحید کے سات خون بہا دینے کے بعد بھی وہابیوں کے یہاں وہ پکا موحّد ہی رہے گا۔

☆ ستمبر ۱۹۲۵ء میں جب پنڈت جواہر لال نہرو سعودی حکومت کی دعوت پر سعودی عرب گئے تو وہابی توحید کے علمبرداروں نے ''مرحبا رسول السلام'' کے پرجوش نعروں سے اُن کا استقبال کیا (تاریخ نجد و حجاز، ص ۴) تب وہابیوں کے عقیدۂ توحید کو کوئی چوٹ نہیں پہنچی۔ لیکن مسلمان اگر جذبۂ محبت میں اپنے رسول کے لئے لبیك یا رسول اللّٰہ کا نعرہ لگائے تو وہابی توحید فوراً ادرِ دشکم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

وہابیت کے تعارف سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا وہ صرف ہوائی باتیں نہیں ہیں بلکہ اُس پر مستند حوالے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اب آیئے اس کڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بانی وہابیت کی حیات و سیرت کا بھی ایک مختصر تاریخی جائزہ لیتے ہیں۔

بانی وہابیت؟

بانی وہابیت محمد بن عبدالوہاب نجدی [ولادت: ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء، وفات: ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء] کی حیات وسیرت کے حوالے سے ہم یہاں پر انہیں حقائق کو ذکر کریں گے جو خود وہابی مصنفین اور بانی وہابیت کے معاصرین نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں، تاکہ تاریخی حقائق کی واقعیت کی استنادی حیثیت زیادہ مضبوط ہو۔

تمام وہابی مورّخین اور ابنِ عبدالوہاب نجدی کے معاصر وہابی سوانح نگار اِس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سرزمین عرب میں نجد کے ایک مقام عیینہ میں بارہویں صدی ہجری/ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں پیدا ہوا۔

وہابی مورّخین کے مطابق جب محمد بن عبدالوہاب نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو اُسے ہر چہار جانب شرک وبدعت کی ظلمتیں نظر آئیں۔ اس کی نظر میں اسلامی ممالک شرک میں ڈوب چکے تھے۔ حتیٰ کہ جزیرۃ العرب سے بھی توحید کا نام مٹ چکا تھا۔ مسلمان، انبیاء و صحابہ اور شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانے اور وہاں پر اُن کے وسیلے سے اللہ سے دعائیں کرنے کی وجہ سے مشرک ہو رہے تھے۔ ایسے کفر وشرک کے ماحول میں محمد بن عبدالوہاب نجدی سچّا موحّد بن کر دنیا میں نمودار ہوا۔ تمام وہابی مورّخین نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شخصیت میں یہی رنگ بھرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ بانی وہابیت پورے جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کو مشرک سمجھتا تھا، اس کے ثبوت میں وہابی مورّخ شیخ ابن غنّام کی کتاب تاریخ ابن غنّام سے چند اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ ابن غنّام کی کتاب ”**روضۃ الافکار والافہام لمرتاد حال الامام و تعداد غزوات ذوی الاسلام**“ المعروف ”تاریخ ابن غنّام“ وہابیوں کے یہاں سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب کا مولّف حسین بن ابوبکر غنّام بھی وطناً نجدی نسباً تمیمی اور مسلکاً وہابی تھا۔ اُس کو بلاواسطہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے حظِّ تلمّذ بھی حاصل تھا۔ شیخ کی محبت سے ایک عرصہ تک فیضیاب ہونے کا موقع بھی پایا تھا۔

اگر چہ ابنِ غنّام شروع میں مذہبًا مالکی تھا لیکن شیخ نجدی کا ایسا جادو چلا کہ عقل و مذہب سب کچھ شیخ کی محبت میں قربان کر دیا۔ اُسے شیخ نجدی کے دو پوتوں کا استاذ بننے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اُسی ''لیلائے نجد'' کی کتاب سے چند اقتباسات حاضر ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

اپنے شیخ کا قول نقل کرتے ہوئے ابنِ غنّام لکھتا ہے:

وَ كَانَ نَاسٌ مِنْ مُشْرِكِي الْبَصْرَةِ يَاتُوْنَ اِلَيَّ بِشُبُهَاتٍ يُلْقُوْنَهَا عَلَيَّ فَاقُوْلُ وَ هُمْ قُعُوْدٌ لَدَيَّ لَا تَصْلُحُ الْعِبَادَةُ اِلَّا لِلّٰهِ فَيَبْهُتُ كُلٌّ مِّنْهُمْ۔

ترجمہ: بصرہ کے کچھ مشرکین میرے پاس آتے اور اپنے شبہات پیش کرتے تھے۔ میں اُن سے کہتا تھا: عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ یہ سن کر ہر ایک حیرت زدہ رہ جاتا تھا۔
(تاریخ ابن غنّام، ج۱،ص۳۱۲)

تاریخ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی اِس سے بڑی مثال کیا ہوگی؟ اسلامی تاریخ سے جس کو بھی واقفیت ہے وہ جانتا ہے کہ جس زمانے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی وہابی تحریک کی بنیاد ڈالنے میں مصروف تھا، بصرہ میں اسلامی سلطنت تھی۔ وہاں مشرکین نہیں تھے۔ لیکن شیخ نجدی یہ کہتا تھا کہ میرے پاس بصرہ کے مشرکین آتے تھے اور اپنے شبہات پیش کرتے تھے۔ بات دراصل یہ تھی کہ جن دلائل کی بنیاد پر شیخ نجدی مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتا تھا، انہیں سن کر لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ یہ کیسا نرالا توحید پرست ہے جس کی توحید کے مطابق قرنِ اوّل سے لے کر آج تک کے تمام مسلمان مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں!

ایک بار شیخ نجدی نے ایک شخص سے کہا کہ اولیاء اور صالحین کی محبت فقط یہی ہے کہ اُن کے طریقے پر چلا جائے، اُن کے نقش قدم کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔ ان کی قبروں کی زیارت کرنا، اُن کو دعاؤں میں وسیلہ بنانا، وہاں حصول برکت کے ارادے سے جانا شرک ہے۔ شیخ نجدی نے جب یہ کہا تو اُس شخص کو شیخ نجدی کی بات پر سخت تعجب ہوا اور اُس نے کہا: محمد اگر یہ بات صحیح ہے پھر تو کسی زمانے کے مسلمان، مسلمان نہیں رہیں گے۔

ابنِ غنّام لکھتا ہے:

وَ قَدْ وَقَعَ ذَالِكَ بِمَجْلِسِهٖ مَرَّةً فَابْدٰى لِلْقَائِلِ نَهْيَهٗ وَ زَجْرَهٗ وَ اَظْهَرَ

عَلَیْهِ اِغْلَاظَهٗ وَ نُکُرَهٗ فَتَغَیَّرَ وَجْهُ الْقَائِلِ وَ جَالَ وَ اسْتَغْرَبَ ذَالِکَ الْمَقَالَ وَ قَالَ: اِنْ کَانَ مَا یَقُوْلُهٗ حَقًّا هٰذَا الْاِنْسَانُ فَالنَّاسُ لَیْسُوْا عَلٰی شَیْءٍ مِنْ زَمَانٍ۔

ترجمہ: ایک بار شیخ (ابن عبدالوہاب) کی مجلس میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ شیخ نے قائل (اولیاء وصالحین کی شفاعت کے قائل) کو اِس عقیدے سے سختی کے ساتھ منع کیا تو قائل کا چہرہ بدل گیا۔ وہ طیش میں آ گیا۔ اُس نے شیخ کی بات کو عجیب وغریب سمجھا اور کہا: اگر اِس انسان کی بات حق ہے پھر تو ایک زمانے سے لوگوں میں اسلام کچھ بھی باقی نہیں۔ (مصدر سابق)

ابنِ غنّام نے اپنی کتاب میں بار بار وہابی تحریک کو دعوتِ توحید، سلفی دعوت اور ابن عبدالوہاب نجدی کو امام اور امام الموحّدین لکھا ہے اور جن اسلامی شہروں بالخصوص حرمین طیبین، طائف اور کربلا وغیرہ میں وہابی لشکروں نے دہشت گردانہ حملے کئے تھے انہیں غزوات (اسلامی جہاد) کا نام دیا ہے اور مسلمانوں کے جو اموال لوٹے گئے تھے انہیں مال غنیمت قرار دیا ہے۔

ابن غنام نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں یہ لکھا ہے:

کَانَ غَالِبُ النَّاسِ فِیْ زَمَانِهٖ (اَیْ زَمَانِ الشَّیْخِ مُحَمَّدٍ) مُتَضَمِّخِیْنَ بِالْاَرْجَاسِ مُتَلَطِّخِیْنَ بِوَضَرِ الْاَنْجَاسِ حَتّٰی انْهَمَکُوْا فِی الشِّرْکِ بَعْدَ حُلُوْلِ السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ بِالْاَرْمَاسِ. فَعَمَدُوْا اِلَی عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَالصَّالِحِیْنَ وَ خَلَعُوْا رِبْقَةَ التَّوْحِیْدِ وَالدِّیْنِ۔

ترجمہ: شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے زمانے میں اکثر لوگ (شرک و بدعت کی) ناپاکیوں میں لت پت ہو چکے تھے اور نجاستوں کے میل کچیل میں اٹے ہوئے تھے۔ سنت مطہرہ مٹی میں دفن ہو چکی تھی۔ مسلمان، بتوں اور صالحین کی عبادت کرتے تھے اور توحید و دین اسلام کے پٹکے کو انھوں نے گلوں سے اتار پھینکا تھا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک وہ تمام مسلمان مشرک وکافر ہیں جو وہابی عقائد ونظریات کو ماننے والے نہیں ہیں۔

اس سے لازمی طور پر ہر ذی شعور شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہابی مذہب کے مطابق وہابیوں کے سوا دنیا کے تمام مسلمانوں سے قتال اسلامی جہاد ہے اور اس سے حاصل ہونے

والا مال، مالِ غنیمت ہے۔

وہابیت کی مذہبی انتہا پسندی وتعصب کا حقیقی جائزہ پیش کرتے ہوئے مشہور متعصب مستشرق ایم۔اے۔آر گِب نے یہ لکھا ہے:

Thus early Islam rejected the doctrine of religious fanaticism. At a later day in the eighteenth and early nineteenth we shall find the same lesson enforced on the wahabbi of Arabia. (Mohamadanism, P:82, by: H.A.R GIBB, Oxford University London, 1936)

ترجمہ: اسلام نے اوّل دن ہی مذہبی عقیدے کے معاملے میں تعصب کو مسترد کر دیا ہے، لیکن اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ہم کو بعینہٖ تعصب کا وہی درس سعودی عربیہ میں وہابی مکتبۂ فکر میں نظر آیا ہے۔

تاریخی حقائق اگر گِب کی بات کے خلاف ہوتے تو اُسے یہ کہہ کر مسترد کیا جا سکتا تھا کہ یہ ایک مستشرق (عیسائی) کا قول ہے، لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی مذہبی تعصب کی آخری منزل پہ پہنچ کر تمام غیر وہابی مسلمانوں کو مشرک وکافر کہتا تھا اور اُن کی جان ومال کو مباح سمجھتا تھا۔ لہٰذا وہابی مذہب کے مذہبی تعصب کی بابت گِب کا قول مردود نہیں ہے۔

وہابیت اور بانی وہابیت کے متعلق دوسری کتاب شیخ عثمان بن عبداللہ بن بشر نجدی کی ہے جس کا نام ہے: عنوان المجد فی تاریخ نجد۔ یہ کتاب عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبداللہ آل الشیخ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ چوتھی بار ریاض سعودیہ عربیہ سے ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے مصنف اور محشی ومحقق دونوں وہابی ہیں۔ کتاب مذکور سے بھی کچھ اقتباسات یہاں پر نقل کئے جا رہے ہیں تا کہ وہابیت وبانی وہابیت کے تعلق سے ذکر کردہ تاریخی مواد کو مزید سندِ اعتبار حاصل ہو جائے۔

کتاب مذکور کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے: وَ حَیۡثُ اِنَّ مُؤَلِّفَ ھٰذَا التَّارِیۡخِ اَلشَّیۡخ عُثۡمَانَ بۡنَ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ بِشۡرٍ مُعَاصِرُ لِاَکۡثَرِ مَا یَذۡکُرُہٗ فِیۡ ھٰذَا الۡکِتَابِ بِسُنَنِ

اَلْحَوَادِثِ وَالْوَقَائِعِ التَّارِیْخِیَّةِ۔

ترجمہ: اور یہ کتاب مستند اِس لئے بھی ہے کہ اِس کے مولف شیخ عثمان بن عبداللہ بن بشر نے جن واقعات اور تاریخی حقائق کو اِس میں ذکر کیا ہے اکثر اُن کے زمانے میں پیش آئے ہیں۔

کتابِ مذکور میں مولّف نے ''**الشیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ تعالیٰ**'' کے عنوان میں جو کچھ لکھا ہے اُس کا اردو میں خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اطمینان کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

''شیخ محمد بن عبدالوہاب نے مقام عُیَیْنَہ میں اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان کے پاس پرورش پائی۔ شیخ عبدالوہاب بن سلیمان، عبداللہ بن محمد بن حمد بن عبداللہ بن معمر کے زمانے میں عُیَیْنَہ کے قاضی تھے۔ شیخ نے اپنے والد سے فقہ پڑھی۔ شیخ رحمہ اللہ کم عمری ہی میں کثرت کے ساتھ کتب تفسیر، حدیث اور اصلِ اسلام کے بارے میں علماء کے کلام کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے اُن کے سینے کو توحید کی معرفت اور اس کی تحقیق کے لئے کھول دیا۔ (والد ماجد شیخ عبدالوہاب کے پاس علمِ دین حاصل کر کے بیٹے کا سینہ توحید سے روشن ہو گیا، لیکن باپ توحید کی حقیقت کو نہ پا سکا۔ یہ ہے وہابی تعصب! ۱۲ام)

اُس وقت نجد وغیرہ (بلاد اسلامیہ) میں شرک عام ہو چکا تھا۔ (سارے مسلمان مشرک ہو چکے تھے) اور درختوں، پتھروں اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا عقیدہ اکثر لوگوں میں راسخ ہو چکا تھا۔ (یہ سراسر دھوکہ اور تاریخی جھوٹ ہے، کیونکہ جزیرۃ العرب میں اُس وقت مسلمان درختوں اور پتھروں یا قبروں کی عبادت نہیں کر رہے تھے۔۱۲) اور لوگ اُن سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان کی نذر مانتے تھے۔ (حصول برکت کے لئے متبرک مقامات میں جانا اور وہاں دعائیں کرنا شرک نہیں، اس پر شرعی دلائل موجود ہیں۔ لیکن وہابی مولّف کا یہ کہنا سراسر تہمت و جھوٹ ہے کہ مسلمان درختوں، پتھروں اور قبروں وغیرہ کے لئے نذر مانتے تھے۔ صالحین کی قبروں میں جا کر اللہ سے دعائیں کرنا اور صالحین کے لئے ایصال ثواب کرنا ہرگز شرک نہیں۔ وہابی مولّف نے اِسے نذرِ غیر اللہ کہا یہ بھی تہمت ہے۔ ۱۲ام) اور جنوں سے پناہ چاہتے تھے اور اُن کے لئے نذر مانتے تھے۔ (وہابی مولّف کی یہ

بھی تہمت ہے۔ مسلمان جن وشیاطین سے ہرگز پناہ نہیں مانگتے، بلکہ جن وشیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔۱۲م) اور لوگ گھروں کے گوشوں میں جنوں کے لئے کھانا رکھتے تھے تاکہ جن خوش ہوکر بیماری کو دور کردیں اور انہیں نفع پہنچائیں۔(وہابی مولّف کی یہ بھی سراسر تہمت ہے۔ خصوصاً جزیرۃ العرب میں مسلمان ہرگز جنوں کے لئے گھروں میں کھانا نہیں رکھتے تھے اور نہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جن خوش ہوکر بیماری سے شفا دیں گے یا کچھ نفع پہنچائیں گے۔۱۲م)

اور غیر اللہ کی قسم کھاتے تھے۔ اسی طرح کے اور بھی شرک اکبر اور شرک اصغر کا ارتکاب کرتے تھے۔(جزیرۂ عرب میں اگرچہ لوگ گناہ، قتل اور ریا وغیرہ کی صورت میں گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوں لیکن اسلام کے مکمل ہوجانے کے بعد وہاں پر شرک اکبر یعنی بت پرستی اور غیر اللہ کی عبادت مجموعی اعتبار سے ہرگز نہیں ہوئی ہے۔ پورے عرب کو مشرک قرار دینا قول رسول کو جھٹلانا ہے۔۱۲م)

ایک بار شیخ محمد (ابن عبدالوہاب) حجرۂ نبوی کے پاس کھڑے تھے اور کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعا کررہے تھے اور استغاثہ کررہے تھے (یا رسول اللہ اغثنی کہہ رہے تھے) محمد حیات (سندھی) نے یہ دیکھا تو شیخ (ابن عبدالوہاب) کے پاس آئے اور بولے ''مَـا تَـقُـوْلُ'' آپ اِن لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ شیخ نے کہا: **اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيْهِ وَ بَاطِلٌ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ**۔(یہ لوگ جس حال میں ہیں وہ باعث ہلاکت ہے اور ان کا عمل باطل ہے)۔(عنوان المجد ۱/ ۳۷)

قارئین کرام دیکھا آپ نے شیخ نجدی کی جرأت! جس رسول کی بارگاہ کی حاضری کو قرآن نے قبولِ توبہ کا ذریعہ کہا ہے۔ جہاں پر صبح وشام ملائکہ حاضری دیتے ہیں۔ جہاں صحابہ، تابعین، صالحین اور ائمہ دین حاضر ہوکر دعا واستغفار کرتے تھے، اُسی مقدس بارگاہ کی حاضری کو شیخ نجدی ''باطل'' کہہ رہا ہے، باعث ہلاکت کہہ رہا ہے، اور جرأت بالائے جرأت یہ ہے کہ دلیل میں قرآن کی اُس آیت کو پیش کررہا ہے جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ سے پہلے جو آیت ہے وہ صاف اعلان کررہی ہے کہ اس آیت کے مصداق مشرکین ہیں۔ شیخ نجدی نے جو آیت پیش کی ہے وہ سورۃ الاعراف کی

آیت 139 ہے۔ اُس سے قبل آیت 138 یہ ہے: **وَ جَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔**

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کرا دیا۔ پھر وہ کچھ ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جو بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے بنی اسرائیل نے کہا: آپ ہمارے لئے بھی اِن کے معبودوں کی طرح ایک معبود بنا دیجئے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: تم جاہل قوم ہو۔ (اس کے بعد کی آیت کا ترجمہ یہ ہے) بے شک یہ لوگ جس حال میں ہیں (کہ بتوں کو پوجتے ہیں) وہ ان کی ہلاکت کا باعث ہے اور ان کا عمل باطل ہے۔

قومِ موسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کو بتوں کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشرکین کے بتوں کی طرح ایک بت مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب تھا کہ یہ لوگ جس حال میں ہیں اُن کے لئے باعث ہلاکت ہے اور ان کا عمل باطل ہے۔

وہاں پر بت اور بت پرست تھے اور یہاں پر روضۂ رسول تھا، مہبط انوارِ الٰہی اور مصدرِ رحمت الٰہی تھا اور دعا کرنے والے، یا رسول اللہ کی صدا بلند کرنے والے، فرزندانِ توحید تھے۔ رسول کا کلمہ پڑھنے والے اور رسول سے محبت کرنے والے تھے۔

لیکن ذرا شیخ نجدی کی بے باکی اور گستاخی دیکھئے، کس طرح سے مشرکین اور اُن کے بتوں کی مذمت میں نازل ہونے والی آیت کو روضۂ رسول پر اور روضہ کے پاس دعائیں کرنے والے مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔

قارئین! ذرا انصاف سے بتائیے کیا شیخ نجدی ایسے موقع پر مذکورہ آیت پڑھ کر یہ تاثر دینا نہیں چاہتا کہ روضۂ رسول شیخ نجدی کے نزدیک معاذ اللہ بُت اور وہاں پر دعا کرنے والے مسلمان مشرک ہیں؟ کیا اب بھی کوئی شک رہ جاتا ہے کہ دین میں جرأت و بے باکی اور گستاخی میں بانی وہابیت خوارج سے بھی کئی قدم آگے تھا؟

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے والد اپنے وقت کے بزرگ عالم دین، اسلاف کے پیروکار تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اُن کا بیٹا تشدد پسند اور ہٹ دھرم ہے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اُن

کا بیٹا جن باتوں کو شرک کہہ کر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتا ہے وہ باتیں شرک نہیں۔ چنانچہ شفقت پدری اور اپنی ضعیف العمری کا خیال رکھتے ہوئے اپنے بیٹے کو اُس کی شدت پسندی پر نرمی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے لیکن بیٹا اتنا بڑا موحّد تھا کہ اپنے باپ کے عقیدۂ توحید کو بھی کچا تصور کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر باپ کبھی فہمائش کی کوشش کرتے تو بیٹا گستاخی پر آمادہ ہوجاتا تھا۔

صاحب عون المجد لکھتا ہے:

فَانْتَقَلَ عَبْدُ الْوَهَّابِ بَعْدَهَا اِلٰی بَلَدِ حُرَيْمَلاء فَلَمَّا اَنَّ الشَّيْخَ مُحَمَّدًا وَصَلَ اِلٰی بَلَدِ حُرَيْمَلاء اَخَذَ يَقْرَأُ عَلَيْهِ وَ يُنْكِرُ مَا يَفْعَلُ الْجُهَّالُ مِنَ الْبِدَعِ وَالشِّرْكِ فِى الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ وَ كَثُرَ مِنْهُ الْاِنْكَارُ لِذَالِكَ لِجَمِيْعِ الْمَحْظُوْرَاتِ حَتّٰى وَقَعَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اَبِيْهِ كَلَامٌ وَ كَذَالِكَ وَقَعَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اُنَاسٍ فِى الْبَلَدِ فَاَقَامَ عَلٰى ذَالِكَ مُدَّةَ سِنِيْنَ حَتّٰى تُوُفِّيَ اَبُوْهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ فِیْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَ خَمْسِيْنَ وَ مِاَةٍ وَّ اَلْفٍ ثُمَّ اَعْلَنَ بِالدَّعْوَةِ وَالْاِنْكَارِ وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ: پھر اس کے بعد عبدالوہاب (بانی وہابیت کے والد) شہر حریملاء منتقل ہو گئے۔ جب شیخ محمد بن عبدالوہاب حریملاء پہنچے تو اپنے والد سے پڑھنا شروع کیا اور جاہلوں کے شرکت و بدعت والے اقوال وافعال کا انکار کرنے لگے۔ شیخ کی طرف سے تمام ممنوعات کا انکار سخت ہوگیا یہاں تک کہ محمد بن عبدالوہاب اور اُن کے والد کے مابین بات بڑھ گئی۔ اسی طرح شہر کے کئی لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اسی حال میں حریملاء میں چندسال گزارے۔ دریں اثنا ۱۱۵۳ھ میں اُن کے والد کی وفات ہوگئی پھر شیخ نے کھلم کھلا اپنی دعوت کا اعلان کردیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اعلانیہ طور پر کرنے لگے۔ (مصدر سابق)

اقتباسِ مذکور سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ جس قول وعمل کو شیخ نجدی شرک کہتا تھا وہ شرک نہیں تھا۔ اگر شیخ نجدی شرک کو شرک کہتا اور اس پر انکار ظاہر کرتا تھا تو کیا وجہ تھی کہ شیخ کے والد بزرگوار جو ایک جیّد عالم دین تھے، شیخ کے انکار پر معترض ہوئے؟ کیا شیخ نجدی کے والد یہ چاہتے تھے کہ لوگ شرک میں مبتلا رہیں؟ یا وہ شرک کے معنی ومفہوم سے ناواقف

تھے؟ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ نجدی کے والد اچھی طرح یہ محسوس کر رہے تھے کہ جس طرح سے اُن کا بیٹا بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا رہا ہے اور امراء کو اقتدار کا لالچ دے کر ہم خیال بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ اِس تحریک کے جھنڈے کے نیچے نام نہاد توحید کے علمبردار جمع ہوں گے اور اسلامی ممالک پر جہاد کے نام پر دہشت گردانہ حملے کر کے لوگوں کی جان و مال کو مباح ٹھہرائیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا شیخ نجدی کے والد شیخ عبدالوہاب نجدی نے محسوس کیا تھا۔ اس کی تفصیلات کو ہم ان شاء اللہ اگلے صفحات میں ذکر کریں گے۔

شیخ نجدی کا عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی تکفیر کرنا مذہبی انتہا پسندی تھی جس کو شیخ علی طنطاوی متوفی ۱۳۳۵ھ بھی لکھنے پر مجبور ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَ يَظْهَرُ اَنَّ الشَّيْخَ كَانَ يَغْلُوْا فِى الْاِنْكَارِ عَلٰى فَاعِلِهَا حَتّٰى يَصِلَ اِلٰى تَكْفِيْرِهِمْ وَ تَطْبِيْقِ الْاٰيَاتِ الَّتِىْ نَزَلَتْ فِى الْمُشْرِكِيْنَ عَلَيْهَا ۔ (محمد بن عبدالوهاب، ص ١٦، ١٧)

ترجمہ: اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی غیر شرعی امور کے مرتکب مسلمانوں کے انکار میں بہت غلو کرتے تھے حتی کہ انہیں کافر کہتے تھے اور مشرکین کے بارے میں نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر منطبق کرتے تھے۔

شیخ نجدی نے والی جُبَیْلَہ عثمان کے غلبۂ اقتدار کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے قبّہ کو منہدم کیا۔ شیخ کے اِس ظلم کو سندِ جواز دیتے ہوئے وہابی مورّخ لکھتا ہے:

ثُمَّ اِنَّ الشَّيْخَ اَرَادَ اَنْ يَهْدِمَ قُبَّةَ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَتٰى عِنْدَ بَلَدِ الْجُبَيْلَةِ فَقَالَ لِعُثْمَانَ دَعْنَا لِهَدْمِ هٰذِهِ الْقُبَّةِ الَّتِىْ وُضِعَتْ عَلَى الْبَاطِلِ وَ ضَلَّ بِهَا النَّاسُ عَنِ الْهُدٰى فَقَالَ: دُوْنَكَهَا فَاهْدِمْهَا فَقَالَ الشَّيْخُ: اِنِّىْ اَخَافُ مِنْ اَهْلِ بَلْدَةِ الْجُبَيْلَةِ اَنْ يَّنْصُرُوْهَا وَ يَقَعُوْا بِنَا وَ لَا اَسْتَطِيْعُ هَدْمَهَا اِلَّا وَ اَنْتَ مَعِىْ فَسَارَ مَعَهٗ عُثْمَانُ بِنَحْوِ سِتِّ مِائَةِ رَجُلٍ فَاَرَادَ اَهْلُ الْجُبَيْلَةِ اَنْ يَّمْنَعُوْهُمْ مِنْ هَدْمِهَا فَلَمَّا رَأَوْا عُثْمَانَ وَ اَنَّهٗ قَدْ عَزَمَ عَلٰى حَرْبِهِمْ

اِنۡ لَّمۡ یَتۡرُکُوۡہُ یَھۡدِمُھَا کَفُّوۡا وَ خَلَّوۡا بَیۡنَھُمۡ وَ بَیۡنَھَا فَھَدَمَھَا الشَّیۡخُ بِیَدِہٖ۔

ترجمہ: پھر شیخ (محمد ابن عبدالوہاب) نے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبہ کو ڈھانے کا ارادہ کیا، شہر جبیلہ آ کر عثمان (امیر جبیلہ) سے کہا کہ ہمیں اُس قبہ کو گرانے کی اجازت دیجئے جس کی بنیاد باطل پر رکھی گئی ہے اور جس کے ذریعہ لوگ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں۔ عثمان نے کہا: جائے اسے ڈھا دیجئے۔ شیخ نے کہا: مجھے خوف ہے کہ اہلِ جبیلہ اُس کو بچانے کے لئے نکل پڑیں گے اور ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ میں اُس کو اسی وقت ڈھا سکوں گا جبکہ آپ ساتھ دیں۔ چنانچہ عثمان چھ سو آدمیوں کو لے کر قبہ کو ڈھانے کے لئے چلا۔ اہلِ جبیلہ نے روکنے کا ارادہ کیا لیکن جب عثمان کو لشکر کے ساتھ دیکھا تو سمجھ لیا کہ اگر ڈھانے نہیں دیا گیا تو اُن کے ساتھ جنگ ہو گی، لہٰذا اہل جبیلہ راستے سے ہٹ گئے اور شیخ نے اپنے ہاتھوں سے قبہ کو گرایا۔

اگر کسی صحابی رسول کی قبر پر گنبد بنانا وہابی شریعت میں شرک ہے تو بانی وہابیت کو اُسے گرانا ہی چاہیئے تھا، ورنہ اُس کی توحید خطرے میں پڑ جاتی۔ لیکن یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ کسی کافر و مشرک کی سمادھی پر کوئی وہابی سعودی حکمراں پھول مالا چڑھائے تب وہابی شریعت کی توحید میں ذرا بھی آنچ نہیں آتی لیکن کسی صحابیِ رسول کی قبر مبارک کی عظمت کے اظہار کے لئے اُس پر قبہ بنایا جائے تو وہابی توحید کا پورا وجود لرز اٹھتا ہے۔ کیا اسی کا نام خالص توحید ہے، جس کو برپا کرنے کے لئے شیخ نجدی نے ''الموحدون'' نام کا دہشت گرد گروہ تیار کیا تھا؟

۱۱۵۷ھ/۴۴ ۱۷ء میں حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے قبہ کو منہدم کرنے کے بعد شیخ نجدی کے پاس ایک عورت آئی۔ اُس نے زنا کا اقرار کیا۔ متعدد بار اقرار کیا۔ شیخ نے جانچا تو اس کی عقل صحیح سالم تھی۔ لہٰذا شیخ نے اُسے سنگسار کروایا۔ حالانکہ شیخ نجدی نہ بادشاہِ اسلام تھا نہ بادشاہ اسلام کا نائب۔ جب شیخ نجدی کے تشدد کا قصہ عام ہونے لگا اور اس کی خبر رئیس ''احساء'' سلیمان بن محمد کو پہنچی کہ شہر عیینہ میں ایک عالم ہے جو ایسا ایسا کرتا ہے اور ایسا ایسا کہتا ہے (مسلمانوں کو مشرک کہتا ہے اور آثار صحابہ کو منہدم کرتا ہے) تو سلیمان بن محمد نے والی عیینہ عثمان کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ اگر تم نے اُس عالم (شیخ نجدی) کو قتل نہیں کیا یا شہر سے باہر نہیں نکالا تو ''احساء'' سے جو کچھ خراج تمہارے یہاں جاتا

ہے وہ روک دیا جائے گا۔ یہ خراج کافی زیادہ ہوتا تھا لہٰذا عثمان نے مالی نقصان کے خطرے سے بچنے کے لئے شیخ نجدی کو خط لکھ کر صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ شیخ نے اُسے خوب نصیحت کی کہ اللہ اور رسول کے دین کو قائم کرنے کے لئے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے اور آخر میں غلبہ رحمٰن کے دوستوں کو ملتا ہے۔ عثمان کو حیا آئی اور خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن جب سلیمان کی طرف سے دوبارہ دھمکی آمیز خط آیا تو عثمان نے شیخ نجدی کو دوبارہ پیغام بھیجا کہ سلیمان نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو قتل کروں۔ میں سلیمان کو ناراض نہیں کر سکتا۔ میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس سے لڑنے کی بھی طاقت نہیں پاتا اور میں آپ کو اپنے شہر میں تکلیف دینا بھی نہیں چاہتا لہٰذا آپ اپنی عزت اور جان بچانے کے لئے ہمارے شہر سے باہر تشریف لے جائیں۔

شیخ نجدی کو جب شہر عیینہ سے نکال دیا گیا تو مقام درعیہ میں آ کر پناہ لی۔ وہابیوں کے نزدیک شیخ کی یہ ہجرت تھی اور اس طرح کی شیخ کو کئی ہجرتیں کرنی پڑی تھیں۔ وہابی مورّخین نے اس کو ہجرت ہی کا نام دیا ہے اور مختلف جگہوں سے شیخ کے پاس آنے والے شیخ کے حامیوں کو ''مہاجرین'' اور مقام درعیہ کے وہ لوگ جنہوں نے شیخ کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی تھی انہیں ''انصار'' کا نام دیا ہے۔ ثبوت کے لئے عثمان بن عبداللہ بن بشر کی کتاب عنوان المجد اور ابنِ غنّام کی کتاب تاریخ غنّام کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

مقامِ درعیہ پہنچ کر شیخ نجدی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سویلم اور اُس کے چچا زاد بھائی احمد بن سویلم کے یہاں روپوش رہا اور خفیہ طریقے سے وہابیت کی تبلیغ شروع کی۔ لوگوں کو جس توحید کی تبلیغ کرتا تھا لوگ اُس سے حیرت زدہ اور مضطرب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے چاہا کہ والی درعیہ محمد بن سعود کو صورتِ حال سے آگاہ کریں لیکن اُن کو ہمت نہ ہوئی۔ محمد بن سعود کی بیوی اور اس کے بھائی ثنیان ضریر اور مشاری کو خبر دی گئی اور شیخ کی خوبیاں بیان کی گئیں تو اُن کے دلوں میں شیخ کی محبت جم گئی۔ محمد بن سعود کے دربار میں شیخ نجدی کا شاید اثر و رسوخ قائم نہ ہوا ہوتا لیکن شیخ کا جادو محمد بن سعود کی بیوی پر چل گیا اور اُس نے اپنے شوہر کو شیخ کے لئے رام کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ یوں والی درعیہ کو بھی استعماری منصوبے کی تکمیل کا آلۂ کار بنا لیا گیا تھا۔

صاحب عون المجد لکھتے ہیں:

فَلَمَّا دَخَلَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعُوْدٍ عَلٰی زَوْجَتِهٖ اَخْبَرَتْهُ بِمَكَانِ الشَّيْخِ وَ قَالَتْ لَهٗ: اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْکَ وَ هُوَ غَنِيْمَةٌ فَاغْتَنِمْ مَا خَصَّکَ اللّٰهُ بِهٖ فَقَبِلَ قَوْلَهَا ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ اَخُوْهُ ثُنَيَانُ وَ اَخُوْهُ مُشَارِیُ وَ اَشَارُوْا عَلَيْهِ بِمُسَاعَدَتِهٖ وَ نُصْرَتِهٖ فَقَذَفَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِ مُحَمَّدٍ مَحَبَّةَ الشَّيْخِ وَ مَحَبَّةَ مَا دَعٰی اِلَيْهِ۔

ترجمہ: جب محمد بن سعود اپنی بیوی کے پاس آیا تو بیوی نے شیخ نجدی کے بارے میں بتایا کہ اس آدمی کو اللہ نے تمہارے لئے غنیمت بنا کر بھیجا ہے تو اللہ نے جو غنیمت دی ہے اُسے قبول کرلو۔ محمد بن سعود نے بیوی کی بات مان لی۔ اس کے بعد محمد بن سعود کا بھائی ثنیان اور اس کا بھائی مشاری آئے اور سب نے محمد بن سعود کو شیخ نجدی کی تائید اور نصرت کا مشورہ دیا تو اللہ نے محمد بن سعود کے دل میں شیخ اور ان کی دعوت کی محبت ڈال دی۔

اُس کے بعد استعماری منصوبے کو پورا کرنے کے لئے جو ڈرامہ ہوا اس کا اندازہ خود وہابی مورّخ کی تحریر سے لگائیے۔

وہابی مورّخ عثمان بن بشر نے یہ لکھا ہے کہ محمد بن سعود شیخ سے ملاقات کے لئے ابن سویلم کے گھر پہنچا اور اُس سے کہا: آپ کو بشارت ہو۔ جس شہر میں آپ تشریف لائے ہیں وہ آپ کے آبائی شہر سے بہتر ہے۔ آپ کو وہاں سے زیادہ عزت اور شوکت ملے گی۔ شیخ نے بھی محمد بن سعود کو بشارت سنائی کہ آپ کو بھی عزت، غلبہ اور فتح مبین کی خوش خبری سناتا ہوں۔ پھر شیخ نجدی نے محمد بن سعود سے کہا: **وَ اَنْتَ تَرٰی نَجْدًا كُلَّهَا وَ اَقْطَارَهَا اَطْبَقَتْ عَلَى الشِّرْکِ وَالْجَهْلِ وَالْفُرْقَةِ وَالْاِخْتِلَافِ وَالْقِتَالِ لِبَعْضِهِمْ بَعْضًا فَارْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ اِمَامًا يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَ ذُرِّيَّتُکَ مِنْ بَعْدُ۔** ترجمہ: آپ دیکھ رہے ہیں، پورے نجد اور اس کے اطراف میں شرک عام ہوگیا ہے، جہالت، فرقہ بندی، اختلاف اور باہمی قتل وقتال کا غلبہ ہو چکا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ باتفاقِ مسلمین امام بنیں گے اور آپ کے بعد آپ کا خاندان بنے گا۔

جب محمد بن سعود کو شیخ کی باتوں سے اطمینان قلب حاصل ہوگیا تو اُس نے شیخ سے

بیعت کرنے کو کہا۔ شیخ نے محمد بن سعود کی بیعت کی کہ خون کے بدلے میں خون ہوگا، عمارتوں کو ڈھانے کے مقابلہ میں عمارتوں کا ڈھانا ہوگا۔ اور یہ کہ شیخ، محمد بن سعود سے اعراض نہیں کریں گے۔ محمد بن سعود نے شیخ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ اہلِ درعیہ سے جو خراج اُسے ملتا ہے اُس میں شیخ کو تصرف کا حق نہ ہوگا۔ شیخ نے اِس امید پر رضا مندی ظاہر کر دی کہ بعد میں اللہ جو کچھ بطورِ غنیمت عطا کرے گا وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔

اس کے بعد مولّف لکھتا ہے: **فَكَانَ الْاَمْرُ كَذَالِکَ وَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِيْ اَسْرِعِ مَا يَكُوْنُ فَامْتَلَأَتِ الْبَلَدُ فِي السَّنَةِ السَّابِعَةِ وَالْخَمْسِيْنَ بَعْدَ الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ وَ هَاجَرَ اِلَى الشَّيْخِ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْهُ فِي الْعُيَيْنَةِ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ رُؤَسَاءُ الْمُعَامَرَةِ مُعَاكِسِيْنَ لِعُثْمَانَ بْنِ مَعْمَرٍ فَتَزَايَدَ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ بَلَدٍ لَمَّا عَلِمُوْا اِسْتِقْرَارَهُ فِيْ دَارِ مَنَعَةٍ۔**

ترجمہ: چنانچہ معاملہ ویسا ہی ہوا۔ اللہ نے جلد ہی اہل درعیہ کو وسعت عطا کی اور ۱۱۵۷ھ میں پورا شہر شیخ کے حامیوں سے بھر گیا۔ جن لوگوں نے عیینہ میں شیخ کی بیعت کی تھی ان میں حکومت کے رؤساء بھی تھے۔ سب عثمان بن معمر کو چھوڑ کر شیخ کے پاس ہجرت کر کے آ گئے اور ہر شہر سے شیخ کے پاس آنے والے ''مہاجرین'' کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ شیخ جس شہر میں مقیم ہے اُس میں ایک بڑا لشکر تیار ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! ذرا وہابی مورّخ کے کلام کا تیور ملاحظہ کیجئے۔ وہ شیخ نجدی کی تحریک اور شیخ کی شخصیت کا ایسا نقشہ کھینچ رہا ہے جیسے عرب کے کفرستان میں رسول برحق صلی اللہ علیہ و سلم نے علم توحید کو بلند کیا تھا تو مشرکین عرب آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ آپ پر مکہ کی گلیاں تنگ کر دی گئی تھیں، لہٰذا آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تھے اور توحید کے پرستاروں نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور مدینہ دارالھجرۃ بن گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی نے عرب کے کفرستان میں توحید کا اعلان کیا تو لوگ اُس کے جانی دشمن ہو گئے اور مجبوراً اسے آبائی وطن عیینہ کو خیر باد کہہ کر درعیہ کی جانب ہجرت کرنی پڑی اور درعیہ دارالھجرۃ بن گیا۔

چنانچہ وہابی مورّخ نے یہ لکھا ہے: **وَ اَنَّ الدَّرْعِیَّةَ صَارَتْ دَارَ هِجْرَةٍ لِمَنْ شَرِحَ صَدْرُهٗ لِذَالِکَ** ۔اور درعیہ دارِ ہجرت بن گیا اُن لوگوں کے لئے جن کا سینہ وہابی توحید کے لئے روشن ہو گیا تھا۔

ماحصل یہ ہے کہ شیخ نے مقامِ درعیہ میں والی درعیہ محمد بن سعود کی مدد سے لوگوں کے افکار میں وہابیت کے روپ میں خارجیت کے جراثیم پیدا کر دئے اور خارجیوں کی طرح مسلمانوں سے جنگ وقتال کر کے اُن کے اموال کو لوٹنے اور شہروں پر اقتدار وتسلط جمانے کے لئے ایک مضبوط عسکری طاقت بنانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ پھر بلاد اسلامیہ پر دہشت گردانہ حملے، لوٹ پاٹ اور ظلم وستم کی ایک طویل کہانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

وہابی مورّخ صاحبِ عون المجد کے مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حکم پر سب سے پہلا دہشت گردانہ حملہ عرب کے بعض دیہاتوں پر ہوا تھا۔ اِس حملے کو وہابی مورّخ نے ''اول الجہاد'' کا عنوان دیا ہے۔

وہابی مورّخین نے بزعم خویش جن دہشت گردانہ حملوں کو جہاد یا غزوہ کا نام دیا ہے، ہم آئندہ صفحات میں اُن کو ''وہابی غزوات'' کے عنوان سے ذکر کریں گے، لیکن سر دست ''بانی وہابیت'' کی حیات وسیرت کی اگلی کڑی کو پیش کریں گے کہ جزیرۃ العرب سے خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کرنے کے لئے سامراجی طاقت نے محمد بن عبدالوہاب کو کس طرح اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ دولتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد جزیرۃ العرب میں وہابی حکومت کیوں کر قائم ہوئی تھی؟ اِن تفصیلات کا ایک تاریخی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

خلافتِ عثمانیہ کا زوال

یہاں خلافت عثمانیہ سے مراد ترکستانی امیر ارطغرل کے پہلے بیٹے عثمان خاں اول کی آل کی حکومت ہے۔

۶۹۹ھ میں آخری سلجوقی سلطان علاء الدین ثانی کی وفات کے بعد ترکستانی امیر ارطغرل نے مصر کی زمامِ حکومت سنبھالی۔ اُس کے بعد اُس کا پہلا بیٹا عثمان خاں اول کو

اقتدار ملا۔ اُسی کی آل کی حکومت کو دولت عثمانیہ یا خلافت عثمانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ ترکوں کی حکومت تھی۔ آل عثمان نے تقریباً ساڑھے چار سو سال تک حکومت کی۔ اس مدت میں اُس کے ۳۷ فرماں روا ہوئے۔ ترکوں کی حکومت نے شجاعت، اسلامی غیرت و حمیت اور عدل و انصاف کے جو کارنامے انجام دیئے تھے اس سے اسلام کے ابتدائی زمانوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ترکوں کی حکومت نے عالم اسلام بالخصوص جزیرۃ العرب کو وحدت کی لڑی میں پِرونے کی جو جد و جہد کی تھی اور خلافت اسلامیہ کے جھنڈے کے نیچے پورے عالم اسلام کو جمع کرنے کا جو عزم کیا تھا اُس سے سامراجی طاقتوں کو سخت خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ انگریزوں کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر خلافت عثمانیہ یوں ہی مستحکم ہوتی رہی تو برطانیہ کے نو آبادیاتی توسیعی پروگرام کا جنازہ نکل جائے گا، لہٰذا برطانیہ کی وزارتِ نو آبادیات نے یہ طے کیا کہ خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کر کے استعماری منصوبوں کو لاحق ہونے والے متوقع خطرات کو ٹالا جائے۔ برطانوی پروگرام کو کامیاب کرنے کے لئے متعدد بلاد اسلامیہ، مصر، عراق اور بصرہ وغیرہ میں انگریزی جاسوس بھیجے گئے تا کہ ہر اسلامی ملک کے سیاسی، معاشی، مذہبی عسکری حالات سے آگاہی حاصل کی جائے اور حکومت کے کمزور و حساس پہلوؤں کو استعمال میں لاکر اُسے کمزور کیا جاسکے۔

ہمفرے (HEMPHER) اُن ۹ر برطانوی جاسوسوں میں ایک تھا جو بڑے زیرک، بردبار اور حکومت برطانیہ کے وفادار تھے۔ انہوں نے خلافت عثمانیہ کو نیست و نابود کر کے جزیرۃ العرب میں وہابی حکومت کی داغ بیل ڈالنے میں سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمفرے کو اُن میں اوّل مقام حاصل تھا۔

ہمفرے (HEMPHER) نے خلافت عثمانیہ کو توڑنے کے لئے کیا کیا حربے اپنائے تھے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لئے کس طرح اپنا آلۂ کار بنایا تھا، اُس کی تفصیل جاننے کے لئے ''ہمفرے'' کی یادداشت کی ڈائری کا مطالعہ کیا جائے تو حقیقتِ حال کھل کر سامنے آتی ہے۔

انگریزی جاسوس ہمفرے کی جاسوسی کی تفصیلی رپورٹ اردو اور انگریزی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ اُس سے چند اقتباسات کو ہم یہاں نقل کریں گے تا کہ دولت عثمانیہ کے

زوال کے بعض اسباب کا اندازہ لگایا جاسکے۔

ہمفرے لکھتا ہے:

''مدتوں حکومت برطانیہ اپنی عظیم اور مستحکم نوآبادیوں کے بارے میں فکرمند رہی۔ اس کی سلطنت کے حدود نے کافی وسعت اختیار کی، لیکن ہندوستان، چین اور مشرق وسطی کے ممالک اور دیگر بے شمار نوآبادیوں کے ہوتے ہوئے بھی جزیرۂ برطانیہ بہت چھوٹا دکھائی دیتا تھا۔ حکومت برطانیہ کی سامراجی پالیسی (Imperialist Policy) بھی ہر ملک میں یکساں نوعیت کی نہیں ہے۔ بعض ممالک میں عنانِ حکومت ظاہراً وہاں کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے لیکن درپردہ پورا سامراجی نظام کارفرما ہے، اور اب اس میں کوئی کسر باقی نہیں ہے کہ وہ ممالک اپنی ظاہری آزادی کھوکر برطانیہ کی گود میں چلے آئیں۔ اب ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نوآبادیاتی نظام پر نظر ثانی کریں اور خاص طور سے دو باتوں پر لازمی توجہ دیں:
(۱) ایسی تدابیر اختیار کریں جو سلطنت انگلستان کی نوآبادیوں میں اس کے عمل دخل اور قبضے کو مستحکم کریں۔ (۲) ایسے پروگرام مرتب کریں جن سے اُن علاقوں پر ہمارا اثر ورسوخ قائم ہو جو ابھی ہمارے نوآبادیاتی نظام کا شکار نہیں ہوئے ہیں۔''

''انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مذکورہ پروگراموں کو روبہ عمل لانے کے لئے اِس بات کی ضرورت محسوس کی کہ وہ نوآبادیاتی یا نیم نوآبادیاتی علاقوں میں جاسوسی اور حصولِ اطلاعات کے لئے وفود روانہ کرے۔ میں نے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت میں ملازمت کے شروع ہی سے حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ خاص طور پر ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے امور کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں اچھی کارکردگی نے مجھے وزارت خزانہ میں ایک اچھے عہدے پر فائز کیا۔ یہ کمپنی بظاہر تجارتی نوعیت کی تھی مگر درحقیقت جاسوسی کا اڈہ تھا اور اس کے قیام کا مقصد ہندوستان میں اُن صورتوں یا اُن راستوں کی تلاش تھی جن کے ذریعہ اس سرزمین پر مکمل طور پر برطانیہ کا اثر ونفوذ قائم ہوسکے اور مشرق وسطیٰ پر اس کی گرفت مضبوط کی جاسکے۔''

ہمفرے اپنی یادداشت کے پارٹ نمبر ۲ میں یہ لکھتا ہے:

''۱۷۱۰ء میں انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مجھے مصر، عراق، ایران،

حجاز اور عثمانی حکومت کے مرکز استنبول (جو اس وقت قسطنطنیہ تھا) کی جاسوسی پر مامور کیا۔ مجھے اُن علاقوں میں وہ راہیں تلاش کرنی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم کر کے مسلم ممالک میں سامراجی نظام رائج کیا جا سکے۔ میرے ساتھ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے نو اور بہترین تجربہ کار جاسوس اسلامی ممالک میں اس کام پر مامور تھے اور بڑی تن دہی سے انگریز سامراجی نظام کے تسلط اور نوآبادیاتی علاقوں میں اپنے اثر و نفوذ کے استحکام کے لئے سرگرم عمل تھے''۔

برطانیہ سے چل کر ہمفرے سب سے پہلے استنبول پہنچا۔ وہاں پر بڑی ہوشیاری، مکاری اور حکمت سے شیخ احمد آفندی سے گہرے روابط پیدا کئے۔ وہاں پر پورے دو سال رہ کر عربی زبان، قرآن مع تجوید اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ اُس نے ترکی زبان اور فارسی بھی سیکھ لی تھی تاکہ اُس کے ایرانی الاصل یا عربی النسل ہونے میں کسی کو شبہ نہ ہو۔

ہمفرے اپنی سرگزشت میں لکھتا ہے:

''میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول کے لئے روانہ ہوا۔ میرے ذمہ اب دو اہم کام تھے۔ پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ میں نے لندن میں ترکی زبان کے کچھ الفاظ سیکھ لئے تھے۔ اُس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن، اُس کی تفسیر اور پھر فارسی سیکھنی تھی۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں ان زبانوں میں ایسی مہارت حاصل کروں کہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ کسی زبان کو ایک دو سال میں سیکھا جا سکتا ہے لیکن اس پر عبور حاصل کرنے کے لئے برسوں کا وقت درکار ہوتا ہے۔ میں اس بات پر مجبور تھا کہ اُن غیر ملکی زبانوں کو اس طرح سیکھوں کہ اُس کے قواعد و رموز کا کوئی نکتہ فروگذاشت نہ ہو اور کوئی میرے ترک یا ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔ کئی مہینے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دار الخلافہ پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے ''محمد'' نام تجویز کیا۔ شہر میں داخلہ کے فوراً بعد ہی میری ملاقات اہل سنن (اہل سنت) کے ایک بوڑھے پیشوا سے ہوئی۔ اس کا نام احمد آفندی تھا۔ وہ ایک برجستہ صاحب فضل اور نیک طینت عالم تھا۔ میں نے اپنے پادریوں میں ایسی بزرگ ہستی نہیں دیکھی تھی۔ وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتا تھا اور

بزرگی و برتری میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مانند تھا۔ وہ رسول خدا کو انسانیت کا مظہر کامل سمجھتا تھا اور آپ کی سنت کو اپنی زندگی کا مطمحِ نظر بنائے ہوئے تھا۔ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام آتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ شیخ کے ساتھ ملاقات میں میری ایک خوش نصیبی یہ بھی تھی کہ اس نے مجھ سے ایک دفعہ بھی میرے حسب ونسب اور خاندان کے بارے میں سوال نہیں کیا اور ہمیشہ مجھے محمد آفندی کہہ کر پکارتا تھا۔ جو کچھ بھی میں اس سے پوچھتا تھا بڑے وقار اور شرافت سے جواب دیتا تھا اور مجھے بہت چاہتا تھا۔ خاص طور سے جب اُسے معلوم ہوا کہ میں غریب الوطن ہوں اور اُس عثمانی سلطنت کے لئے کام کر رہا ہوں جو پیغمبر کی جانشین ہے، تو مجھ پر اور بھی مہربان ہو گیا (یہ جھوٹ تھا جو میں نے استنبول میں اپنے قیام کی توجیہ بیان کرتے ہوئے شیخ کے سامنے بولا تھا) اس کے علاوہ میں نے شیخ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں بن ماں باپ کا اکیلا جوان ہوں، میرے کوئی بہن بھائی نہیں۔ میں بالکل اکیلا ہوں لیکن میرے والدین نے ورثہ میں میرے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرآن اور ترکی اور عربی زبان سیکھنے کے لئے اسلام کے مرکز استنبول کا سفر کروں اور پھر دینی و معنوی سرمایہ کے حصول کے بعد مادی کاروبار میں پیسہ لگاؤں۔ شیخ احمد نے مجھے مبارک باد دی۔

میں نے شیخ سے کہا: "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے عربی زبان اور قرآن مجید سیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ شیخ نے میری ہمت افزائی کی اور میری خواہش کا استقبال کیا اور سورۂ حمد کو میرے لئے پہلا سبق قرار دیا اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ آیتوں کی تفسیر و تاویل پیش کی۔ میرے لئے بہت سے عربی الفاظ کے تلفظ دشوار تھے اور کبھی یہ دشواری بہت بڑھ جاتی تھی۔ وہ بار بار مجھ سے کہتا تھا کہ میں عربی عبارت اس طرح تمہیں نہیں سکھاؤں گا۔ تمہیں ہر مشکل لفظ کو دس مرتبہ تکرار کرنا ہوگا تا کہ الفاظ تمہارے ذہن نشین ہو جائیں۔ شیخ نے مجھے حروف کو ایک دوسرے سے ملانے کے طریقے سکھائے۔ مجھے قرآن کی تجوید و تفسیر سیکھنے میں دو سال کا عرصہ لگا۔ دو سال استنبول میں رہنے اور قرآن سمیت عربی اور ترکی زبانوں کو سیکھنے کے بعد میں نے شیخ سے وطن واپس جانے کی اجازت چاہی لیکن شیخ مجھے اجازت نہیں دیتا تھا اور کہتا تھا تم اتنی جلدی کیوں واپس جانا چاہتے ہو؟ یہ ایک بڑا شہر ہے،

یہاں تمہاری ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ بر بنائے مشیت الٰہی استنبول میں دین و دنیا دونوں دستیاب ہیں۔ بہر حال شیخ کو میرے وہاں رہنے پر بڑا اصرار تھا۔ مجھے بھی اس سے بہت دلچسپی تھی مگر اپنے وطن انگلستان کے بارے میں مجھ پر جو ذمہ داریاں عائد تھیں وہ میرے لئے سب سے زیادہ اہم تھیں اور مجھے لندن جانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ میرے لئے ضروری تھا کہ میں لندن جا کر نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کو اپنی دو سالہ کارگزاری کی مکمل رپورٹ پیش کروں اور وہاں سے نئے احکامات حاصل کروں۔''

''استنبول میں دو سال کی رہائش کے دوران مجھے عثمانی حکومت کے حالات پر ہر ماہ ایک رپورٹ لندن بھیجنی پڑتی تھی۔ میرے ساتھ میرے نو دیگر ساتھیوں کو بھی لندن واپس بلا لیا گیا تھا، مگر بد قسمتی سے اُن میں سے صرف پانچ واپس لوٹے تھے۔ باقی ماندہ چار افراد میں سے ایک مسلمان ہو چکا تھا اور وہیں مصر میں رہائش پذیر تھا۔ اِس واقعہ کو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سکریٹری نے مجھے بتایا لیکن وہ اس بات سے خوش تھا کہ شخص مذکور نے اُن کے راز کو افشا نہیں کیا تھا۔ دوسرا جاسوس روسی نژاد تھا، اور روس پہنچ کر اُس نے وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ سکریٹری اس کے بارے میں بڑا فکر مند تھا، اسے کھٹکا تھا کہ کہیں یہ روسی نژاد جاسوس جو اب اپنی سرزمین میں پہنچ چکا ہے ہمارے راز فاش نہ کر دے۔ تیسرا شخص بغداد کے قریب واقع مقام ''عمارہ'' میں ہیضہ سے ہلاک ہو گیا تھا اور چوتھے کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہ ہو سکی تھی۔ نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کو اس کے بارے میں اس وقت تک اطلاع رہی جب تک وہ یمن کے پایۂ تخت صفا میں رہتے ہوئے مسلسل ایک سال تک اپنی رپورٹس مذکورہ وزارت کو بھیجتا رہا، لیکن اس کے بعد جب کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی تو ہر چند کوشش کے باوجود نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کو اس کا کوئی نشان نہ مل سکا۔ حکومت ایک زبردست جاسوس کی گمشدگی کے نتائج سے اچھی طرح باخبر تھی۔ وہ ہر ملازم کے کام کی اہمیت کو بڑی باریکی کے ساتھ جانچتی تھی اور درحقیقت اس طرح کے ملازمین میں سے کسی ملازم کی گمشدگی اس سامراجی حکومت کے لئے تشویش ناک تھی جو اسلامی ممالک میں غدر مچانے اور انہیں زیر کرنے کی اسکیموں کی تیاری میں مصروف ہو۔

سکریٹری نے میری آخری رپورٹ کے اہم حصوں کے مطالعے کے بعد مجھے اُس

کانفرنس میں شرکت کی ہدایت کی جس میں لندن بلائے گئے پانچ جاسوسوں کی رپورٹیں سنی جانے والی تھیں۔ اُس کانفرنس میں جو وزیر خارجہ کی صدارت میں ہو رہی تھی نوآبادیاتی وزارت کے اعلیٰ عہدہ دار شرکت کر رہے تھے۔ میرے تمام ساتھیوں نے اپنی رپورٹوں کے اہم حصوں کو پڑھ کر سنایا۔ وزیر خارجہ، نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سکریٹری اور بعض حاضرین نے میری رپورٹ کو بڑا سراہا، تاہم میں اس محاسبہ میں تیسرے نمبر پر تھا۔ دو اور جاسوسوں نے مجھ سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا جن میں پہلا نمبر جی بلکوڈ (G. Belcoud) اور دوسرا ہنری فانس (Henry Fanse) کا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں نے ترکی، عربی، تجوید قرآن اور اسلامی شریعت میں سب سے زیادہ دسترس حاصل کی تھی لیکن عثمانی حکومت کے زوال کے سلسلے میں میری رپورٹ زیادہ کامیاب نہیں تھی۔ جب سکریٹری نے کانفرنس کے اختتام پر میری اس کمزوری کا ذکر کیا تو میں نے کہا:

"I could not spare time for anything in addition, But I shall please your this time if certainly successful but he wished I had won the first-grade (And he went on):

O, Hempher your next mission comprieses these two tasks:

1. To discover muslim's weak points and the points through which we can enter their bodies and disjoin their limbs. Indeed, this is the way to beat the enemy.

2. The moment you have detected these points and done what I have told you to, [in other words, when you manage to sow discord among muslim's and set them at logger heads with one another] you will be the most successful agent and earn a medal from the ministry."

”ان دو سالوں میں میرے لئے دو زبانوں کا سیکھنا، تفسیرِ قرآن اور اسلامی شریعت

سے آشنائی زیادہ اہمیت کی حامل تھی اور دوسرے امور پر توجہ دینے کے لئے میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اگر آپ بھروسہ کریں تو میں یہ کسر آئندہ سفر میں پوری کردوں گا۔

سکریٹری نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے کام میں کامیاب رہے ہو لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم اس راہ میں دوسروں سے بازی لے جاؤ۔

اس نے یہ بھی کہا: آئندہ کے لئے تمہیں دو اہم باتوں کا خیال رکھنا ہے:

ا۔ مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشان دہی کرو جو ہمیں اُن تک پہنچنے اور ان کے مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کرے۔ کیونکہ دشمن پر ہماری کامیابی کا راز ان مسائل کی شناخت پر منحصر ہے۔

۲۔ ان کی کمزوریاں جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام اُن میں پھوٹ ڈالنا ہے۔ اس کام میں پوری قوت صرف کرنے کے بعد تمہیں یہ اطمینان ہو جانا چاہیئے کہ تمہارا شمار صف اول کے انگریز جاسوسوں میں ہونے لگا ہے اور تم اعزازی نشان کے حق دار ہو گئے ہو۔"

ہمفرے کے اعترافات کے مطابق اُس نے لندن میں چھ ماہ قیام کیا۔ اس درمیان اس کی شادی اس کی چچازاد بہن "میری" سے ہوئی اور مدت قیام کے دوران اس کی بیوی امید سے ہو گئی۔ وزارت برطانیہ کے حکم کے مطابق بیوی کو اسی حال میں چھوڑ کر پھر بلاد اسلامیہ میں جاسوسی کی ذمہ داری نبھانے کے لئے روانہ ہوا۔

وہ لکھتا ہے:

"سمندروں میں چھ ماہ کے طویل سفر کے بعد آخر کار میں بصرہ پہنچا۔ اس شہر میں رہنے والے زیادہ تر وہیں اطراف کے قبائل تھے، جن میں ایرانی اور عرب اقوام کے دو اہم بازو شیعہ اور سنی ایک ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ بصرہ میں عیسائیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اپنی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا کہ میں اہل تشیع اور ایرانیوں سے مل رہا تھا۔ اس طرح کے اختلافات اکثر ادیان بالخصوص عیسائیت میں پائے جاتے ہیں لیکن شیعہ سنی اختلاف کا ناقابل فہم پہلو اُس کا استقرار یا مسلسل جاری رہنا ہے۔ یہ (حضرت) علی اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہما) کے گزرنے کے صدیوں بعد بھی اب تک اُسی زور و شور سے باقی ہے۔ اگر مسلمان حقیقتاً عقل سے کام لیتے تو گزری تاریخ اور بھولے زمانے کے بجائے آج کے

بارے میں سوچتے۔ایک دفعہ میں نے شیعہ سنی اختلاف کے موضوع کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سامنے پیش کیا اوران سے کہا:

''مسلمان اگر زندگی کے صحیح مفہوم کو سمجھتے تو ان اختلافات کو چھوڑ بیٹھتے اور وحدت و اتحاد کی بات کرتے''

اچانک صدر جلسہ نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: تمہارا کام مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکانا ہے نہ یہ کہ تم انہیں اتحاد و یکجہتی کی دعوت دو۔

عراق جانے سے پہلے سکریٹری نے اپنی ایک نشست میں مجھ سے کہا:

''ہمفرے! تم جانتے ہو کہ جنگ اور جھگڑے انسان کے لئے فطری ہیں اور جب سے خدا نے آدم (علیہ السلام) کو خلق کیا اور ان کے صلب سے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے، اختلاف نے سر اٹھایا اور اب اس کو (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی بازگشت تک اسی طرح جاری رہنا ہے۔ہم انسانی اختلاف کو پانچ خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱۔نسلی اختلافات ۲۔قبائلی اختلافات ۳۔ارضی اختلافات

۴۔قولی اختلافات ۵۔مذہبی اختلافات

اس سفر میں تمہارا اہم ترین فریضہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا اور انہیں ہوا دینے کے طریقوں کو سیکھنا ہے۔اس سلسلے میں جتنی بھی معلومات مہیا ہو سکیں تمہیں اس کی اطلاع لندن کے حکام تک پہنچانا ہے۔اگر تم اسلامی ممالک کے بعض حصوں میں سنی شیعہ فساد برپا کردو تو گویا تم نے حکومت برطانیہ کی عظیم خدمت کی ہے۔ جب تک ہم اپنے نوآبادیاتی علاقوں میں نفاق، تفرقہ، شورش اور اختلاف کی آگ کو ہوا نہیں دیں گے پرسکون اور مرفّہ الحال نہیں ہوسکتے۔ہم اُس وقت تک عثمانی سلطنت کو شکست نہیں دے سکتے جب تک اس کی قلمرو میں شہر شہر، گلی گلی فتنہ وفساد برپا نہ کریں۔اتنے بڑے علاقے پر انگریزوں کی مختصر قوم سوائے اس ہتھکنڈے کے اور کس طرح چھا سکتی ہے؟

پس اے ہمفرے! تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی پوری قوت صرف کرکے ہنگامے، شور شرابے، پھوٹ اور اختلافات کی کوئی راہ نکالو اور پھر وہاں سے اپنے کام کا آغاز کرو۔

تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں کو ان کے حکمرانوں کے خلاف بھڑکاؤ۔تاریخی حقائق کی

بنیاد پر ہمیشہ انقلابات، حکمرانوں کے خلاف عوام کی شورش سے وجود میں آئے ہیں۔ جب کبھی کسی علاقے کے عوام میں پھوٹ اور انتشار پڑ جائے تو استعمار کی راہ بڑی آسانی سے ہموار ہو سکتی ہے۔''

ہمفرے بصرہ میں جاسوسی کرتے ہوئے مختلف مشکلات سے دوچار ہوتا رہا لیکن اُس نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ بصرہ میں اُس نے ایک ایرانی الاصل شیعہ عبدالرضا کے یہاں نوکری کر لی۔ عبدالرضا کارپینٹر کا کام کرتا تھا۔ یہاں پر اس کی ملاقات محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ہوئی۔ پھر کیا ہوا خود ہمفرے کہتا ہے:

''عبدالرضا ایرانی الاصل شیعہ تھا اور خراسان کا رہنے والا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس سے فارسی سیکھنا شروع کی۔ دوپہر کے وقت اس کے پاس بصرہ میں مقیم ایرانی جمع ہوتے تھے جو سب کے سب شیعہ تھے۔ وہاں بیٹھ کر ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی تھی۔ کبھی سیاست اور معیشت عنوانِ کلام ہوتا اور کبھی عثمانی حکومت کو بُرا بھلا کہا جاتا۔ خاص طور پر سلطنت وقت اور استنبول میں مقرر ہونے والا خلیفۂ مسلمین اُن کی تنقید کا نشانہ ہوتا، لیکن جوں ہی کوئی اجنبی گاہک دوکان میں آتا وہ سب کے سب خاموش ہو جاتے اور ذاتی دلچسپی کے متعلق غیر اہم باتیں ہونے لگتیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ میں کیوں اُن کے لئے قابل اعتماد تھا اور وہ میرے سامنے ہر قسم کی گفتگو کو جائز سمجھتے تھے۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی کہ انہوں نے مجھے آذربائیجان کا رہنے والا خیال کیا تھا۔ کیونکہ میں ترکی میں بات چیت کرتا تھا اور آذربائیجانیوں کی طرح میرا چہرہ سرخ وسفید تھا۔

ان دنوں جب میں کارپینٹر کا کام کرتا تھا۔ میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا رہتا تھا اور ترکی اور فارسی اور عربی زبانوں میں گفتگو کرتا تھا۔ وہ دینی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا۔ اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا۔

محمد بن عبدالوہاب کی شخصیت میں ایک انگریز جاسوس کو کیا کیا نظر آیا تھا اُسے خود انگریز جاسوس کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

"This youngster was an extremely rude and very

nervous person. While abusing the Ottoman Government very much, he would never speak ill of the Iranian Government. The common ground which made him and the shop owner Abdu-Ul-Ridda so friendly was that both were inimical towards the Khleefa in Istanbul.

ترجمہ: نو جوان ایک اونچا اڑنے والا، جاہ طلب اور نہایت غُصیلا انسان تھا۔ اُسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ اُس کی برائی کرتا تھا لیکن حکومت ایران سے اُس کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ دوکان دار عبدالرضا سے اس کی دوستی کی وجہ مشترک یہ تھی کہ وہ دونوں ہی عثمانی خلیفہ کو اپنا سخت ترین دشمن سمجھتے تھے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں ہمفرے مزید لکھتا ہے:

According to Muhammad of Najd, there was no reason for Sunnites to adapt themselve to one of the four madh-habs he would say: Allah's Book does not contain any evidence pertaining to these madh-habs" He purposefully Ignored the aayat-i-kereemas in this subject and slighted the hadeeth-e-shareefs.

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک چاروں فقہی مذہب حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی میں سے کسی کی اہمیت نہیں تھی وہ کہتا تھا کہ اللہ کی کتاب (قرآن) میں ان مذہب کی پیروی کرنے کا کہیں حکم نہیں دیا ہے۔

اِس عنوان (ائمۂ مجتہدین کی پیروی) سے متعلق تمام آیات واحادیث کو وہ مسترد کرتا تھا۔

Mohammad of Najd would follow his nafs (his sensuous desired) in understandin the Quran and the Sunnah. He would completly ignore the views of scholars, not only those of the scholars of his time and the leaders

of the four madh-habs, but also those of the notable Sahabees as Aboo Bakr and Umar.

ترجمہ: محمد ابن عبدالوہاب نجدی قرآن وسنت کے فہم میں اپنے نفس کی پیروی کرتا تھا۔ وہ کلی طور پر علماء دین کی آراء کو مسترد کر دیتا تھا۔ صرف اُن علماء کی آراء کو نہیں جو اُس کے معاصر تھے بلکہ وہ چاروں مذاہب کے اماموں حتیٰ کہ منتخب صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے اقوال کو بھی نا مقبول ٹھہراتا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مذکورہ خیالات کو جاننے کے بعد انگریز جاسوس نے کیا تاثر لیا۔ اس کو اسی کے الفاظ میں پڑھیئے:

Mohammad of Najd was the sort I had been looking for. For his scorn for the time's scholars his slighting even the (earliest) four Khaleefas, his having and independent view in understanding the Qur'aan and the Sunnah were his most vulnerable points to hunt and obtain him.

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ملاقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کو برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ قرآن وسنت کو سمجھنے میں اتنا خودسر اور آزاد خیال تھا کہ اُس کے معاصر علماء تو کجا وہ خلفاء راشدین کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ یہ اُس کا اتنا خطرناک کمزور پہلو تھا جس سے بآسانی اُس کو اپنے جال میں پھانسا جا سکتا تھا۔

Mohammad of Najd, on the other hand, disdained Aboo Haneefa very much. He would say, "I know better than Aboo Haneefa did." In addition, according to him, half of the book of Bukharee was wrong.

ترجمہ: دوسری طرف محمد بن عبدالوہاب نجدی (امام) ابوحنیفہ کی بہت زیادہ تحقیر کرتا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا: میں ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتا ہوں ساتھ ہی ساتھ وہ یہ کہتا تھا کہ آدھی بخاری شریف بے بنیاد ہے۔

I established a very intimate friendship with Mohammad bin Abd-Ul-Wahab of Najd. I launched campaign of praising him every where. One day I said to him:

"You are great than "Umar and Ali. If the prophet were alive now, he would appoint you as his Khaleefa instead of them,I expect that Islam will be renovated and improved in your hands. You are the only scholar who will spread Islam all over the world.

ترجمہ: میں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی سے گہری دوستی پیدا کرلی۔ میں ہمیشہ اس کی تعریف وتوصیف کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا: تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ بزرگی کے حامل ہو۔ اگر اس وقت پیغمبر اسلام زندہ ہوتے تو تم کو اپنے خلفاء میں شامل کرلیتے۔ میں نے اُس سے پرامید لہجے میں کہا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہو۔ اس لئے کہ صرف تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو پوری دنیا میں زوال سے بچا سکتے ہو۔

آگے ہمفرے کہتا ہے:

''میں نے محمد کے ساتھ طے کیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء، مفسرین، پیشوایانِ دین و مذہب اور صحابۂ کرام سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں۔ ہم قرآن پڑھتے اور آیات کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے۔ میرا لائحۂ عمل یہ تھا کہ میں کسی طرح اُسے انگریز نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے دام میں پھنسا دوں۔

میں نے آہستہ آہستہ اُس اونچی اڑان والے خود پرست انسان کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اُس نے حقیقت سے زیادہ ہی آزاد خیال بننے کی کوشش کی۔ ایک دن میں نے اُس سے کہا: کیا عوتوں کے ساتھ متعہ (متعین وقت کے لئے نکاح) جائز ہے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں۔ میں نے کہا: پھر کیوں قرآن نے اُسے جائز قرار دیتے ہوئے

کہا ہے: اور جب تم اُن سے متعہ کرو تو اُن کا مہر ادا کر دو۔ (نساء: آیت ۲۴)۔ اُس نے کہا: ہاں آیت تو اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر اُسے حرام قرار دیا ہے کہ: متعہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں حلال تھا، میں اُسے حرام قرار دیتا ہوں اور اب جو اُس کا مرتکب ہو گا میں اُسے سزا دوں گا۔ (موطا امام مالک)

میں نے کہا: بڑی عجیب بات ہے۔ تم تو حضرت عمر کی پیروی کرتے ہو اور پھر اپنے آپ کو اُس سے زیادہ صاحب عقل بھی کہتے ہو۔ (حضرت) عمر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حلالِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حرام کریں؟ تم نے قرآن کو بھلا کر (حضرت) عمر کی رائے کو تسلیم کر لیا؟

محمد (ابن عبدالوہاب) نے چپ سادھ لی۔ خاموشی اس کی رضامندی کی دلیل تھی۔

پھر انگریز جاسوس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے جوشِ جوانی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس کا ایک انگریز جاسوس عورت سے ایک ہفتہ کے لئے ایک اشرفی مہر پر متعہ کرا دیا۔ اس عورت کا فرضی نام صفیہ رکھا گیا تھا۔ دونوں انگریز مرد و عورت جاسوسوں نے بڑے ہی خفیہ طریقے سے محمد بن عبدالوہاب کو انگلستان کے نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ صفیہ نے اپنے ناز و ادا سے ابن عبدالوہاب کو اپنے شیشے میں ایسا اتارا کہ بات صرف لب و رخسار سے پینے تک محدود نہیں رہی بلکہ جام و سبو بھی دستِ شیخ کی زینت بن گئے۔ اُس کے بعد دونوں جاسوسوں نے مل کر شیخ کو کن کن محرمات سے لذت آشنا کیا، اس کی تفصیل کے لئے "ہمفرے کے اعترافات" کا مطالعہ کریں۔ ہمفرے اپنی طویل روداد لکھنے کے بعد یہ لکھتا ہے:

"مختصر یہ کہ عبدالکریم (فرضی نام۔ یہ بھی انگریز جاسوس تھا) صفیہ (فرضی نام۔ انگریز جاسوس عورت) آسیہ (فرضی نام۔ انگریز جاسوس عورت) اور راقم الحروف (ہمفرے) نے مل کر اپنی رات دن کی کوششوں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کی خواہشات کے عین مطابق ڈھالا اور آئندہ کی پلاننگ کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ کیا"۔

ہمفرے انگریزی وزارت کے جن مقاصد کے لئے شیخ نجدی کو استعمال کرنا چاہتا تھا

اُن کو اُس نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''ہماری دشواریوں میں سے ایک بڑی دشواری بزرگانِ دین کے مزاروں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اوران کی آرائش پر توجہ دینا بدعت اور خلاف شرع ہے۔ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں مردہ پرستی اور اس قسم کی باتیں رائج نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ اُن قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو اُن کی زیارت سے روکا جائے۔ اس سلسلے میں ایک مفید پروگرام یہ بھی ہے کہ اُن مراکز کی اصلیت کے بارے میں لوگوں کو مشتبہ کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد نبوی میں مدفون نہیں ہیں''۔

''ہمیں بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ خاک کے یکساں ہو جائے اور تمام اسلامی ممالک کی زیارت گاہیں ویرانوں میں تبدیل ہو جائیں''۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ آل سعود کی حکومت نے اِس سامراجی مقصد کی تکمیل میں کیا کیا کردار ادا کیا ہے؟ جنت البقیع میں آرام فرما صحابہ کے مزارات پر بلڈوزر چلوا کر اسے مسمار کر دیا گیا۔ حرمین طیبین کے مقدس مقامات وزیارت گاہوں کے نشانات مٹا دیئے گئے۔ یہ سب ہیں حکومت سعودیہ کے نمایاں کارنامے، جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

ہمفرے کو برطانیہ کی نوآبادیاتی وزارت کی طرف سے جو ہدایات دی گئی تھیں اُن کو تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد ہمفرے لکھتا ہے:

''مختصر یہ کہ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سکریٹری سے اس بھروسے کی بنیاد پر جو اس نے میری ذات سے وابستہ کر رکھی تھی اور جس کے زیر اثر اس نے مجھے اتنی اہم اور خفیہ کتاب پڑھنے کو دی تھی، میں نے دوسری بار بصد احترام اظہار تشکر کیا اور مزید ایک ماہ لندن میں رہا۔ اس کے بعد وزیر کی طرف سے مجھے عراق جانے کا حکم ملا۔ میرا یہ سفر صرف اس مقصد کے لئے تھا کہ میں محمد بن عبدالوہاب کو نئے دین کے اظہار کی دعوت پر آمادہ کروں۔ سکریٹری نے بار بار مجھے یہ تاکید کی کہ میں اس کے ساتھ بڑی درایت وہوشیاری سے پیش آؤں اور مقدمات امور کی آمادگی میں ہرگز حد اعتدال سے آگے نہ بڑھوں۔ کیونکہ عراق و

ایران سے موصول ہونے والی رپورٹوں کی بنیاد پر سکریٹری کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ محمد بن عبدالوہاب قابل بھروسہ اور نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کو روبعمل لانے کے لئے مناسب ترین آدمی ہے۔اس کے بعد سکریٹری نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: تمہیں محمد (ابن عبدالوہاب) کے ساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے، کیونکہ ہمارے عمال اصفہان میں اُس سے بڑی صراحت کے ساتھ پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں اور وہ ان کی باتوں کو مان چکا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ اُسے عثمانی حکومت کے مقامی عمال، علماء اور متعصب لوگوں کے ہاتھوں آنے والے خطرات سے بچا لیا جائے اور اس کی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام کیا جائے، کیونکہ اس کی دعوت کے ظاہر ہوتے ہی ہر طرف سے اُسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے کئے جائیں گے۔

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ہی کی مرضی کے مطابق جزیرۃ العرب میں واقع نجد کے قریب علاقے کو اُسی کی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا۔''

برطانیہ کی نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت نے اپنے جاسوس کو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے تعلق سے جو چھ نکاتی پروگرام سونپا تھا وہ یہ تھا:

ا۔محمد بن عبدالوہاب کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا، اس ضمن میں گرفتار کئے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں کنیز و غلام کی حیثیت سے فروخت کرنا۔

۲۔بت پرستی کے بہانے بصورتِ امکان خانۂ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضۂ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارت گری پر قبائل عرب کو اکسانا۔

۳۔عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا اور ناخوش لوگوں کو اُن کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔اس کام کے لئے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل۔اشرافِ حجاز کے احترام اور اثر نفوذ کو توڑنے کے لئے انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

۴۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔

۵۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ وفساد، شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ۔

٦۔ قرآن میں کمی بیشی پر شاہد احادیث و روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔

ہمفرے آگے لکھتا ہے:

سکریٹری نے اپنے اس چھ نکاتی پروگرام کی تشریح کے بعد جسے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو انجام دینا تھا، اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا:

''کہیں اس پروگرام کی دشواریاں تمہیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کر دیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اسلام کی تباہی کا بیج اِس سرزمین میں بکھیر دیں تا کہ ہماری آنے والی نسل ہماری اسی راہ پر آگے بڑھے اور کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ سکے۔ برطانیہ کی حکومت ہماری اس صبر آزما و دراز مدّت کوششوں سے واقف ہے۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یکا و تنہا اپنے اُس تباہ کن انقلاب کو برپا نہیں کیا۔ محمد بن عبدالوہاب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہمارے پیش نظر انقلاب کو شعلہ ور کر سکے گا۔

برطانوی وزارت نے اپنے جاسوس ہمفرے کو مسلمانوں کی جن کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو استعماری مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی ہدایات دی تھیں وہ ایک کتاب میں درج کی گئی تھیں اور وہ کتاب برطانوی معتمد جاسوس ہمفرے کو دی گئی تھی۔ برطانوی وزارت کے مطابق کتاب مذکور میں مسلمانوں کی درج ذیل کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی تاکید کی گئی تھی۔

ا۔ الف۔ شیعہ سنی اختلافات۔

ب۔ ایرانی اور عثمانی حکومتوں کے اختلافات۔

ج۔ قبائلی اختلافات۔

د۔حکمرانوں کے ساتھ قوموں کے اختلافات۔
ہ۔علماء اور حکومت کے عہدہ داروں کے درمیان غلط فہمیاں۔
۲۔تقریباً تمام مسلمان ملکوں میں جہالت اور نادانی کی فراوانی۔
۳۔فکری جمود اور تعصب۔روزانہ کے حالات سے بے خبری، کام اور محنت کی کمی۔
۴۔مادی زندگی سے بے توجہی، جنت کی امید میں حد سے زیادہ عبادت جو اس دنیا میں بہتر زندگی کے راستوں کو بند کر دیتی تھی۔
۵۔خودسر فرماں رواؤں کے ظلم واستبداد۔
۶۔امن وامان کا فقدان، شہروں کے درمیان سڑکوں اور راستوں کا فقدان، علاج و معالجے کی سہولتوں اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا فقدان، جس کی بنا پر طاعون یا اس جیسی متعدی بیماریوں سے ہر سال آبادی کا ایک حصہ موت کی نذر ہو جانا۔
۷۔شہروں کی ویرانی، آبپاشی کے نظام کا فقدان، زراعت اور کھیتی باڑی کی کمی۔
۸۔حکومتی دفتروں میں بد انتظامی اور قاعدے قوانین کا فقدان، قرآن اور احکام شریعت کے احترام کے باوجود عملی طور پر اس سے بے توجہی۔
۹۔پس مندانہ اور غیر صحت مندانہ اقتصاد۔پورے علاقے میں عام غربت اور بیماری کا دور دورہ۔
۱۰۔صحیح تربیت یافتہ فوجوں کا فقدان، اسلحہ اور دفاعی ساز وسامان کی کمی اور موجودہ اسلحوں کی فرسودگی۔
۱۱۔عورتوں کی تحقیر اور ان کے حقوق کی پامالی۔
۱۲۔شہروں اور دیہاتوں کی گندگی، ہر طرف کوڑے کرکٹ کے انبار، سڑکوں، شاہراہوں اور بازاروں میں اشیاء فروخت کے بے ہنگم ڈھیر وغیرہ۔

پھر ہمفرے لکھتا ہے:

''مسلمانوں کے اِن کمزور پہلوؤں کو گنوانے کے بعد کتاب نے اِس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ شریعت اسلام کا قانون مسلمانوں کی اُس طرز زندگی سے رتی برابر میل نہیں کھاتا، لیکن یہ بات ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی روح سے بے خبر رکھا

جائے اور انہیں حقائق دین تک نہ پہنچنے دیا جائے۔''

ہمفرے مزید لکھتا ہے:

اس کے بعد بصورتِ فہرست اُن اقدامات کی تاکید تھی جن کے ذریعہ اسلامی دنیا کو کمزور بنایا جا سکتا تھا اور وہ یہ تھی:

۱۔ بدگمانی اور سوءِ تفاہم کے ذریعہ شیعہ اور سنّی مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اہانت آمیز اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور نفاق و تفرقے کے اس سودمند پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لئے بھاری اخراجات کی ہرگز پرواہ نہ کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی میں رکھنا۔ کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ طباعت اور نشر و اشاعت پر پابندی عائد کرنا اور ضرورت پڑے تو عوامی کتاب خانوں کو نذر آتش کرنا۔ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لئے علماء اور دینی مراکز پر تہمتیں لگانا۔

۳۔ کاہلی پھیلانے اور زندگی کی جستجو سے مسلمانوں کو محروم کرنے کے لئے موت کے بعد کی دنیا میں رنگ آمیز اور جنت کی ایسی توصیف بیان کرنا کہ وہ مجسمہ بن کر لوگوں کے ذہن و قلب پر چھائے اور وہ اُس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی معاشی تگ و دو سے دستبردار ہو جائیں اور ملک الموت کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔

۴۔ ہر طرف درویشوں کی خانقاہوں کا پھیلاؤ اور ایسی کتابوں اور رسالوں کی طباعت جو لوگوں کو دنیا و مافیہا سے برگشتہ کر کے انہیں ہر دم بےزاری اور گوشہ نشینی کی طرف مائل کریں۔

۵۔ راستوں میں بدامنی کے اسباب فراہم کرنا۔ بداندیش افراد کی مدد سے شہروں اور دیہاتوں میں فتنہ و فساد برپا کرنا اور غنڈوں فسادیوں اور ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنا اور انہیں اسلحہ اور رقم فراہم کر کے اُن کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۶۔ اِس عقیدہ کو لوگوں میں راسخ کرنا کہ اسلام محض عبادت اور پرہیزگاری کا نام ہے اور دنیا اور اس کے امور سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

۷۔اسلامی حکمرانوں کے مزاج کو بدلا جائے اور ان میں شراب نوشی، جوئے بازی اور دیگر اخلاقی برائیاں پیدا کی جائیں۔

۸۔شراب نوشی، جوئے بازی، بدفعلی اور شہوت رانی کی ترویج، سور کے گوشت کے استعمال کی ترغیب، اُن کارگزاریوں میں یہودی، نصرانی، زردشتی اور صابئی اقلیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ بٹانا چاہیئے اور اِن برائیوں کو مسلم معاشرے میں زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیئے۔

۹۔علماءدین اور عوام کے درمیان دوستی اور احترام کی فضا کو آلودہ کرنا وہ اہم فریضہ ہے جسے انگلستان کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیئے۔اِس کام کے لئے دو باتوں کی اشد ضرورت ہے۔

(الف):علماءاور دینی مراکز پہ الزام تراشی کرنا۔

(ب):نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت سے منسلک بعض افراد کو علماءدین کی صورت دینا اور انہیں الازہر یونیورسٹی، نجف، کربلا اور استنبول کے علمی اور دینی مراکز میں اتارنا۔علمائے دین سے لوگوں کا رشتہ توڑنے کے لئے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کے مطابق تربیت دی جائے۔اس کام کے لئے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو ہمارے تنخواہ دار ہوں تاکہ وہ جدید علوم کی تدریس کے ضمن میں نوجوانوں کو علماءدین اور عثمانی خلیفہ سے متنفر کریں۔

۱۰۔مسلمانوں کو یہ بات سمجھانی چاہیئے کہ دین سے پیغمبر اسلام کی مراد صرف اسلام نہیں، بلکہ جیسا کہ قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے کہ دین میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اور تمام ادیان کے پیروکاروں کو مسلمان (Believers) کہا جائے گا۔

۱۱۔اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے اور لوگ آمریت کی تہذیب وتمدن کا شکار ہو جائیں۔ہر صورت میں ہم نوجوانوں کو اُن کے دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علماء سے دور رکھ سکتے ہیں۔

۱۲۔عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعی بلیغ کی ضرورت ہے، تاکہ مسلمان

عورتیں خود پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں۔ اس سلسلے میں ہمیں تاریخی دلائل وشواہد کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ پردہ کا رواج بنی عباس کے دور سے ہوا اور یہ ہرگز اسلام کی سنت نہیں۔ لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں کو بغیر پردہ دیکھتے رہے ہیں۔ صدرِ اسلام کی عورتیں زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ رہی ہیں۔

۱۳۔ نسل کو کنٹرول کیا جائے اور مردوں کو ایک سے زیادہ بیوی اختیار کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نئے قوانین وضع کر کے شادی کے مسئلے کو دشوار بنایا جائے۔

۱۴۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔ خاص طور پر کفار اور یہود ونصاریٰ کے بارے میں توہین آمیز آیات نیز امر بالمعروف اور جہاد سے متعلق آیتوں کو قرآن سے حذف کیا جائے اور اُن قرآنوں کو تُرکی اور فارسی زبانوں میں ترجمہ کر کے بازاروں میں لایا جائے۔ غیر عرب مسلم حکومتوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قرآن، اذان اور نماز کو عربی زبان میں پڑھنے سے پرہیز کریں۔

(نوٹ) راقم نے کچھ دنوں قبل ایک ویڈیو کلپ میں دیکھا تھا کہ بنگلہ دیش کے کچھ افراد باجماعت نماز بنگلہ زبان میں پڑھ رہے تھے۔

۱۵۔ تاجکستان، بخارا، ارمنستان، شمالی خراسان اور ماوراء النہر اور اس کے جنوب میں واقع مسلم آبادیوں پر اختیار حاصل کرنے کے لئے سلطنت روس سے وسیع پیمانے پر اشتراکِ عمل، اس کے علاوہ ایران کے سرحدی شہروں ترکستان، آذربائیجان پر تسلط حاصل کرنے کے لئے روس کے ساتھ اشتراکِ عمل۔

۱۶۔ اسلامی حکومتوں کو اندرونی اور بیرونی اعتبار سے پوری طرح تباہ کرنے کے لئے ایک منظّم پروگرام کی تشکیل میں روس اور فرانس کے سلاطین کے ساتھ اشتراکِ عمل۔

۱۷۔ عثمانی اور ایرانی حکومتوں کے دیرینہ تنازعات کو ہوا دینا اور اُن کے درمیان قومی اور نسلی اختلافات کی آگ بھڑکانا۔ عراق اور ایران کے اطراف میں آباد قبیلوں میں قبائلی جنگیں اور شورشیں پیدا کرنا۔

۱۸۔ اسلامی ممالک کے شہروں اور دیہاتوں کے بعض حصوں کو غیر مسلم اقوام کے

حوالے کرنا مثلاً مدینہ یہودیوں کو، اسکندریہ عیسائیوں کو، یزد پارسیوں کو، عمارہ صابئوں کو، کرمان شاہ علی اللّٰہیوں کو، موصل یزیدیوں کو اور بوشہر سمیت خلیج فارس کے قرب وجوار کے علاقے ہندوؤں کو سونپنا۔ دو آخر الذکر علاقوں میں پہلے اہل ہند کو بسانا ضروری ہے۔ اسی طرح لبنان میں واقع طرابلس دروزیوں کے، قارض علویوں کے اور مسقط خوارج کے حوالے کرنا۔ یہی نہیں بلکہ مادی امداد، جنگی ساز وسامان اور فوجی اور سیاسی ماہرین کے ذریعہ انہیں مضبوط بنانا بھی ضروری ہے تاکہ کچھ عرصے بعد یہ اقلیتی اہل اسلام کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں اور اسلام کا پیکر آزردہ ہو جائے اور علاقے میں بتدریج ان کا اثر ونفوذ مسلم حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جائے اور اسلام کی ترقی پذیری میں رخنہ پڑ جائے۔

۱۹۔ ہندوستان کی طرح ایرانی اور عثمانی حکومتوں میں بھی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا قیام عمل میں آئے اور پھر پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ بہتر الفاظ میں ''پھوٹ ڈالو اور مٹا دو'' کے قانون پر عمل کرتے ہوئے انہیں ایک دوسرے سے بھڑا دیا جائے۔ اس صورت میں ایک طرف وہ آپس میں دست وگریباں ہوں گے اور دوسری طرف مرکزی حکومت سے بھی اُن کے تنازع کا سامان فراہم رہے گا۔

ہمفرے نے اِن خفیہ منصوبوں کے علاوہ اور بھی بہت سے منصوبوں کا ذکر کیا ہے طوالت سے بچنے کے لئے ہم نے انہیں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خلافت عثمانیہ کو درہم برہم کرنے اور بلاد اسلامیہ میں باہمی قتل وخوں ریزی کا بازار گرم کرنے کے لئے کتنے خطرناک منصوبے تیار کئے گئے تھے۔ اُن منصوبوں کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے انگریزی جاسوس نے محمد بن عبدالوہاب کو کس طرح سے اپنا آلۂ کار بنایا تھا اُس کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ قارئین کو ماسبق کی تحریروں سے ہو گیا ہوگا۔ پھر بھی اِس کڑی کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے کچھ اور حقائق سے پردہ اٹھانا مناسب ہے۔ دیکھئے! ہمفرے نے اپنے دوسرے سفر میں محمد بن عبدالوہاب نجدی سے مل کر عالم اسلام کے خلاف کیا کیا گل کھلائے تھے۔

ہمفرے لکھتا ہے:

''دوسرے دن میں اکیلا عازمِ نجد ہوا اور بڑی زحمتوں کے بعد منزلِ مقصود پر پہنچا۔ شیخ

(محمد بن عبدالوہاب) سے اس کے گھر پہ ملا۔ اُس کے چہرے پر تھکاوٹ اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے اس موضوع پر اس سے گفتگو مناسب نہیں سمجھی لیکن جلد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ اُس نے دوسری شادی رچالی ہے اور جنسی روابط میں افراط سے کام لے کر اپنی طاقت کھو بیٹھا ہے۔ میں نے اس بارے میں اسے نصیحتیں کیں اور بتایا کہ ابھی ہم دونوں کو مل کر بہت سے امور انجام دینے ہیں۔ اِس منزل پر ہم نے یہ طے کیا کہ میں اپنے آپ کو عبداللہ کے فرضی نام سے بطور غلام پیش کروں گا اور بتاؤں گا کہ شیخ نے مجھے بردہ فروشوں سے خریدا ہے۔ چنانچہ شیخ نے لوگوں سے میرا اِسی عنوان سے تعارف کرایا اور بتایا کہ میں بصرہ میں اس کے کام سے ٹھہرا ہوا تھا اور اب یہاں نجد پہنچا ہوں۔ نجد کے رہنے والے مجھے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا غلام سمجھتے تھے۔"

جزیرۂ عرب میں وہابی دعوت کا اعلان

ہمفرے لکھتا ہے:

"۱۱۴۳ھ کے اواسط میں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرۃ العرب میں اپنے نئے دین کے اعلان کا حتمی ارادہ کیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا جو اس کے ہم خیال تھے اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ ابتداء میں صرف اپنے خاص اصحاب اور معتقدین کے دائرے میں چند مبہم اور غیر واضح الفاظ میں بڑے اختصار کے ساتھ اس دعوت کا آغاز ہوا لیکن کچھ عرصے بعد نجد کے ہر طبقۂ خیال کے افراد کو بڑے پیمانے پر دعوت نامے بھیجے گئے۔

انگریزی جاسوس بھی یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی جس نئے مذہب کی دعوت کو لے کر اٹھا ہے اس کی بنیاد آزاد خیالی، نفس پرستی اور الزام تراشی پر رکھی گئی ہے۔ مسلمانوں پر شرک و بدعت کا الزام رکھ کر بلاد اسلامیہ پر حملے کر کے وہاں وہابی افکار کو مسلط کرنا اور اقتدار حاصل کرنا اس کا اصل مقصد ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جس دعوت کو دعوتِ توحید اور سلفی دعوت کا نام دیتے ہیں در حقیقت اُس کا تعلق اسلام اور اسلاف سے قطعاً نہیں ہے۔ لیکن ایک وہابی مورخ صاحب عون المجد شیخ نجدی کی وہابی دعوت کو

''سلفی دعوت'' بنا کر کس انداز میں پیش کر رہا ہے ذرا وہابی قلم کی شعبدہ بازی ملاحظہ کیجئے۔
وہابی مورخ عثمان بن بشر لکھتا ہے:

''وَ لَمَّا اسْتَوْطَنَ الشَّيْخُ الدَّرْعِيَّةَ وَ كَانَ اَهْلُهَا فِىْ غَايَةِ الْجَهَالَةِ وَ رَاٰى مَا وَقَعُوْا فِيْهِ مِنَ الشِّرْكِ الْاَكْبَرِ وَالْاَصْغَرِ وَالتَّهَاوُنِ بِالصَّلَوَاتِ وَالزَّكَاةِ وَ رَفْضِ شَعَائِرِ الْاِسْلَامِ، جَعَلَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالتَّعْلِيْمِ وِالْمَوْعَظِةِ الْحَسَنَةِ وَ يُفْهِمُهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ يَشْرَحُ لَهُمْ مَعْنَى الْاُلُوْهِيَّةِ وَ اَنَّ الْاِلٰهَ هُوَ الَّذِىْ تَالَهُهُ الْقُلُوْبُ مَحَبَّةً وَّ خَوْفًا وَ رَجَاءً وَ اَنَّ الْاِسْلَامَ اَلْاِسْتِسْلَامُ لِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْاِنْقِيَادُ لَهٗ وَالْاِذْعَانُ بِالْعِبَادَةِ وَالْخُضُوْعِ، وَالذِّلِّ وَالْاِنَابَةِ وَالتَّوَكُّلِ وَ يُعَلِّمُهُمْ اُصُوْلَ الدِّيْنِ وَالْاِسْلَامِ وَ قَوَاعِدَهٗ وَ مَعْرِفَةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ نَسَبِهٖ وَ مَبْعَثِهٖ وَ مَا دَعَا اِلَيْهِ وَ هِىَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا تَضَمَّنَتْهُ وَ اَنَّهُمْ مَبْعُوْثُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَعْرِفَةُ التَّوْحِيْدِ وَ ضِدِّهٖ بَعْدَ الْجَهَالَةِ اُشْرِبَ حُبُّ الشَّيْخِ فِىْ قُلُوْبِهِمْ وَ اَحَبُّوا الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِمْ وَ آوَوْهُمْ ثُمَّ اِنَّ الشَّيْخَ كَاتَبَ اَهْلَ الْبُلْدَانِ بِذَالِكَ رُؤْسَائَهُمْ وَ قُضَاتَهُمْ۔''

ترجمہ: جب شیخ (محمد بن عبدالوہاب) نے درعیہ کو وطن بنایا۔ اس وقت درعیہ کے لوگ آخری درجے کی جہالت میں مبتلا تھے۔ وہ شرک اکبر اور شرک اصغر کے مرتکب تھے۔ نماز، زکاۃ میں سستی کرتے تھے اور اسلامی شعائر کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے۔ اِن حالات میں شیخ نے انہیں تعلیم دینا شروع کیا اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ انہیں لا الٰہ الا اللہ کا معنی سمجھانے لگے اور الوہیت کے معنی کی تشریح کرنے لگے۔ انہیں یہ سمجھاتے تھے کہ الٰہ وہ ہے جس سے جذبۂ محبت اور خوف و امید کے ساتھ بندوں کو دل بستگی ہو جائے اور اسلام یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو مانا جائے، اس کی فرماں برداری کی جائے۔ اس کی عبادت کا یقین رکھا جائے۔ اس کی بارگاہ میں عاجزی اور اپنی کمتری کا اظہار کیا جائے۔ اسی پر توکل کیا جائے اور اسی کی جانب رجوع کیا جائے۔ شیخ لوگوں کو دین کے اصول سکھاتے تھے۔ اسلام کے قواعد کی تعلیم دیتے تھے۔ اُن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت کراتے تھے۔ آپ کے نسب، بعثت اور مقصدِ بعثت، کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ اور اس کے تقاضوں کی تعلیم دیتے

تھے۔ انہیں یہ بتاتے تھے کہ وہ موت کے بعد اٹھائے جائیں گے۔ جب لوگوں کے دلوں میں توحید اور شرک کی معرفت جم گئی اور وہ اس سے پہلے شرک سے جاہل تھے، تو لوگوں کے دلوں میں شیخ کی محبت جاگزیں ہوگئی اور اُن کے پاس ہجرت کر کے آنے والوں کو وہ پناہ دینے لگے۔ پھر شیخ مختلف بلاد کے رؤسا اور قاضیوں کو دعوتی خطوط ارسال کرنے لگے۔ (عون المجد ۱/۴۶)

دیکھا آپ نے وہابی دعوت کو کس رنگ آمیزی کے ساتھ ''دعوت توحید'' بنا کر وہابی مورخ نے پیش کیا ہے۔ گویا بارہویں صدی تک امّت مسلمہ ''توحید کا معنی'' سمجھنے سے قاصر رہی۔ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم مسلمانوں نے نہیں سمجھا تھا۔ توحید کا مفہوم و معنی نہ سمجھنے کے نتیجے میں اور مفہوم لا الٰہ الا اللہ سے نا آشنا ہونے کے سبب بلاد اسلامیہ کے سارے مسلمان معاذ اللہ شیخ نجدی کے نزدیک شرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ خود شیخ نجدی کے والد شیخ عبدالوہاب نجدی جو ایک بزرگ عالم دین تھے اور شیخ نجدی نے اُن کی شاگردی بھی اختیار کی تھی، وہ بھی توحید کے مفہوم اور لا الٰہ الا اللہ کے معنی سے نا آشنا تھے۔

بات درحقیقت یہ تھی کہ مسلمانوں پر کفر و شرک کی تہمت لگائے بغیر اُن سے قتال کو شرعی جواز فراہم کرنا ناممکن تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی بغیر کسی حیلہ کے اگر بلادِ اسلامیہ کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے نجد کے مسلمانوں کو ابھارنے کی کوشش کرتا تو اُس کی ساری تدبیریں بے اثر ہو جاتیں، لہٰذا اُس نے ایک طرف مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا شروع کیا کہ بصرہ، عراق، کربلا، نجف وغیرہ ممالک میں شرک عام ہو چکا ہے لہٰذا وہاں کے لوگوں کی جان و مال کو ضائع کرنا مباح ہو چکا ہے۔ اُن سے قتال کرنا کارِ ثواب ہے۔ دوسری طرف لوگوں کو عثمانی خلیفہ کے خلاف ورغلا کر اُس سے بیزار کرنے کی مہم بھی جاری کر دی گئی تھی اور اُس کے لئے مختلف شہروں کے رؤسا اور امراء کو اقتدار کا لالچ دے کر خلافت عثمانیہ کو زیر کرنے کی اسکیم بنائی جا رہی تھی اور یہ اسکیم برطانیہ کی نو آبادیاتی وزارت کی طرف سے انگریز جاسوس کے ذریعہ تکمیل کو پہنچ رہی تھی۔

اب دیکھئے کہ انگریزی جاسوس کیا لکھتا ہے:

''آہستہ آہستہ ہم نے پیسہ کے زور پر شیخ کے اطراف اُس کے افکار کی حمایت میں ایک

بڑا مجمع اکٹھا کیا۔ (وہابی مورخ نے اس مجمع کو مہاجرین وانصار کا نام دیا ہے۔م ۱۲) اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جزیرۃ العرب میں شیخ کی دعوت کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ اُس کے دشمنوں اور مخالفوں کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔'' (ہمفرے کے اعترافات، ص ۱۳۴)

اپنے ہمنواؤں کے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے کے سبب علماء دین اور عام مسلمانوں میں سخت اضطراب کا ماحول پیدا ہوا اور لوگ شیخ نجدی کے جانی دشمن ہو گئے۔ اِس سے قبل یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ نجدی نے مقام جبیلہ میں صحابی رسول حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کو والیِ عُیینہ عثمان بن حمد بن معمر کی حمایت حاصل کر کے ڈھا دیا تھا۔ عُیینہ کے لوگ محمد بن عبدالوہاب اور عثمان بن معمر کے مظالم سے تنگ آ گئے تھے۔ بزورِ شمشیر لوگوں کو وہابی بنانے کی تحریک زوروں پر تھی، اِسی اثنا میں امیرِ ''اَحساء'' کو جب محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا علم ہوا تو انہوں نے والی عُیینہ عثمان بن معمر کو تہدیدانہ انداز میں خط لکھا کہ ''محمد بن عبدالوہاب کو عُیینہ سے جلاوطن کر دو یا پھر قتل کر دو اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو احساء سے عیینہ جانے والا اخراج روک دیا جائے گا''۔

وہابی مورخ عثمان بن بشر لکھتا ہے:

فَلَمَّا اشْتَهَرَ اَمْرُہٗ فِی الْآفاق بِذَالِکَ بَلَغَ خَبْرُہٗ سُلَیْمَانَ بْنَ مُحَمَّدٍ رَئِیْسَ الْاَحْسَاءِ وَ بَنِیْ خَالِدٍ وَ قِیْلَ لَہٗ: اِنَّ فِیْ بَلَدِ الْعُیَیْنَۃِ عَالِمًا فَعَلَ کَذَا وَ کَذَا وَ قَالَ کَذَا وَ کَذَا فَاَرْسَلَ سُلَیْمَانُ اِلٰی عُثْمَانَ لَہٗ یَتَھَدَّدُ وَ فِیْہِ اَنْ یَّقْتُلَ الشَّیْخَ أَوْ یُخْرِجَہٗ مِنْ بَلَدِہٖ وَ اَنَّہٗ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ بِہٖ ذَالِکَ قَطَعَ خِرَاجَہٗ عِنْدَہٗ فِی الْاَحْسَاءِ۔

ترجمہ: جب محمد بن عبدالوہاب کی وہابی تحریک کی شہرت چاروں طرف پھیلی اور امیر احساء سلیمان بن محمد اور بنو خالد کو اس کی خبر پہنچی کہ شہر عُیینہ میں ایک عالم ہے جس نے ایسا ایسا کیا (صحابی رسول کے مزار کو ڈھا دیا) اور ایسا ایسا کہا (کہ بلاد اسلامیہ کے تمام مسلمان شرک میں مبتلا ہیں) تو سلیمان نے عثمان کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ شیخ (محمد بن عبدالوہاب) کو قتل کر دے یا شہر سے نکال دے، اگر اُس نے ایسا نہیں کیا تو احساء سے جو خراج اُسے ملتا ہے وہ روک دے گا۔ (عون المجد ۱/۴۱)

ہمفرے لکھتا ہے:

''ایک بار میں نے سنا کہ چند آدمیوں کے ایک گروہ نے شیخ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے، میں نے فوری اقدامات کے ذریعہ اس قتل کی سازش کو ناکام بنا دیا اور اس گروہ کو اتنا رسوا کیا کہ بات شیخ کے حق میں تمام ہوئی اور لوگوں نے دہشت گردوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

(ہمفرے کے اعترافات،ص ۱۳۰)

محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود کا اشتراکِ عمل

اِس سے قبل ہم نے وہابی مورخ کے حوالے سے اجمالاً یہ ذکر کیا تھا کہ جب امیر احساء سلیمان بن محمد کے دباؤ میں آ کر والی عیینہ عثمان بن معمر، شیخ نجدی کو جلاوطن کرنے پر مجبور ہوا تو شیخ نجدی نے مقام درعیہ میں پناہ لی اور امیر درعیہ محمد بن سعود کے دربار تک اُس کی بیوی اور بھائی کے توسط سے پہنچنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ شیخ نجدی نے سب سے پہلے محمد بن سعود کی بیوی سے خفیہ تعلقات قائم کر کے اُس کے دل میں اپنی محبت کے سکّے بٹھائے پھر اُس کے وجود میں وہابی فکر کی آبیاری کی اور اس کے واسطے سے محمد بن سعود کو اقتدار و دولت کا لالچ دے کر اپنا ہم خیال و ہم عقیدہ بنا لیا۔ اس کے بعد محمد بن سعود کا محل برطانیہ کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے والے وزارت کے مقرر کردہ جاسوسوں، تنخواہ دار عملہ اور اقتدار و دولت کے پجاری عرب رؤسا کا ہیڈ آفس بن گیا، جس کو وہابی مورخ نے ''**دار الھجرۃ**'' سے تعبیر کیا ہے۔ محمد بن سعود کا محل جو برطانوی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کا ''دار الندوہ'' بن چکا تھا، یہاں پر ایک منظّم پلاننگ کے تحت وہابی توحید کا سبق پڑھایا جاتا تھا اور پورے جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر اُن کے ساتھ جنگ کرنے کی راہ ہموار کی جاتی تھی۔

وہابی مورخ عثمان بن بشر لکھتا ہے:

''فَلَمَّا عَلِمَ عُثْمَانُ بْنُ مَعْمَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعُوْدٍ آوَی الشَّیْخَ وَ نَصَرَہٗ وَ بَایَعَہٗ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَ نُصْرَتِہٖ وَالذَّبِّ عَنْہُ وَ اَنَّ الدَّرْعِیَۃَ صَارَتْ دَارَ ھِجْرَۃٍ لِمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِذَالِکَ فَقَدِمَ عَلَی الشَّیْخِ فِی الدَّرْعِیَۃِ۔ (عنوان المجد، ص ۴۴)

ترجمہ: جب امیر عیینہ عثمان بن معمر کو معلوم ہوا کہ والی درعیہ محمد بن سعود نے شیخ (محمد بن عبدالوہاب) کو اپنے شہر میں پناہ دی ہے، اس کی مدد کی ہے اور دین اسلام پر اس کی بیعت کی ہے کہ اُس کی مدد کرے گا اور اُس کا دفاع کرے گا اور درعیہ اُن لوگوں کے لئے دارالہجرت ہو گیا ہے جن کے سینوں کو اللہ نے وہابی تحریک کے لئے کھول دیا ہے۔ تو عثمان بن معمر، شیخ کے پاس ندامت کے ساتھ حاضر ہوا، معافی کا مطالبہ کیا اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

شیخ نجدی کی وہابی تحریک کو فروغ دینے میں پورے طور پر برطانوی وزارت کی طرف سے پشت پناہی ہو رہی تھی۔ اس کے لئے بے دریغ دولت صرف کی جارہی تھی، جس کے نتیجے میں تحریکِ وہابیت خوب فربہ اور توانا ہو رہی تھی۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں میں ابن عبدالوہاب نجدی کے اردگرد ایک عسکری قوت جمع ہوگئی جس کی پشت پر سامراجی قوت کا مضبوط ہاتھ بھی تھا، تو اُس نے جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کو مشرک اور مباح الدم قرار دیتے ہوئے اُن سے ''جہاد'' کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔

وہابی مورّخ عثمان بن بشر لکھتا ہے:

''ثُمَّ اَمَرَ الشَّیۡخُ بِالۡجِهَادِ لِمَنۡ عَادٰی اَهۡلَ التَّوۡحِیۡدِ وَ سَبَّهٗ وَ سَبَّ اَهۡلَهٗ وَ حَضَّهُمۡ عَلَیۡهِ فَامۡتَثَلُوۡا''۔

ترجمہ: پھر شیخ نجدی نے اُن لوگوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا جنہوں نے اہل توحید (محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیروکاروں) سے دشمنی کی اور وہابی توحید کو برا بھلا کہا۔ شیخ نجدی نے لوگوں کو ایسے افراد کے ساتھ جہاد کرنے پر ابھارا تو انہوں نے شیخ کے حکم کی تعمیل کی۔

عَوۡنُ الۡمَجۡد کا محقق و محشی عبدالرحمٰن بن عبداللطیف آل الشیخ جو وہابی ہے، صاحبِ عَوۡنُ الۡمَجۡد کی عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے: **نَعَمۡ اَمَرَ الشَّیۡخُ بِالۡجِهَادِ اِمۡتِثَالًا لِقَوۡلِ اللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا ''وَ قَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَةٌوَ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ۔**

ترجمہ: ہاں! شیخ نجدی نے جہاد کا حکم دیا تھا، اللہ کے اُس حکم کی پیروی میں: اور اُن کفار و مشرکین سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین بالکل اللہ کا ہو جائے۔

اِس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہابی فکر کے مطابق وہابیوں کے سوا دنیا کے سارے مسلمان مشرک ہیں۔

جزیرۃ العرب میں وہابی حکومت کا قیام اور وہابی غزوات

یہ بات پہلے ذکر کی گئی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے امیر درعیہ محمد بن سعود کو اپنا ہم عقیدہ و ہم خیال بنایا پھر امیر المسلمین بنا کر سب سے پہلے اُس کے ہاتھ پر خود بیعت کی۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر وہابیت کو سیاسی و مذہبی قوت بخشنے کے لئے جد و جہد شروع کر دیں۔ یہیں سے جزیرۃ العرب میں وہابیت کا پہلا دور شروع ہوا۔ تلوار ابن سعود کی تھی اور مذہب شیخ نجدی کا۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ابن سعود کا مستند سوانح نگار محمد حسنی لکھتا ہے:

''امیر (ابن سعود) اور شیخ میں مودت اور موافقت کے اقرار ہوئے۔ چنانچہ تلوار ابن سعود کی تھی اور مذہب شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کا۔ (سوانح ابن سعود، ص۴۲)

اس بات کو ہمفرے لکھتا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے کچھ سالوں بعد جب چھ نکاتی پروگرام کامیابی کی پوری منزلیں طے کر چکا تو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرۃ العرب میں کوئی کام ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اپنے عمال میں سے محمد بن سعود کو محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر مامور کیا۔ اس نے اِس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس خفیہ طور پر ایک نمائندہ بھی بھیجا تھا تاکہ وہ اس کے سامنے حکومت برطانیہ کے مقاصد کی توضیح کرے اور محمدَین (محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود) کے اشتراکِ عمل کی ضرورت پر زور دے اور تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہوگی۔''

وہابی غزوات۔ پہلا غزوہ

وہابی جھنڈے کے نیچے جمع ہونے والے لشکروں نے جزیرۃ العرب میں جو دہشت گردانہ حملے کئے ہیں انہیں وہابی مورّخ عثمان بن بشر نے غزوات کا نام دیا ہے اور

مسلمانوں سے لوٹے گئے اموال کو غنیمت قرار دیا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دل میں امیر اَحساء سلیمان بن محمد کے خلاف آتش انتقام بھڑک رہی تھی لہٰذا عسکری طاقت کا استعمال کر کے احساء اور نجد کے دوسرے علاقوں پر جہاں کے مسلمانوں نے وہابی دعوت کو ٹھکرا دیا تھا حملہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ محمد بن عبدالوہاب کے حکم سے محمد بن سعود نے سب سے پہلا دہشت گردانہ حملہ مقام درعیہ سے ملحق بعض دیہاتوں پر کیا اور لوگوں کے مال ومتاع کو لوٹ کر واپس لوٹا۔ اس حملے کو وہابی مورّخ نے ''اوّلِ جہاد'' کا عنوان دیا ہے اور یہ لکھا ہے:

فَاوَّلُ جَیُشٍ غَزَا سَبُعُ رَکَائِبَ فَلَمَّا رَکبُوُھَا وَ اَعُجَلَتُ بِہِمُ النَّجَائِبُ فِیُ سَیُرِھَا سَقَطُوُا مِنُ اَکُوَارِھَا لِاَنَّھُمُ لَمُ یَعُتَادُوُا رُکُوُبَھَا فَاَغَارُوُا أَظُنُّہٗ عَلیٰ بَعُضِ الُاَعُرَابِ فَغَنِمُوُا وَ رَجعُوُا۔

ترجمہ: وہ پہلا غزوہ تھا جس میں سات اونٹنیوں کا لشکر تھا۔ جب مجاہدین (وہابی لشکر) اُن پر سوار ہوئے اور تیز رفتار عمدہ نسل کی اونٹنیاں انہیں لے کر تیز گام ہوئیں تو سوار اُن کی پشتوں سے گر پڑے۔ کیونکہ وہ اُن پر سواری کے عادی نہیں تھے۔ لشکر نے میرے خیال میں بعض دیہاتوں پر حملہ کیا اور وہاں سے غنیمت کا مال لے کر واپس لوٹا۔ (عنوان المجد، ص ۴۷)

نجد (موجودہ ریاض) پر وہابیت کا تسلط

اس سے قبل یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ نجدی بلاد اسلامیہ خصوصًا جزیرۃ العرب میں وہابی فکر کو مسلط کرنا چاہتا تھا جس کے لئے اُسے تلوار کی ضرورت تھی، بصورتِ دیگر اس کے افکار و نظریات صرف صفحۂ قرطاس تک ہی محدود رہتے۔ اِس مقصد کے لئے اُسے خفیہ طور پر برطانوی قوت کے ساتھ ساتھ برطانوی نو آبادیاتی وزارت کے آلۂ کار کے طور پر محمد بن سعود کی صورت میں ایک جاہ طلب، اقتدار کا بھوکا، ملت فروش امیر کی تلوار بھی مل گئی تھی۔

۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء میں نجد (موجودہ ریاض، حکومت سعودیہ کا دارالسلطنت) پر محمد ابن سعود نے حملہ کیا۔ امیر دہام بن دواس جو ایک صحیح العقیدہ سنّی مسلمان تھا، انبیاء واولیاء سے توسل کو جائز سمجھتا تھا، اُن کی شفاعت کا عقیدہ رکھتا تھا، قبورِ انبیاء واولیاء اور صحابہ کے آثار کی

تعظیم کا معترف تھا، یہ باتیں شیخ نجدی کے نزدیک شرک اکبر تھیں لہٰذا شیخ نجدی نے دہام بن دواس کو وہابی بننے کی دعوت دی اور ابن سعود کی بیعت کرنے کو کہا۔ امیر دہام بن دواس نے اسلاف کے طریقے کو چھوڑ کر شیخ نجدی کے نئے افکار کو مسترد کرتے ہوئے ابن سعود کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

وہابی مورّخ صاحب عون المجد لکھتا ہے: **فَلَمَّا قَامَ مُحَمَّدُ بْنُ سُعُوْدٍ مَعَ الشَّيْخِ فِيْ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ دَعَاهُ اِلَى الْمُبَايَعَةِ فَاَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ حَذَّرَ عَنْهُ وَ اَنْذَرَ۔** (عون المجد، ص ۵۱)

ترجمہ: محمد بن سعود نے شیخ نجدی کے ساتھ جب وہابی دعوت کی تبلیغ شروع کی اور دہام کو بیعت کرنے کی دعوت دی تو اس نے سختی سے انکار کیا اور دھمکی بھی دی۔

ابن سعود نے دہام بن دواس پر حملہ کیا لیکن وہ عزم استقلال کا پہاڑ ثابت ہوا۔ دونوں میں کشتم کشتا شروع ہوا۔ کبھی ہزیمت، کبھی فتح یہ سلسلہ تقریباً تیس سال تک جاری رہا۔ اس دوران محمد بن سعود نے ریاض کے علاوہ دوسرے مقبوضہ علاقوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور بالآخر ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء کو محمد بن سعود کے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے ریاض کو فتح کر لیا۔ ۱۱۵۷ھ سے لے کر ۱۱۸۷ھ تک کی ۳۰ سالہ جنگوں میں تقریباً ۱۷۰۰/ وہابی (جن کو وہابی مورّخین نے موحدین کہا ہے) اور ۲۳۰۰/ مسلمان (جن کو وہابیوں نے مشرکین لکھا ہے) مارے گئے۔ (سردار محمد حسنی: سوانح سلطان بن عبدالعزیز آل سعود، ص ۴۲، ۴۳)

وہابی مورّخ عثمان بن بشر نے ۱۱۵۷ھ اور ۱۱۵۸ھ کے متعدد معرکوں کو جو امیر ریاض دہام بن دواس اور ابن سعود کے مابین ہوئے تھے، ذکر کرتے ہوئے جگہ جگہ امیر دہام اور اُن کے حامیوں کے مقابلے میں ابن سعود کی فوج کو ''موحدین اور مسلمین'' اور اُن معرکوں کو غزوات لکھا ہے۔

صاحب عون المجد ۱۱۵۸ھ کے معرکوں کے ضمن میں ''**وقعة الشباب**'' کے تحت لکھتا ہے:

وَ انْهَزَمَ ابْنُ دَوَّاسٍ وَ مَنْ مَّعَهٗ وَالْمُسْلِمُوْنَ فِيْ اَثَرِهِمْ حَتّٰى ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ عَوْدَةُ بْنِ دَوَّاسٍ الَّتِيْ صَدَرَتْ مِنَ الْعِمَارِيَةِ فَلَمْ يَشْعُرِ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ

خَلفَهُم فَانكَسَرُوا وَ قُتِلَ مِنهُم ثَلاثَةُ رِجالٍ . ثُمَّ بَعدَهَا بِمُدَّةٍ يَسِيرَةٍ جَرَتْ وَقعَةُ الشَّبَابِ لِاَنَّهُ قُتِلَ فِيهَا شَبَابٌ مِنْ آلِ ابنِ شَمسٍ مِنْ اَهلِ الرِّيَاضِ۔

ابن دواس اور اُس کے مصاحبین ہزیمت کے شکار ہوئے۔ مسلمانوں (وہابیوں) کا لشکر ان کا پیچھا کر رہا تھا کہ انہیں معلوم ہوا کہ ابن دواس کے حامی عماریہ کی طرف سے اُن کے تعاقب میں نکل چکے ہیں۔ انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ اُن کا تعاقب ہو رہا ہے۔ چنانچہ اُن کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اُن کے تین آدمی قتل بھی ہوئے۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد ''معرکۂ شباب'' واقع ہوا۔ اس کو معرکۂ شباب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اہلِ ریاض کے آل ابن شمس کے چند نوجوان مقتول ہوئے تھے۔ (عنوان المجد، ص ۵۳)

پھر ''**وقعة عبيد**'' کے عنوان کے تحت وہابی مورّخ لکھتا ہے:

ثُمَّ وَقعَةُ العَبِيدِ وَ ذَالِکَ اَنَّ مُحَمَّدَ بنَ سُعُودٍ خَرَجَ مِنَ الدَّرعِيَةِ بِمَن عِندَهُ مِنَ المُسلِمِينَ وَ سَارَ اِلَى الرِّيَاضِ وَ كَمَنَ فِي جُرُفِ عَبيَانَ ثُمَّ اَغَارَ عَلَى البَلَدِ فَخَرَجَ اِبنُ دَوَاسٍ وَ مَن مَّعَهُ . فَلَمَّا التَقَى الفَرِيقَانِ خَرَجَ الكَمِينُ فَرَجَعَ دَهَّامٌ وَ مَن مَّعَهُ مَكسُورًا وَ قُتِلَ مِنهُم نَحوُ العَشَرَةِ غَالِبُهُم عَبِيدٌ وَ بَقِيَ القَتلٰى مُدَّةً بِلَا دَفنٍ۔

ترجمہ: پھر ''واقعۂ عبید'' پیش آیا۔ محمد بن سعود مسلمانوں (وہابیوں) کو لے کر درعیہ سے ریاض کی طرف نکلے اور ''چشمۂ عبیان'' کے کنارے چھپ گئے پھر شہر پر حملہ آور ہوئے۔ ابن دواس اپنے مصاحبین کے ساتھ نکلا۔ جب دونوں فریق کی مڈبھیڑ ہوئی تو گھات میں چھپا ہوا دستہ باہر نکلا اور دہام اور اس کے ساتھیوں کو شکست خوردہ واپس ہونا پڑا۔ دہام کے لوگوں میں سے تقریباً دس غلام مارے گئے اور مقتولین ایک مدت تک بغیر دفن و کفن کے صحرا میں گرے پڑے رہے۔

اس کے بعد ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۶ء کے وہابی حملوں کے تذکرے کا یہ عنوان قائم کیا ہے:

''**الوقائع والغزوات**'' اس عنوان کے تحت واقعۂ دلقہ ۱۱۶۱ھ میں واقعۂ بنیّہ، واقعۂ خریزہ اور واقعۂ بطین کا ذکر کیا ہے۔ واقعۂ بطین کو وہابی مورّخ نے ایک بڑا غزوہ مانا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

وَ فِيُهَا جَرَتُ وَقُعَةُ الْبَطِيُنِ وَ هِيَ وَقُعَةٌ عَظِيُمَةٌ بَيُنَ الْمُسُلِمِيُنَ وَ اَهْلِ ثَرُمَدا۔

ترجمہ: ۱۱۶۱ھ ہی میں جنگ بطین واقع ہوئی۔ یہ مسلمانوں (وہابیوں) اور اہل ثرمدا کے مابین ایک عظیم جنگ تھی۔ (ایضاً، ص ۵۹)

یہ سب چھوٹے چھوٹے وہابی غزوات تھے جو ریاض کے مختلف شہروں پہ ہوئے تھے۔ وہابی مورّخین کے مطابق توحید کی سر بلندی اور جزیرۃ العرب سے شرک کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ جنگیں لڑی گئی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی مورّخین نے وہابی لشکر کو اسلامی لشکر اور اس کے مقابل مظلوم و مقتول مسلمانوں کو مشرک اور اُن سے لوٹے گئے مال کو مالِ غنیمت لکھا ہے۔

وہابی مورّخ لکھتا ہے:

وَ فِيُهَا غَزَا الْمُسُلِمُوُنَ بَلَدَ ثَادِق وَ جَعَلُوُا لَهُمُ كَمِيُنًا فَأَخَذُوُا اَغُنَامَهُمُ وَ قُتِلَ مِنُ اَهْلِ الْبَلَدِ سِتَّةُ رِجَالٍ، مِنُهُمُ مُحَمَّدُ بُنُ سَلَامَةَ۔

ترجمہ: ۱۱۶۱ھ میں مسلمانوں (وہابیوں) نے شہر ”ثادق“ میں جہاد کیا۔ شہر والوں کے مقابلے کے لئے گھات میں ایک دستے کو مقرر کر دیا تھا۔ انہوں نے حملہ کر کے اُن سے بکریاں چھین لیں۔ شہر والوں میں سے چھ لوگ قتل کئے گئے، مقتولین میں محمد بن سلامہ بھی تھا۔

قارئین! اگر آنکھ میں دھول جھونکنے کی کوئی مثال آپ نے اب تک نہ دیکھی ہو تو وہابی مورّخ کے یہاں اب دیکھ لیجئے۔ مسلمانوں کے شہروں کو لوٹنے کے لئے کمین گاہوں میں چھپنے والوں، لوٹ مچانے والوں، مسلمانوں کے جان و مال پر حملہ کرنے والوں کو کس جرأت کے ساتھ مجاہدینِ اسلام کا تمغہ دیا گیا ہے اور دہشت گردی، ڈاکہ زنی و خوں ریزی کو جہاد کا کیسا خوبصورت لباس پہنایا گیا ہے!

کیا اِن تاریخی حقائق کے ہوتے ہوئے بھی کسی غیر جانب دار مسلمان کو یہ کہنے میں کچھ تردد ہو گا کہ وہابیت کے سنگ بنیاد کی پہلی اینٹ سامراجی آب و گل سے تیار کی گئی تھی؟

۱۱۶۲ھ میں شریفِ مکہ مسعود بن سعید کو قید کیا اور مقام ”حبونیہ“ پر وہابی فوج نے حملہ کر

کے قتل وخوں ریزی کی اور خوب لوٹ پاٹ مچائی۔

۱۱۶۳ھ میں شیخ نجدی کو معلوم ہوا کہ عثمان بن معمر وہابی تحریک سے بیزار ہو کر شیخ نجدی کی مخالفت پر آمادہ ہو رہا ہے تو شیخ نجدی نے عثمان بن معمر کو مسجد میں قتل کروا دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مسلمان بھی شیخ نجدی کا مخالف ہوتا تھا وہ شیخ نجدی کے نزدیک مباح الدم اور واجب القتل ہو جاتا تھا۔

وہابی مورّخ عثمان بن بشر لکھتا ہے:

فَلَمَّا فَرَغَتْ صَلٰوةُ الْجُمُعَةِ وَ خَرَجَ سُرْعَانُ النَّاسِ قُتِلَ فِی الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: جب جمعہ کی نماز سے فراغت ہوگئی اور جلد باز لوگ مسجد سے نکل گئے تو عثمان بن معمر کو مسجد میں قتل کر دیا گیا۔ (عنوان المجد، ص۶۰)

اِس قتل پر شیخ نجدی کی تعریف کرتے ہوئے عون المجد کا وہابی حاشیہ نگار لکھتا ہے:

وَ کَانَتْ بِنْتُہٗ تَحْتَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَ ھُوَ جَدُّ وَلَدِہٖ سَعُوْدٍ وَ حِیْنَ قُتِلَ عُثْمَانُ وَ سَعُوْدُ رَضِیْعٌ لَمْ یَتِمَّ السَّنَتَیْنِ وَ لٰکِنْ لَیْسَ فِی الدِّیْنِ مُحَابَّاتٌ۔

ترجمہ: عثمان بن معمر کی بیٹی عبدالعزیز کے نکاح میں تھی اور عثمان، عبدالعزیز کے بیٹے سعود کا نانا تھا۔ جس وقت عثمان کو قتل کیا گیا تھا اُس وقت سعود دو سال سے کم کا دودھ پیتا بچہ تھا۔ اس رشتہ داری کے باوجود عثمان کو قتل کر دیا گیا کیونکہ دین کے مقابلے میں قرابتیں اور محبتیں لائق اعتنا نہیں ہوتیں۔

۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۶ء کو محمد بن سعود کی موت ہوئی۔ ۱۱۵۷ھ سے ۱۱۷۹ھ تک بائیس سال محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ مل کر محمد بن سعود اور وہابی دہشت گردوں نے حجاز کے مختلف شہروں میں قتل، غارت اور لوٹ پاٹ مچائی۔

لیکن عون المجد کا وہابی محشی محمد بن سعود کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اَتٰی اِلَیْہِ شَیْخُ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ فَآوَاہُ وَ نَصَرَہٗ حَیْثُ اَخَذَ یَغْزُوْ وَ یُجَاھِدُ اَنْصَارَ الشِّرْکِ وَ اَحْزَابَ الضَّلَالِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ سَنَۃً . فَرَحِمَ اللّٰہُ الْاِمَامَ مُحَمَّدَ بْنَ سَعُوْدٍ رَضِیَ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ فَلَقَدْ نَاصَرَ الْاِسْلَامَ وَ رَفَعَ رَایَۃَ التَّوْحِیْدِ وَ جَاھَدَ اَعْدَاءَ الدِّیْنِ وَ حُمَاۃَ الْبَاطِلِ مِنَ الْوَثْنِیِّیْنَ فَاَعَزَّ

اللّٰهُ بِهٖ دَوْلَةَ الْاِسْلَامِ وَ اَظْهَرَ بِهٖ دَعْوَةَ التَّوْحِيْدِ۔

ترجمہ: شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، محمد بن سعود کے پاس آئے تو انہوں نے اُن کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی جب انہوں نے مشرکین اور گمراہوں کے ساتھ گیارہ سال جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ محمد بن سعود رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا پر رحم کرے کہ انہوں نے اسلام کی مدد کی اور توحید کے جھنڈے کو بلند کیا اور اعداءِ دین وحامیان باطل بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا تو اللہ نے ان کے ذریعہ اسلامی سلطنت کو عزت دی اور دعوتِ توحید کو غلبہ عطا کیا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کو مشرک، مباح الدم ٹھہراتے ہوئے اُن سے قتال کو جائز کہا اور عملاً اپنے حامیوں کے ذریعہ بلاد اسلامیہ پر حملے کر کے مسلمانوں کا خون بہایا، اُن کے اموال کو لوٹا، انہیں قیدی بنایا۔

شیخ نجدی کی مذہبی دہشت گردی کے خلاف اُسی دور میں علماءِ حق میدان میں نکل آئے تھے اور وہابی نظریات کے رد وابطال میں زبان وقلم کا استعمال کیا تھا، حتی کہ شیخ نجدی کے والد شیخ عبدالوہاب اور شیخ نجدی کے بڑے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب بھی وہابی عقائد ونظریات کے سخت مخالف تھے۔ پہلے انہوں نے شیخ نجدی کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن اُس نے اپنے بزرگ والد کی فہمائش کو بھی مردود کر دیا بلکہ باپ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ وجہ یہ تھی کہ شیخ نجدی اپنے والد کو بھی شرک کے حمایتیوں میں شمار کرتے تھے۔ شیخ نجدی کے بھائی شیخ سلیمان نے جب دیکھا کہ اُن کا بھائی برطانوی وزارت کا آلۂ کار بن چکا ہے اور اُس پر اقتدار ومنصب کا اتنا بڑا بھوت سوار ہو گیا ہے کہ وہ کسی حال میں اُترنے والا نہیں، تو انہوں نے اپنی دینی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے شیخ نجدی کے نظریات کے خلاف **"الصواعق الالهية فی الرد علی الوهابية"** نام کا ایک رسالہ تحریر کیا۔

علماء حق اور دینی حمیت وغیرت رکھنے والے مسلمانوں نے شیخ نجدی کی تحریک کو بر وقت ہی بے نقاب کرنے میں کامیابی تو حاصل کر لی لیکن اُس تحریک کے پھیلاؤ کا راستہ روکنے میں ناکام رہے، کیوں کہ اس کی پشت پر سامراجی قوت کا مضبوط ہاتھ تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا سب منظّم طریقے پر استعماری سازش کے تحت ہو رہا تھا۔ پھر مسلمانوں کی سیاسی و

مذہبی زبوں حالی اس پر مستزاد تھی۔ برطانوی نو آبادیاتی وزارت کی خفیہ اسکیم کتنی تیزی کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہو رہی تھی، اِس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امراء و رؤساءِ وقت کی بات تو چھوڑ یئے حیات سندھی، محمد بن اسماعیل، حسین عنّام وغیرہ علماء بھی سامراجی سازش کے شکار ہو کر مسلمانوں سے قتال کو جہاد کا نام دینے میں شیخ نجدی کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ بعض نے تو شرابِ وہابیت سے بدمست ہو کر اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل صنعانی نے وہابی تحریک کی مدح وثنا میں ایک طویل قصیدہ لکھ کر شیخ نجدی کی خدمت میں بھیجا تھا۔

قصیدہ میں انہدامِ قبورِ شہداء وصحابہ اور اسلامی شعائر کو مٹانے کی وہابی کوشش کو سراہتے ہوئے یہ لکھا ہے:

وَ یَعْمُرُ اَرْکَانَ الشَّرِیْعَةِ هَادِمًا　　　　مَشَاهِدَ ضَلَّ النَّاسُ فِیْهَا عَنِ الرُّشْدِ

ترجمہ: شیخ ابن عبدالوہاب نجدی اسلامی شعائر کو ڈھا کر ارکانِ اسلام کی از سرِ نو تعمیر کر رہے ہیں، جن کے معاملے میں لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔

پھر انبیاء، شہداء اور صالحین کو مشرکین کے بتوں سے اور اُن کو اپنی دعاؤں کا وسیلہ بنانے والے مسلمانوں کو مشرکین سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ لکھا ہے:

اَعَادُوْا بِهَا مَعْنٰی سَوَاعٍ وَ مِثْلَهٗ　　　　یَغُوْثَ وَ وَدٍّ بِئْسَ ذَالِکَ مِنْ وَدٍّ

ترجمہ: عرب میں لوگوں نے (انبیاء وصالحین کے وسیلے سے دعا کر کے) سواع، یَغُوْث اور وَدّ وغیرہ بتوں کی طرح بتوں کو پھر سے پوجنا شروع کر دیا تھا۔

اگلے اشعار میں شیخ صنعانی کا شیخ نجدی سے والہانہ عشق کا ایک نادر نمونہ ملاحظہ کیجئے۔ شیخ صنعانی اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

وَ کُنْتُ امْرَاً مِنْ جُنْدِ اِبْلِیْسَ فَارْتَمٰی
فِی الدَّهْرِ حَتّٰی صَارَ اِبْلِیْسُ مِنْ جُنْدِیْ
فَلَوْ مَاتَ قَبْلِیْ کُنْتُ اَدْرَکْتُ بَعْدَهٗ
دَقَائِقَ کُفْرٍ لَیْسَ یُدْرِکُهَا بَعْدِیْ

ترجمہ: میں (محمد بن اسماعیل صنعانی) ابلیس کے لشکر کا ایک فرد تھا۔ پھر زمانے میں ایسا انقلاب آیا کہ ابلیس میرے لشکر کا فرد ہو گیا۔

اگر شیخ نجدی کو مجھ سے پہلے موت آ جاتی تو اُن کے بعد ہمیں کفر کی وہ گھڑیاں ملتیں جو میرے بعد کے لوگوں کو نہیں ملیں گی۔ (عون المجد ۱/۱۱۲)

کوئی وہابی مولوی شیخ نجدی کی مدح و ثنا میں جو چاہے کہے۔ وہابی دعوت سے پہلے وہ ابلیس تھا یا ابلیس کے لشکر کا فرد تھا یا کیا تھا، یہ اُس کا ذاتی معاملہ ہے، لیکن کسی وہابی کو ہرگز یہ اختیار نہیں پہنچتا کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریات کو تسلیم نہ کرنے والوں کو کافر و مشرک اور مباح الدم قرار دے۔

جیسا کہ پہلے ذکر گیا کہ ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء کو محمد بن سعود کی موت کے بعد اُس کا بیٹا عبدالعزیز اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے اپنے دور میں وہابیت کے فروغ میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ حجاز کے شہروں اور دیہاتوں میں وہابی تسلط کے لئے محمد بن سعود سے زیادہ اُس کے بیٹے عبدالعزیز نے مسلمانوں کا قتل کروایا، اُن کے اموال لوٹے اور بزورِ شمشیر وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کی۔ اس دور میں وہابیت درعیہ کی سرحدوں سے نکل کر عمان، کویت، عراق اور حجاز کے اکثر شہروں تک پہنچ چکی تھی۔

عبدالعزیز کے عہد ہی میں اس کے بیٹے سعود کی کارکردگی میں طائف کو لوٹا گیا۔ ۱۲۱۷ھ کے واقعات میں طائف میں قتل و لوٹ کا جو واقعہ ہوا اُس کو صاحب عون المجد نے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَ قُتِلُوْ مِنْ اَهْلِهٖ فِی الْاَسْوَاقِ وَالْبُیُوْتِ فَقُتِلَ مِنْهُمْ عِدَّةُ مِائَتَیْنِ وَ اَخَذُوْا مِنَ الْبَلَدِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَثْمَانِ وَالْاَمْتَاعِ وَالسِّلَاحِ وَالْقُمَاشِ وَالْجَوَاهِرِ وَالسِّلَعِ الثَّمِیْنَةِ مَا لَا یُحِیْطُ بِهٖ الْحَصْرُ وَ لَا یُدْرِکُهُ الْعَدُّ۔

ترجمہ: طائف کے باشندوں کو بازاروں اور گھروں میں قتل کیا گیا۔ دو سو سے زائد قتل کئے گئے اور شہر سے بے شمار قیمتی اموال، ساز و سامان، ہتھیار، جواہرات اور قیمتی چیزیں لوٹی گئیں۔ (عون المجد ۱/۲۶۱)

سید احمد بن زینی دحلان نے لکھا ہے:

لَمَّا مَلَكُوا الطَّائِفَ فِيْ ذِى الْقَعْدَةِ سَنَة ١٢١٧ قَتَلُوْا الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَالْمَامُوْرَ وَالْاٰمِرَ وَ لَمْ يَنْجُ اِلَّا مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَ الصَّغِيْرَ عَلٰى صَدْرِ اُمِّهٖ وَ نَهَبُوْا الْاَمْوَالَ وَ سَبُوْا النِّسَاءَ وَ فَعَلُوْا اَشْيَاءَ يَطُوْلُ الْكَلَامُ بِذِكْرِهٖ۔

ترجمہ: جب ذوالقعدہ ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء میں وہابیوں نے طائف پر قبضہ کیا۔ چھوٹے، بڑے امیر اور رعایا سب کو قتل کیا، صرف بوڑھے بچ سکے۔ وہ بڑی سفاکی سے دودھ پیتے بچوں کو ماں کی گود سے چھین کر قتل کر دیتے تھے۔ انہوں نے مالوں کو لوٹا، عورتوں کو قیدی بنایا اور ایسے کام کئے جن کو ذکر کرنے سے بات بڑی طویل ہو جائے گی۔ (الدرالسنیۃ، ص۲۶)

مکہ مکرمہ پر چڑھائی اور اس کی بے حرمتی

طائف میں قتل وقتال، لوٹ کھسوٹ اور ظلم وستم سے فارغ ہو کر وہابی حکومت کی توجہ مکہ مکرمہ کی طرف ہوئی۔ وہ مکہ مکرمہ جہاں سے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا پیغام پوری دنیا کو سنایا تھا اور شرک وبت پرستی کا خاتمہ فرما دیا تھا، جہاں ہر سال توحید پرستوں کی ایک بڑی جماعت حجِ بیت اللہ کے لئے جمع ہو کر اپنے رب کی کبریائی اور پاکی بیان کرتی تھی۔ ایام حج میں **لبیک اللّٰھم لبیک** کی صدائیں گونجتی تھیں۔ مسجد حرام میں پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر اور حیّ علی الصلاۃ کہہ کر مسلمانوں کو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے کی دعوت دیتا تھا، ابن عبدالوہاب نجدی کی نگاہ میں وہی مکہ مکرمہ شرک وبت پرستی کا اڈہ تھا۔ سارے توحید پرست اُن کے نزدیک مشرک تھے۔ وہ حرم کے پاسبان تھے، لیکن مشرک تھے۔ نمازی تھے، لیکن مشرک تھے۔ بتوں کی پرستش سے دور ونفور تھے، لیکن سب کے سب بت پرست تھے۔ صرف اِس لئے کہ وہ بارگاہِ رسول کی حاضری کے لئے سفر کرنے کو سعادت تصور کرتے تھے۔ وہ رسول کی بارگاہ میں پہنچ کر اُن کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ روضۂ رسول کی تعظیم کرتے تھے۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں آرام فرمانے والے صحابہ وشہداء کی قبروں میں حاضری دیتے تھے۔ اُن کے وسیلے سے رب تبارک وتعالیٰ سے

دعائیں کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور مقامات متبرکہ کو حصول برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وفورِ محبت میں یارسول اللہ کہتے تھے۔

یہ ساری باتیں وہابیوں کے نزدیک شرک تھیں اور شرک کو مٹانا ضروری تھا لہٰذا وہابیوں کے لئے اِس سے بڑا کوئی کارنامہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مکہ مکرمہ کو شرک (وہابی تشریح کے مطابق) سے پاک کیا جائے۔

سعود بن عبدالعزیز کو شریفِ مکہ ''غالب'' کی قوت کا اندازہ تھا، اس لئے اُس نے بغیر کسی تاخیر کے ۱۲۱۸ھ میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر دی۔ سعود بن عبدالعزیز کی عسکری طاقت کا مقابلہ کرنے سے شریفِ مکہ عاجز تھے، لہٰذا انہوں نے مرکزی حکومت سے مدد مانگی لیکن اُس وقت ترکی حکومت کی باگ ڈور سلیم خاں ثالث کے ہاتھوں میں تھی اور اس کے اندر حکومت کے نظم ونسق کو مضبوط کرنے کی صلاحیت مفقود تھی۔ حکومت کے سیاسی حالات بہت کمزور تھے، جس کا فائدہ سعود بن عبدالعزیز کو بھرپور ہوا۔

جب شریفِ مکہ ''غالب'' کو ترکی، مصر وغیرہ کہیں سے کوئی مدد نہیں مل سکی تو مجبور ہو کر اہل مکہ کو وہابی فوج کے رحم وکرم پر چھوڑ کر جدہ چلا گیا۔ شریفِ مکہ کو یہ امید تھی کہ سعود بن عبدالعزیز اور ابن عبدالوہاب کے اطاعت گزار، کم از کم اہلِ مکہ کے کلمہ گو مسلمان ہونے کا خیال رکھیں گے اور حرم مکہ کا احترام کرتے ہوئے وہاں پر طائف جیسا کارنامہ انجام دینے سے گریز کریں گے، مگر:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

نام نہاد موحّدوں کو تو مکہ مکرمہ کو شرک و بت پرستی سے پاک کرنا تھا۔ ان پر کلمۂ توحید پڑھنے والوں سے جہاد فرض ہو چکا تھا، لہٰذا انہوں نے مکہ مکرمہ میں وہ بے مثال کارنامے انجام دیئے کہ حجاج بن یوسف اور یزید کی تاریخ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

سعود بن عبدالعزیز اپنی فوج کے ساتھ شہر مکہ سے باہر خیمہ لگائے ہوئے تھا۔ مکہ مکرمہ کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے فوج کو منظّم کیا جارہا تھا۔ اتنے میں چند معزز شیوخ اور اشرفِ مکہ معاہدۂ امن وصلح کے ارادے سے سعود بن عبدالعزیز کے پاس پہنچے۔ اُن میں شیخ محمد طاہر سنبل، سید محمد میر غنی، سید محمد محسن العطاس، شیخ عبدالحفیظ عجیمی تھے۔ انہوں نے امن وصلح

کی بات کرتے ہوئے سعود بن عبدالعزیز سے کہا کہ ہماری جان و مال سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ہم آپ کی حکومت کے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں کریں گے۔ مکہ میں اِس وقت شریفِ مکہ ''غالب'' کے برادر عبدالمعین بن مساعد والی مکہ ہیں، اُن کو اُن کی ولایت پر قائم رکھا جائے۔لیکن یہاں مقصد کچھ اور تھا۔ابن سعود علماء حرمین اور اشرافِ مکہ کو مسلمان ہی کب سمجھتا تھا کہ اُن سے صلح کی بات کرتا۔اُس نے تمام شیوخ و علماء مکہ مکرمہ کی بات کو ٹھکرا دیا اور والی مکہ عبدالمعین بن مساعد کو وہابی توحید پر بیعت کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے ایک خط لکھا اور اور ظلم یہ ہے کہ وہابی مورّخ نے اس کو امان نامہ قرار دیا ہے۔خط کا عنوان ملاحظہ کیجئے!

''مِنْ سَعُوْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ اِلیٰ کَافَّةِ اَهْلِ مَكَّةَ وَالْعُلَمَاءِ وَ قَاضِی السُّلْطَانِ: اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتُمْ جِیْرَانُ بَیْتِ اللّٰهِ وَ سُكَّانُ حَرَمِهٖ آمِنُوْنَ بِاَمْنِهٖ اِنَّمَا نَدْعُوْكُمْ لِدِیْنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ''قُلْ یَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلیٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. فَاَنْتُمْ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ ثُمَّ اَمَانِ اَمِیْرِ الْمُسْلِمِیْنَ سَعُوْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ وَ اَمِیْرِكُمْ عَبْدِالْمُعِیْنِ بْنِ مُسَاعِدٍ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِیْعُوْا مَا اَطَاعَ اللّٰهَ. والسلام

خط کا مضمون ہو بہو وہی ہے جو کفار و مشرکین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارسال کردہ دعوتی خطوط کا تھا۔سعود بن عبدالعزیز کے خط کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ وہ اہل مکہ کو مشرک سمجھتا تھا، اسی بنا پر اہل مکہ کو مشروط امان دی کہ تم سعود بن عبدالعزیز کو امیر المسلمین تسلیم کرلو اور محمد بن عبدالوہاب کے افکار و نظریات کو قبول کرلو تو امان ہے ورنہ نہیں۔یہی وجہ ہے کہ حرمین پر قبضہ کرنے کے بعد سعود بن عبدالعزیز نے مسجد حرام سے چاروں مذاہب کے مصلے ہٹا کر صرف ایک وہابی مصلّٰے بچھا دیا۔مسجد حرام میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ''کشف الشبہات'' کے درس کو لازم کر دیا اور بزور شمشیر اہل مکہ کو وہابی دعوت کے متبع بنا کر صحابہ اور شہداء کی قبروں کو توڑ کر زمین کے برابر کر دیا اور دینی شعائر و آثار کو مٹا دیا۔

وہابی حکومت کا حرمین شریفین میں اسلامی آثار کو مٹانا

ابو الاعلیٰ مودودی کا ایک مصاحب محمد عاصم جو عقیدتاً وہابیوں کا ہم خیال تھا، سعودی حکومت کے ذریعہ آثارِ صحابہ وشہداء اور اسلامی یادگاروں کو مٹانے پر وہ بھی اپنے دکھ درد کے اظہار پر مجبور ہو گیا۔

اس نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے:

مکہ معظّمہ میں جتنے دوسرے آثار و مساجد ہیں، اُن کی نسبت تاریخی لحاظ سے بہرحال یقینی نہیں ہے لیکن دار الارقم کی نسبت تاریخی اعتبار سے تقریباً یقینی اور قطعی تھی۔ یہ جس جگہ پر آج سے چند سال پہلے قائم تھا، تمام مسلمان بادشاہوں اور امراء نے اس کی اس لحاظ سے ہمیشہ حفاظت کی ہے کہ جس جگہ دار الارقم قائم تھا ہر دور میں اس جگہ قرآن وحدیث کی تعلیم کا کوئی نہ کوئی سلسلہ جاری رہا۔ عمارتیں اگرچہ گرتی اور بنتی رہی ہوں گی، لیکن بہرحال جگہ وہی رہی۔ آخری عمارت جسے ہم نے ۱۹۴۹ء میں خود دیکھا ہے غالباً نویں صدی ہجری کی بنی ہوئی تھی، اس کے دروازے پر بھی دار الارقم لکھا ہوا تھا اور اس کے اندر بھی بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے جن میں سے ایک پر یہ عبارت کندہ تھی۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ھٰذَا مُخْتَبَأُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ دَارُ الْخَیْزَرَان وَ فِیْھَا مَبْدَءُ الْاِسْلَامِ.

دوسرے پتھر پر عمارت کے بانی کی حیثیت سے ابو جعفر محمد بن علی بن ابی منصور الاصفہانی وزیر الشام والموصل کا نام کندہ تھا۔ ہمارے پہلے سفر کے زمانے میں شیخ ابو السمع، عبد الزاہد مُرحّم (موجودہ خطیبِ حرم کے بڑے بھائی) کا درسِ قرآن وحدیث ہوا کرتا تھا، مگر اب وہاں کیا دیکھتے، افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ تاریخی آثار سے سعودی حکومت کا تغافل ایک ایسی چیز ہے جو عرب کی سیاحت کرنے والے ہر شخص کو بُری طرح کھٹکتی ہے۔ مشرکانہ افعال کو روکنا بالکل برحق مگر اسلام کے نہایت قیمتی آثار و تاریخ کو ضائع کرنا کسی طرح درست نہیں۔ (سفر القرآن، ۱۵۲-۱۵۳: محمد عاصم، بحوالہ تاریخ نجد وحجاز، ص ۳۲۹)

جنت المعلّٰی (مکہ مکرمہ کے قبرستان) کی مسماری کا ذکر کرتے ہوئے محمد عاصم لکھتے ہیں:

’’اس قبرستان میں ایک جگہ پر حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اور چچا حضرت ابو طالب کی قبروں کی نشاندہی کی جاتی تھی لیکن سعودی حکومت نے ان قبروں کو بھی مسمار کر کے ان کے آگے پختہ دیوار بنا دی ہے تاکہ کوئی شخص اس دیوار سے آگے نہ بڑھ سکے‘‘۔ (مصدر سابق، ص ۱۰۶)

بیعتِ عَقَبَہ کو اسلام میں تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ مِنٰی کے وسط میں عَقَبَہ کے آس پاس کی یادگار مساجد کے انہدام کی بابت لکھتے ہوئے محمد عاصم نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ یہاں پر مسجد خیف، مسجد المنحر، مسجد العشر ۃ کو بھی سعودی حکومت نے منہدم کر کے ان کے نام ونشان مٹا دیئے ہیں۔

محمد عاصم لکھتے ہیں:

’’جمرۂ عقبہ سے کچھ پہلے ایک چھوٹی سی مسجد تھی جسے مسجد العشر ہ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے سال مدینہ کے جن آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ یہاں جمع ہوئے تھے۔ جمرہ کے ساتھ ہی ایک اونچی جگہ تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں دوسرے سال مدینہ منورہ کے بہتّر آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، جو تاریخ کی کتابوں میں بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے، اسی لئے اس جمرہ کا نام بھی جمرۂ عقبہ رکھا گیا ہے، مگر یہ جگہ بھی اب نئی سڑک کے نیچے آ گئی ہے، حالانکہ بیعت عقبہ جیسی اہم تاریخی یادگاروں کو ذرا سی توجہ سے محفوظ کیا جا سکتا تھا۔ (مصدر سابق، ۱۵۸-۱۵۹)

حرمِ مدینہ میں وہابی کارستانیاں

مدینہ کے مشہور قبرستان ’’البقیع‘‘ یا بقیع الغرقد میں آرام فرمانے والے صحابۂ کرام کی قبروں اور اُن پر بنے ہوئے خوبصورت قبوں کو سعودی حکومت نے توڑ کر زمین کے برابر کر دیا ہے۔ اس کے بارے میں محمد عاصم لکھتے ہیں:

''ترکوں کے دور میں یہاں بھی بہت سی پختہ قبریں اور اُن پر خوبصورت قبے بنے ہوئے تھے، مگر نجدی حضرات نے شریف حسین کو شکست دے کر جب مدینہ منورہ پر قبضہ کیا تو یہاں کے اکثر قبے گرادئے اور قبریں توڑ دیں۔ (مصدر سابق، ص ۲۳۶-۲۳۷)

وہابی مورّخ مرزا حیرت دہلوی نے یہ لکھا ہے:

۱۸۰۳ء کے اختتام پر مدینہ بھی سعود بن عبدالعزیز کے قبضے میں آ گیا۔ مدینہ کے لئے اس کے مذہبی جوش میں یہاں تک اُبال آیا کہ اس نے اور مقبروں کو گرا کر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا۔ آپ کے مزار کی جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا اور اُس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کے مزار مقدس پر پڑی رہتی تھی۔ (حیات طیبہ، ص ۳۰۵، بحوالہ تاریخ نجد وحجاز)

رشید رضا مصری نے یہ لکھا ہے:

یہی لوگ (سعود بن عبدالعزیز اور اس کی فوج) تیرہویں صدی ہجری کے آغاز (۱۸۰۳ء) میں حرمین شریفین پر قابض ہوئے تھے، لیکن انہوں نے حجرہ شریفہ کو نہیں گرایا۔ البتہ بعض مورّخین کا قول ہے کہ انہوں نے حرم نبوی کے قبہ کے اوپر سے سونے کا ہلال اور کرہ اتار لیا تھا اور وہ قبہ کو بھی گرانا چاہتے تھے لیکن ان کارکنوں میں سے جو ہلال اور کرہ کو اتارنے کے لئے اوپر چڑھے تھے دو آدمی نیچے گر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (المنار مصر نجد وحجاز، ص ۱۱۲، ۱۱۳، بحوالہ تاریخ نجد وحجاز، ص ۱۴۶)

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

''سعود بن عبدالعزیز کا پھر ''بنی ضرب'' سے حرب کا اتفاق ہوا اور ان کے شہروں میں اُس نے بہت خوں ریزی کی اور شہر ''ینبوع'' میں اترا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کی پھر مدینہ منورہ میں گیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ باندھا اور مزار مقدس نبوی کو برہنہ کر دیا اور اس کے خزائن اور دفائن سب لوٹ کر درعیہ کو لے گیا۔ بعضوں نے کہا کہ ساٹھ اونٹوں پر بار کر کے خزانہ لے گیا اور ایسا ہی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے مزارات کے ساتھ پیش آیا اور مدینہ پر ثمر بن شیخ بنی حرب کو حاکم کیا اور لوگوں کو دعوت وہابیہ کے قبول کرنے پر مجبور کیا اور سعود نے قبۂ مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس امر کا

مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے کوئی نہ کرے اور عثمانیوں کو حج سے روکا اور کئی برس تک لوگ حج سے محروم رہے اور شام اور عجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا اور ان کے خوف سے اکثر حجاج اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔(ترجمان وہابیہ، ص ۳۶، بحوالہ سابق)

جزیرۃ العرب سے وہابی حکومت کے پہلے دور کا اختتام

1157ھ/1745ء سے لے کر 1233ھ/1818ء تک نجد سے لے کر پورے جزیرۃ العرب میں وہابی حکومت کا تسلط قائم رہا۔ عام مسلمانوں کو بزورِ شمشیر وہابی مذہب میں داخل کیا گیا۔ امراء و رؤسا کو دولت و اقتدار کا لالچ دے کر وہابیت کے جال میں پھانسا گیا۔ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کے قتل وقتال، اُن کے اموال کی لوٹ اور ظلم و جبر کی نئی داستان رقم ہوتی رہی۔ وہابی ظلم و ستم سے مقابرِ صحابہ، مزاراتِ شہداء، مقاماتِ مقدسہ حتی کہ حرم کعبہ اور حرم مدینہ بھی محفوظ نہ رہا۔

کہتے ہیں کہ ظلم جب اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو قدرت اُس کی موت کے اسباب مہیا کر دیتی ہے۔ محمد بن سعود سے لے کر سعود بن عبدالعزیز تک وہابی حکومت کو جو غلبہ حاصل رہا وہ عبداللہ بن عبدالعزیز کا دور آتے ہی ختم ہونا شروع ہوا۔

مصنف تاریخ نجد وحجاز عبدالقیوم قادری صاحب جزیرۃ العرب سے وہابی حکومت کے پہلے دور کے اختتام کا جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں وہابیہ سرزمین عرب سے خلافت عثمانیہ کی جڑیں اکھاڑ رہے تھے اس زمانہ میں ترک بین الاقوامی جنگوں کے خلفشار میں مبتلا تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جزیرۂ عرب میں بغاوت انتہا کو پہنچ چکی ہے، مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا ہے اور مقاماتِ مقدسہ کی علی الاعلان بے حرمتی ہو رہی ہے تو انہوں نے عرب کی اصلاحِ احوال کی طرف توجہ کی''۔

سردار حسنی لکھتے ہیں:

اُس وقت جب کہ سارا عرب ترکی حکومت سے علیٰحدہ ہو چکا تھا، عثمانی سلطان کو بھی اپنے فرائض کا خیال پیدا ہوا۔ یورپ بھی عرب کے حالات سے غافل نہ تھا، نپولین اس زمانے میں مشرق کی فتوحات کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اُسے وہابی تحریک سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ تحریک کس کے لئے سدراہ ہوگی۔ چناں چہ تاریخی مواد سے یہ امر ثابت ہے کہ اس نے تفتیش حالات کی غرض سے بغداد کے فرانسیسی کرنل کو خاص طور پر مقرر کیا۔ سلطان روم ابھی غور وفکر ہی میں تھا کہ نجدیوں نے عراق کے مقدس مقامات پر پھر یورش کی۔ اپریل ۱۸۰۶ء میں نجف اشرف کا محاصرہ کرلیا، لیکن یہ مقدس شہر فتح نہ ہوسکا۔ انتقام کے طور پر نجدیوں نے نواحِ بغداد کے علاقوں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ اسی سال شام پر وہابیوں نے حملہ کیا اور حلب کو فتح کرلیا۔ شامیوں نے دب کر صلح کر لی، لیکن وہابی بیان شکنی میں طاق تھے لہٰذا معاہدے کے باوجود بار بار حملے کرتے رہے۔ ۱۸۱۰ء میں وہابی حوران تک، جو دمشق سے صرف دو دن کی مسافت پر واقع ہے بڑھ گئے اور وہاں کے بیسوں گاؤں کو لوٹ لیا۔ دمشق کے والی نے اُن کے خلاف مہم بھیجی لیکن وہ وہابیوں کو پسپا نہ کر سکے۔ معلوم ہوتا تھا کہ تُرک اس بلائے مبرم کے سامنے بے دست و پا ہیں۔ پیشتر ازیں ترکی سلطنت نے کبھی ایسی کمزوری کا اظہار نہ کیا تھا۔ ترک مشرق میں بغداد سے اور شمال میں دمشق سے وہابیوں پر حملہ کر چکے تھے لیکن ناکام رہے تھے۔ اب صرف مغرب کی جانب مصر کی راہ سے تُرک حملہ آور ہوسکتے تھے۔ ترکی سلطان نے محمد علی پاشا والی مصر کے نام فرمان صادر کیا کہ پاشاہ موصوف حجاز پر حملہ کرے اور حرمین شریفین کو فتنۂ نجدیہ سے نجات دلائے۔ پاشا موصوف برائے نام تو ترکی کا باجگزار حکمران تھا، لیکن عملاً کامل طور پر آزاد تھا اور اس زمانے میں خود مملوکین مصر کے بارے میں متفکر رہتا تھا۔ چناں چہ اول اول تو تعمیل حکم میں پس وپیش کرتا رہا، لیکن جب مصر کے تمام خدشے مٹ چکے اور اس کی حیثیت مستحکم ہو چکی تو اسے بھی بیک کرشمہ دوکار، دینی خدمت کے علاوہ فتح حجاز کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے ایک جرار لشکر تیار کیا اور ۱۸۱۱ء میں اپنے بیٹے طوسون پاشا کی قیادت میں حجاز پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس فوج میں تقریباً آٹھ سوترکی رسالہ کے جوان اور دو ہزار البانوی تھے۔ طوسون مدینہ منورہ کی طرف بڑھا، لیکن اس مقدس شہر کو ۱۸۱۲ء کے اواخر تک فتح نہ کرسکا۔

اس کے بعد تو مکہ مکرمہ اور طائف بھی فتح ہو گئے لیکن سعود اعظم (سعود بن عبدالعزیز) برابر مقابلہ پر بڑھتا رہا۔ اس وقت محمد علی پاشا خود فوج کی قیادت کے لئے حجاز میں آ گیا۔ طرابہ کے مقام پر جو نجد و حجاز کی سرحد پر واقع ہے اور جو بعد میں عرب تاریخ میں مشہور مقام ہوا، سعود اعظم نے علی پاشا کو شکست فاش دی۔ یہ ۱۸۱۳ء کا واقعہ ہے۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد ۱۸۱۴ء میں سعود مر گیا۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی وہابی کمزور ہو گئے۔ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ سعود بڑا فاتح گزرا ہے۔ اُس نے قریب قریب سارے عرب کو فتح کر لیا تھا اور قرب و جوار کے علاقوں کو بھی کھل کر تاخت و تاراج کیا تھا لیکن اس کی موت کے بعد اس کے جانشین حکومت کو سنبھال نہ سکے۔

محمد علی پاشا نے طرابہ کے مقام پر شکست اٹھانے کے بعد وہابیوں کے جوش و خروش کو دیکھ کر ایک چال چلی۔ مال و زر کے ذریعہ بدویوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ بدوی حال ہی میں جبراً وہابی کئے گئے تھے۔ یہ لوگ دولت کے لالچ میں ہر وقت بے وفائی کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ انعام و اکرام کے لالچ میں جوق در جوق محمد علی پاشا کی افواج میں شامل ہوتے گئے۔ ۱۸۱۴ء میں ''بوصال'' کے مقام پر جو طائف کے قریب ہی ایک مختصر گاؤں ہے، محمد علی پاشا نے وہابیوں کو فاش شکست دی، جس میں وہابی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔

عبداللہ، سعود اعظم کا جانشین ہوا تھا لیکن وہابی حکومت کو بربادی سے بچا نہ سکا۔ صحرائی جنگ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر ایک دفعہ لڑائی شروع ہو جائے تو مدت تک بند نہیں ہوتی۔ چناں چہ محمد علی پاشا نے عبداللہ سے صلح کر لی تھی لیکن منشا محض یہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے وہابیوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ چناں چہ ۱۸۱۵ء میں پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اب محمد علی پاشا کا دوسرا بیٹا ابراہیم پاشا جو لائق اور مشہور جرنیل تھا، سپہ سالار تقرر ہوا۔ ترکی، مصری فوجوں کی یلغار دیکھ کر عرب کے بہت سے قبائل حملہ آوروں سے مل گئے۔ چناں چہ باری باری مطیر، عتیبہ، حرب وغیرہ کے باشندوں نے وہابیوں کی اطاعت چھوڑ دی۔ وہابی فوجیں مختلف مقامات پر ہزیمت اٹھا کر پسپا ہوئیں۔ حملہ آوروں نے ایک ایک کر کے وہابی سلطنت کے تمام علاقے چھین لئے، یہاں تک ۱۸۱۸ء میں درعیہ دارالسلطنت پر بھی قبضہ کر لیا۔ مجبور ہو کر امیر عبداللہ نے خود کو فاتحین کے حوالے کیا۔ انہوں نے درعیہ کو تباہ و برباد

کر دیا۔ امیر عبداللہ کو قید کر کے پہلے قاہرہ بھیجا گیا، پھر قسطنطنیہ۔ محمد علی پاشا نے عثمانی سلطان کے حضور میں سفارش کی کہ امیر عبداللہ کی جان بخشی کر دی جائے لیکن ترکوں نے سلطان کے حکم کے مطابق مجمع عام کے روبرو امیر عبداللہ کو مسجد ایا صوفیہ کے چوک میں بڑی ذلت سے تہ تیغ کیا۔ اِس طرح وہابی سلطنت کے پہلے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ (سوانح حیات سلطان ابن سعود، ۴۹-۵۱، بحوالہ تاریخ نجد وحجاز، ۱۶۱)

وہابیت کا دوسرا دور

صاحب تاریخ نجد وحجاز لکھتے ہیں:

ایک طرف جزیرۂ عرب میں وہابیوں کی بغاوت کو کچلنے کے بعد ترکی پھر بین الاقوامی جنگوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے میدان میں نکل آیا۔ اِدھر وہابیوں کے خاکستر میں سے کچھ چنگاریاں پھر ابھر رہی تھیں۔ یہ چنگاریاں سازگار وقت کے انتظار میں ایک بار پھر شعلہ جوالہ بننا چاہتی تھیں۔

سردار حسنی وہابیوں کی اس بیداری اور کامیابی کے حصول کے لئے ماحول سازی کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس وقت نجد اور حجاز بھی مصر کا ایک باجگزار صوبہ ہو گیا تھا۔ وہابیت کی تحریک خاک سیاہ کر دی گئی تھی لیکن اس میں کچھ شرارے ابھی باقی تھے اور مشتعل ہونے کے لئے مساعد حالات کے منتظر تھے۔ امیر عبداللہ کے مارے جانے کے کئی برس بعد نجد میں مصری حکومت کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی۔ ریاض میں جو مصری لشکر موجود تھا، باغیوں کی تلوار نے اُسے ٹھکانے لگایا۔ ۱۸۱۲ء میں امیر عبداللہ کے بیٹے امیر ترکی نے مصریوں کو نجد سے نکال باہر کیا اور خود نجد، الاحساء اور عمان کا امیر بن گیا۔ لیکن امیر ترکی کی اس حکومت کو وہابی سلطنت نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ امیر ترکی مصر کو خراج ادا کیا کرتا تھا۔

وہابیوں کی حقیقی طاقت وسطوت کا پیشتر ہی خاتمہ ہو چکا تھا، اب خانہ جنگی بھی شروع ہوئی۔ سعودی خاندان کے افراد آپس میں بغض وعناد کرنے لگے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ

زوال وانحطاط کی بدترین مثال تھی، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود فیصل کے عہد میں جو کہ امیر ترکی کا لڑکا تھا پھر وہابیوں کی حکومت میں جان کی رمق پیدا ہوئی۔

۱۸۴۳ء میں ''فیصل'' ریاض کا امیر بنا۔ اس نے اپنی حکومت کو عمان، الاحساء، قاسم اور جبل شمار تک وسیع کر لیا۔ وہ وہابی حکومت کو پہلی سی آن بان نہ دے سکا لیکن اپنی وفات تک بڑی کامیابی سے حکمرانی کرتا رہا۔

۱۸۶۷ء میں فیصل کی موت کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ تخت نشین ہوا۔ یہ شخص لوگوں کی نگاہ میں رذیل اور خسیس تھا۔ اس کے بھائی سعود نے ۱۸۷۱ء میں اُسے تخت سے اتار دیا اور خود امیر بن بیٹھا۔ لیکن خانہ جنگی کے سبب قاسم، جبل شمار صوبوں سے وہابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ کو تخت سے معزول کرنے کے سبب سعود سے عبداللہ انتقام لینا چاہتا تھا، لہٰذا اس نے اپنے خاندانی دشمن تُرک سے کمک طلب کی۔ ترکوں نے موقع کو غنیمت جانا اور عبداللہ کو اپنی طرف سے نجد کا والی مقرر کر دیا۔ عبداللہ کی مدد کے لئے ایک مہم تیار کر کے صوبہ الحصار کو فتح کر لیا۔ سعود ترکوں سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے ۱۸۷۲ء میں ترکوں سے مفاہمت پیدا کرنے کے لئے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بغداد بھیجا۔ ترک سعود کی پیش قدمی سے خوش ہونے کے بجائے الٹے عبدالرحمٰن کو قید کر لیا۔

سعود ۱۸۷۵ء میں مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا معزول شدہ بھائی عبداللہ تخت نشین ہوا۔ گرچہ عبداللہ نے آٹھ برس حکومت کی لیکن وہ کوئی لائق حکمراں نہیں تھا۔ سعود کے دونوں بیٹے محمد اور سعود، عبداللہ سے حسد رکھتے تھے اور اس کے خلاف فتنہ وفساد برپا کرتے تھے۔ آخر کار دونوں نے عبداللہ کو تخت سے اتار کر قید میں ڈال دیا۔ ۱۸۸۹ء میں عبداللہ مر گیا۔ والی نجد محمد بن رشید نے عبداللہ اور اس کے بھائی عبدالرحمٰن کو قید سے آزاد کیا تھا۔ عبداللہ کے مرنے کے بعد عبدالرحمٰن کو توقع تھی کہ اُسے ریاض کا حاکم بنا دیا جائے گا لیکن محمد بن رشید اس تجویز سے متفق نہیں تھا۔ اس نے سلیم ابن اسحاق کو ریاض کا حاکم بنا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد محمد بن رشید کو خاندان سعود کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تو اس نے سلیم کو حکم دیا کہ خاندان سعود کے تمام افراد کو قتل کرا دے۔ کسی طرح اس سازش کی خبر عبداللہ کے بھائی عبدالرحمٰن کو ہو گئی۔ سلیم خاں ابھی خاندانِ سعود کے قتل کا منصوبہ بنا ہی رہا تھا کہ آلِ

سعود نے اس پر حملہ کر کے جان سے مار ڈالا اور ریاض میں اپنی حکومت جمالی۔ ریاض میں اگر چہ آل سعود کی حکومت قائم ہوگئی لیکن نجد کے دیگر صوبہ جات میں محمد بن رشید کا اقتدار تھا۔ چند ماہ آل سعود نے صوبہ ''الاریہ'' جہاں ریاض واقع ہے، پر حکومت کی لیکن جنوری ۱۸۹۱ء میں محمد بن رشید نے بریدہ کے مقام پر سعودی افواج کو شکست فاش دی اور مزید گوش مالی کے لئے دارالسلطنت ریاض کی طرف بڑھا۔ عبدالرحمٰن نے محسوس کیا کہ وہ ابن رشید سے مقابلہ نہیں کرسکتا اس لئے وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں سے نکل کر والی کویت کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔

۱۸۲۳ء سے لے کر ۱۸۹۱ء تک نجد کے بعض علاقوں اور جزیرۂ عرب کے بعض حصوں پر امیر ترکی سے لے کر عبدالرحمٰن تک وہابیوں کا اقتدار قائم ہوا لیکن ترکوں کی پیش قدمی اور آل رشید کی زبردست مخاصمت سے وہابیت کی کمزور دیوار کو ایک بار پھر سے منہدم کر دیا گیا۔ اس طرح سے وہابیت کے دورِ ثانی کا اختتام ہوا۔ (تاریخ نجد وحجاز ملخصا،۱۴۴)

وہابیت کا تیسرا دور

صاحب تاریخِ نجد وحجاز نے وہابیت کے تیسرے دور سے متعلق جو کچھ اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اس کے کچھ اقتباسات ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۵/جنوری ۱۹۰۲ء سے لے کر ۲۵/دسمبر ۱۹۲۵ء تک ابن سعود ترکوں اور اس کے حلیف عربوں سے برسرِ پیکار رہا۔ اس دوران بد قسمتی سے ترک، اتحادی فوجوں کے ساتھ بین الاقوامی جنگوں میں الجھا ہوا تھا۔ ادھر سعودی خاندان کو برطانوی استعمار سے نقد روپیہ اور اسلحہ کی وافر مقدار مل رہی تھی۔ دوسری طرف کرنل ''لارنس'' سالہا سال سے عرب میں ترکوں کے خلاف ''عرب قومیت'' کا پروپیگنڈہ کررہا تھا جس کے نتیجے میں عام عرب آبادی بھی ترکوں کے خلاف مشتعل ہوگئی تھی۔ جنگ عظیم کے موقع پر شریف حسین نے بھی ترکوں سے غداری کر کے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ تمام عناصر مل کر ابن سعود کو تقویت پہنچا رہے تھے اور ترکوں کے لئے حالات دن بدن ناسازگار ہوتے جارہے تھے۔ بین الاقوامی

جنگوں میں الجھنے کی وجہ سے ترکوں کے لئے عرب کو کنٹرول کرنا ممکن نہ رہا، جس کے نتیجے میں سعودی طاقت بڑھتی گئی۔ انہوں نے پہلے ترکوں کے حلیف آل رشید کو شکست دی۔ پھر خود ساختہ خلیفہ شریف حسین کو سرزمین عرب سے نکلنے پر مجبور کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵/ دسمبر ۱۹۲۵ء میں تمام جزیرۂ عرب پر ابن سعود کی سلطنت کا اعلانِ عام کر دیا گیا۔

یہ ایک اجمالی خاکہ ہے، تفصیل کے لئے ہم ایک غیر مقلد اہل قلم محمد صدیق قریشی کی تحریر پیش کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

موجود سعودی سلطنت کے بانی شاہ عبدالعزیز تھے، وہ ۲۲/ دسمبر ۱۸۸۰ء (۲۹/ ذوالحج ۱۲۹۷ء) کو ریاض میں پیدا ہوئے۔ اوپر یہ ذکر ہو چکا ہے کہ عبدالرحمٰن بن فیصل اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ کویت میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے کویت پہنچ کر امیر کویت کی مدد سے اپنی کھوئی ہوئی مملکت واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حتیٰ کہ انہیں ۱۹۹۱ء میں اپنی عورتوں اور بچوں کو بحرین میں پناہ لینے کے لئے بھیجنا پڑا۔

۱۸۹۵ء میں ترک حکومت نے نجد کے ابن رشید کی بڑھتی ہوئی قوت میں توازن پیدا کرنے کے لئے امیر عبدالرحمٰن کو کویت میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دے دی اور ان کے گزر اوقات کے لئے ساٹھ پونڈ بھی دینے کا وعدہ کیا۔ یہاں ان کی رہائش گاہ تین کمروں پر مشتمل تھی۔ یہ زمانہ بڑی تنگی و ترشی سے گزرا۔ الاؤنس نہایت قلیل تھا اس پر طرہ یہ کہ باقاعدگی سے ادا نہ کیا جاتا۔ اس تنگدستی کا اس وقت شدت سے احساس ہوا جب امیر عبدالعزیز کی شادی محض رقم نہ ہونے کی وجہ سے چالیس دن تک ملتوی کرنی پڑی، تا آنکہ ایک دیرینہ دوست یوسف ابراہیم نے اِس ''امیرِ بے کارواں'' کی اعانت کی، تب کہیں امیر عبدالعزیز دولہا بنے۔

کویت کے دورانِ قیام میں امیر عبدالعزیز اپنا وقت گھوڑ سواری میں صرف کرتے۔ کبھی کبھار وہ شتر سواری کرتے ہوئے دور صحرا میں نکل جاتے اور عقابوں سے شکار کرتے۔ شام کو آگ کے آلاؤ کے آگے بیٹھ جاتے۔ کافی کا دور چلتا اور مجاہدین کے قصے دہرائے جاتے کہ...... لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ...... امیر عبدالعزیز پر صرف ایک دھن سوار تھی وہ یہ کہ اپنے حریف کو نیچا دکھائیں، لیکن دشمن تر نوالہ نہ تھا، وہ ہر دم چوکنا رہتا۔

۱۶/فروری ۱۹۰۱ء کو امیر عبدالعزیز کا ابن رشید کے ساتھ پہلی مرتبہ تصادم ہوا لیکن سعودیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ جنگجو عبدالعزیز نچلا بیٹھنے والا نہ تھا۔ اگلے سال شعبان کے اوائل میں اس نے چالیس نوجوان ساتھ لئے، لمبا چکر کاٹا اور کاروانی راستوں سے ہٹ کر صحرائے رُبعُ الخالی کے کنارے روانہ ہوا۔ بہت سے مہم جو بدو بھی شریک ہو گئے تھے، لیکن وہ راستہ میں چھٹتے چلے گئے۔ ''ابو حیطان'' کے کنوؤں کے مشرق میں انہوں نے عید الفطر منائی اور پھر اسی رات مشرق کی طرف بڑھے۔ حد نگاہ تک لق و دق ریگزار تھا۔ اگلا دن انہوں نے سطحِ مرتفع جبیل کی نچلی وادیوں میں چھپ کر گزارا۔ جونہی سورج غروب ہوا اور تاریکی پھیل گئی یہ لوگ پھر چل کھڑے ہوئے۔ اب ریاض کے باغات اور فصیل کے ہیولے نظر آنے لگے۔ یہاں نوجوان عبدالعزیز نے چھ ساتھی منتخب کئے اور باقی افراد کو حکم دیا کہ اگر انہیں اگلے دن دوپہر تک ان کی خبر نہ ملے تو کویت کی طرف کوچ کر جائیں۔ اکیس سالہ طویل القامت (چھ فٹ پانچ انچ) سالار کے اِس دستہ میں اُن کے بھائی محمد اور چچیرے بھائی عبدالعزیز فہد اور عبداللہ تھے۔ جواں سال سالار اِس قدر محتاط تھا کہ اس نے اپنے ہمراہیوں کو بھی اپنے مشن سے آگاہ نہ کیا۔

ریاض سامنے نظر آ رہا تھا، جس کے در و دیوار جنگ گزیدہ تھے، جس کی آبیاری امیر عبدالعزیز کے آباواجداد نے اپنے لہو سے کی تھی۔ پورا شہر نیند کی خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ لوگ شہر پناہ کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ فصیل ابھی تک شکستہ حالت میں ہے۔ سعود آسانی سے شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ رات دو بجے کا عمل ہوگا۔ سردی بڑھ گئی تھی اور لوگ اپنے گھروں میں لحافوں میں دبکے پڑے تھے۔ شہر کے وسط میں رشیدیوں کا قلعہ تھا، جہاں رشیدی گورنر ''عجلان'' رات بسر کیا کرتا تھا۔ اس کی رہائش گاہ قلعہ کے واحد گیٹ کے بالمقابل واقع تھی۔ امیر عبدالعزیز نے دروازے پر دستک دی۔ ایک خاتون برآمد ہوئی۔ حملہ آور جھپٹے اور چشم زدن میں مکینوں کی مشکیں کس کر انہیں ایک کمرے میں محبوس کر دیا۔ یہ مکین خواتین اور خدام تھے۔ ایک تنومند محافظ اُن پر تعینات کر دیا گیا۔

ادھر امیر عبدالعزیز کے ساتھی چھت پر پہنچ کر جھِری (سوراخ) کی اوٹ میں قلعہ کے دروازے پر شست باندھ کر (نشانہ لگا کر) بیٹھ گئے تا کہ شکار نکلے اور یہ شاہین خوگر جھپٹ کر

اسے اپنی آہنی گرفت میں لے لیں۔ اس دوران میں کافی کا تلخ جرعہ حلق میں اتارتے اور تلاوت قرآن کرتے رہے۔ سپیدۂ سحر نمودار ہوا، وہ خدا کے حضور سربسجود ہو گئے، نماز فجر سے فارغ ہو کر انہوں نے فتح اور نصرت کی دعا مانگی۔

رشیدی گورنر کا دستور تھا کہ وہ علی الصبح قلعہ سے نکل کر گھر کی راہ لیتا۔ حسب معمول دروازہ کھولا اور گورنر اپنے خدام وحشم کے ساتھ باہر نکلا۔ ابھی وہ آدھا راستہ ہی طے کر پایا تھا کہ امیر عبدالعزیز اور ان کے بپھرے ہوئے جانباز ان پر ٹوٹ پڑے۔ عجلان مقابلہ کرنے کے بجائے الٹے پاؤں واپس بھاگ کھڑا ہوا۔ عبداللہ ابن جلوی نے اپنے جھوٹے سے نیزے سے اس کا نشانہ باندھا، لیکن چوک گیا۔ نیزے کا پھل ٹوٹ گیا اور پھاٹک کے دائیں ہاتھ والی لکڑی کے نقش ونگار میں پیوست ہو گیا۔ تاہم عجلان پھاٹک کی کھڑکی میں قلعہ کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ دروازہ بند ہوتا عبداللہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر پہنچ گیا اور عجلان سے گھتم گھتا ہو گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس اثناء میں امیر عبدالعزیز اور ان کے باقی ساتھی بھی قلعہ کے اندر پہنچ چکے تھے۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ قلعے کے محافظ اور عجلان کے باڈی گارڈ بھونچکے دیکھتے رہے۔ اتنے میں ابن سعود کے آدمیوں نے پھاٹک کھول دیا اور باقی ساتھی بھی اندر پہنچ گئے۔ خونریز جنگ چھڑ گئی۔ عجلان کے چالیس ساتھی مارے گئے۔ باقی چالیس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ امیر عبدالعزیز کے دو ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر دو گھرانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ ۱۰/جنوری ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے۔

اسی روز امیر عبدالعزیز نے امیر نجد اور تحریک اسلامی کے امام کا خطاب اختیار کیا۔ اس طرح سعودی مملکت کی تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوا۔ امیر عبدالعزیز نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ کویت سے اپنے والد کو بلایا۔ امیر عبدالرحمٰن ''سرف'' کی لڑائی کے بعد اپنے بیٹے کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے۔ ان کے سامنے کٹھن منزلیں تھیں۔ انہیں اپنی مملکت کو مستحکم بھی کرنا تھا اور جو علاقے ابھی تک حریف کے قبضے میں تھے انہیں واگزار بھی کرانا تھا۔ ان کے شب وروز اکثر دارالحکومت سے باہر معرکہ آرائیوں میں گزرتے۔ امیر عبدالعزیز کی غیر حاضری میں نیابت کے فرائض امیر عبدالرحمٰن کے سپرد ہوئے۔ امیر عبدالرحمٰن بارہ برس کے

بعد ریاض میں داخل ہوئے تو ان کی آنکھوں سے اشکِ مسرت موتی بن کر ٹپکنے لگے۔ جب وہ یہاں سے بھاگ کر کویت میں پناہ گزیں ہوئے تھے تو یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ دوبارہ اپنی سرزمین میں لوٹیں گے تو ان کا قابل فرزند یہاں کا حکمران ہوگا۔ امیر عبدالرحمٰن نے زمانہ کی تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ وہ جہاندیدہ اور سرد و گرم جانتے تھے۔ اگلے پچیس برس امیر عبدالرحمٰن اپنے عظیم فرزند کی ہر اہم اور مشکل مرحلے میں رہنمائی کرتے رہے۔ مملکت کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ امیر عبدالرحمٰن امیر عبدالعزیز کی عملی زندگی میں اسلام کو نافذ کرنا چاہتا تھا، کیونکہ یہی ان کی قوت کا اصل سرچشمہ تھا۔ اِسی سے اُن کے ولولوں کے سوتے پھوٹتے تھے۔ اب یہ اُن کی ذمہ داری تھی کہ عرب معاشرے میں جن بدعتوں اور کمزوریوں نے سر اٹھایا تھا اس کی سرکوبی کریں اور وہ دلیر بھی تھے اور ذہین و فطین بھی۔ چنانچہ وہ جلدی ہی عظیم المرتبت شخصیت بن گئے، لیکن یہاں تک پہنچنے کے لئے انہیں کئی برس تک پیہم جدو جہد کرنی پڑی اور ان گنت مصائب سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے رشیدیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے سب سے پہلے بدوؤں کو ایک عملی تحریک کے پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ یہ لوگ اخوان کہلاتے تھے۔ نجد کے بدوان کی شخصیت کے سحر سے بے حد مرعوب تھے۔ امیر عبدالعزیز نے ''اخوان'' کے مقصد کو اپنے ایک تاریخی جملے میں سمو دیا۔ ''خدا ہمارے ساتھ ہے اور عالم اسلام کو اصلاح و تطہیر کے لئے اب بھی اسلامی تحریک کی اشد ضرورت ہے''۔

۱۹۰۴ء تک ابن سعود نے جنوب میں اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔ اُسی سال ترکوں نے ابن رشید کی مدد کے لئے گیارہ رجمنٹ اور چودہ توپیں بھیجیں۔ ترکی فوج کا قائد احمد فیضی پاشا تھا۔ ابن سعود کو عارضی طور پر ریاض کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ لیکن جلد ہی انہوں نے اپنی قوت یکجا کر لی اور اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بھاگ گیا۔ پورا صوبہ ''قصیم'' ان کے قدموں تلے تھا۔ قصیم کی گورنری اپنے برادر صغیر سعد کے حوالے کرنے کے بعد ۱۴/اپریل ۱۹۰۶ء کے موسم بہار میں امیر عبدالعزیز ابن سعود ریاض کی طرف لوٹ رہے تھے کہ پتہ چلا ابن الرشید ''بریدہ'' سے بیس میل شمال میں فوج لے کر پہنچ گیا ہے۔ ابن سعود نے شب خون مارا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ ابن رشید کے جسم میں بیس گولیاں لگیں اور وہ مارا گیا۔ اس مختصر مگر خونریز لڑائی کے بعد نجد سے ترکوں کا اثر مکمل طور پر ختم ہو گیا۔

آنے والے چھ سالوں میں قدرے سکون رہا! اگر چہ کبھی کبھار جھڑپیں ہو جاتیں۔ ۱۹۱۰ء کا سال ابن سعود کے لئے نا مبارک سال تھا۔ ابن سعود کے چچا سعود کے پوتوں نے ''خرج'' اور ''حریق'' کے علاقے میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ ادھر مکہ کا شریف حسین ایک زبردست فوج کے ساتھ صوبہ قصیم میں آ دھمکا، اور عتیبہ قبیلے کے حقوق کا محافظ بن بیٹھا۔ عبداللہ کا موقف یہ تھا کہ ابن سعود نے عتیبہ کے حقوق غصب کر لئے ہیں۔ اس نے ابن سعود کے بھائی سعد کو یرغمال بنالیا۔ شریف حسین نے مطالبہ کیا کہ ابن سعود ترکی کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرے۔ وہ سالانہ چار ہزار پونڈ حکومت مکہ کو دے اور اہل قصیم کو اپنا گورنر منتخب کرنے کی آزادی دے۔ ابن سعود حالات میں کچھ اس طرح گرفتار ہوا کہ اپنے بھائی کو آزاد کرنے کے لئے اس نے شریف حسین کے لکھے ہوئے معاہدے پر دستخط کر دیئے اور سعد آزاد ہو گیا، لیکن ابن سعود نے اس معاہدے پر عمل نہ کیا۔ اس کا موقف یہ تھا کہ معاہد دباؤ کے تحت ہوا تھا۔ والی مکہ نے جنوبی نجد میں ہونے والی بغاوت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اور ابن سعود کے لئے ان شرائط کو تسلیم کرنے کے سوائے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

عبداللہ کے رخصت ہوتے ہی ابن سعود دو دو ہاتھ کرنے کے لئے خرج اور حریق کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے بغاوت کو سختی سے کچلا اور باغیوں کا نجد کے قریہ قریہ میں تعاقب کیا۔ لگے ہاتھوں عتیبہ کو ان کی شرارت کا مزا بھی چکھایا جنہوں نے عبداللہ کو ابن سعو کے خلاف دعوتِ مبارزت (مقابلہ) دی تھی۔ پھر اہل قصیم کی باری آئی جن سے ابن سعود نے شمشیر و سیاست کاری دونوں حربے استعمال کئے۔ ۱۹۱۴ء میں ابن سعود نے الاحساء کی طرف توجہ دی۔ الاحساء کبھی نجد کا حصہ تھا اور محمد بن عبدالوہاب کی تحریک اصلاح و تجدید دین کا پر جوش پیروکار اقتصادی لحاظ سے بڑا پر کشش تھا اور ابن سعود اپنی مملکت کے معاشی استحکام کے لئے اسے واپس لینا ناگزیر سمجھتے تھے۔ وہ موقع کی تلاش میں تھے۔ ان دنوں ''بلقان'' کی جنگ زوروں پر تھی اور اندرون ملک قبائل کی صفوں میں انتشار تھا۔ لشکر کشی کا بڑا عمدہ موقع تھا، جسے ابن سعود ایسا ماہر سیاست دان ضائع نہ کر سکتا تھا۔ کاروائی کے لئے بہانہ بھی موجود تھا۔ ہفوف کے علاقے میں ان کے باغی رشتہ داروں نے پناہ لے رکھی تھی اور انہیں ابن سعود کے خلاف استعمال کیا جا رہا تھا۔ ایک اندھیری شب میں ابن سعود نے

پندرہ سو تیز شتر سواروں کی مدد سے الاُحسَاء پر حملہ کر دیا۔ قلعہ میں ایک ہزار ترک پیادہ فوج موجود تھی۔ اس کے پاس توپیں بھی تھیں۔ دس دن کے اندر ''قطیف'' کے غرور کا بت ابن سعود کے قدموں میں پاش پاش ہو چکا تھا۔ قطیف کے ترک گورنر اور فوج کو جنگی اعزاز کے ساتھ مارچ کرانے کے بعد ''عقیر'' کی بندرگاہ لے جایا گیا۔ جہاں سے کچھ بصرہ چلے گئے اور باقی ماندہ نے ''قطر'' کا رخ کیا۔

رشیدیوں اور ترکوں کے ساتھ آویزش جاری تھی کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور ترک جنگ میں شریک ہو گئے۔ ابن سعود نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور رشیدیوں سے ٹکراتے اور اپنی قوت مضبوط کرتے رہے، ۲۶/دسمبر ۱۹۱۵ء میں برطانیہ اور ابن سعود کے درمیان ''معاہدہ داران'' طے پایا۔ معاہدہ پر شاہ برطانیہ کی طرف سے خلیج فارس کے علاقے میں مقیم چیف پولیٹیکل ریذیڈنٹ ''سرپرسی کاکس'' نے دستخط کیے۔ اس معاہدہ کی رو سے:

(1) برطانیہ نے ابن سعود اور ان کی اولاد کو نجد کا حکمران تسلیم کر لیا۔

(2) بیرونی جارحیت کی صورت میں ابن سعود کو برطانیہ کی اعانت حاصل ہو گئی۔

(3) ابن سعود کے بیرونی معاملات پر برطانوی سیادت تسلیم کر لی گئی۔

(4) ابن سعود نے یہ تسلیم کیا کہ وہ اپنا علاقہ یا اس کا کچھ حصہ برطانیہ کی مرضی کے بغیر کسی طاقت کے حوالے نہ کریں گے۔

(5) ابن سعود اپنے علاقے میں حاجیوں کے قافلے کے راستے کھلے رکھیں گے۔

(6) ابن سعود نے وعدہ کیا کہ وہ کویت، بحرین اور ساحلی اماراتوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔

معاہدے کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں ایسی کوئی دفعہ نہ تھی کہ ابن سعود، شریف حسین کے علاقے پر حملہ نہ کریں گے۔ بعد ازیں ''کاکس'' کی استدعا پر ابن سعود نے ستمبر ۱۹۱۴ء میں کویت کے شیخ جابر الصباح، عنیزہ کے شیخ فہد اور محمرہ کے شیخ ہزال سے بصرہ سے ملاقات کی۔ یاد رہے کہ شیخ مبارک الصباح کا ۱۹۱۵ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ابن سعود کو برطانیہ میں ۶۰۰۰۰/ پونڈ سالانہ کی امداد ملنے لگی۔ آگے چل کر ایک لاکھ پونڈ مقرر کر دی گئی علاوہ ازیں انہیں تین ہزار رائفلیں اور تین مشین گنیں بھی تحفے میں دی گئیں۔

جنگ عظیم کے دوران ابن سعود اور شریف حسین کے مفادات کا کئی بار تصادم ہوا۔ جولائی ۱۹۱۴ء میں شریف حسین نے عثمان کی بالا دستی کا جُوا اتارا پھینکا اور ترکوں کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ اسی مہینے شریف حسین نے ایک اور اقدم یہ کیا کہ ینبوع کی بندرگاہ پر قبضہ کرلیا۔ ۱۹/ اکتوبر کو عرب کی آزادی اور پھر عرب مملکت کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان سے تلخی بڑھی۔ اتحادی اسے حجاز کا بادشاہ تسلیم کرتے تھے، لیکن عرب ملکوں کا بادشاہ ماننے میں انہیں کوئی منطق نظر نہ آئی۔ ابن سعود نے شروع میں تو شریف حسین کے ان اقدامات پر خاموشی اختیار کی، لیکن ۱۹۱۸ء کے موسم گرما میں ''خرمہ'' کے سرحدی نخلستان میں دونوں کی افواج میں مسلّح تصادم ہوگیا۔ برطانیہ جنگ میں بری طرح الجھا ہوا تھا، ادھر توجہ ہی نہ دے سکا۔ شریف حسین کا بیٹا تین شب و روز (قلعۂ) ''خرمہ'' پر دادِ شجاعت دیتا رہا۔ مگر پھر خالد بن لوی کی کمان میں اخوان دستے پہنچ گئے۔ اخوان کا حملہ اتنا شدید تھا کہ عبداللہ بھاگ نکلا، اخوان نے اس کے خیمے، توپیں، رائفلیں اور اسلحہ کے ذخائر اپنے قبضے میں لے لئے، اس طرح ابن سعود کے ہاتھ بے پناہ مال غنیمت لگا۔

عالمی جنگ میں شریف حسین نے برطانیہ کا ساتھ دیا، یہی معاملہ ابن سعود کا بھی تھا لیکن مؤخر الذکر کا حصہ برائے نام تھا۔ عملاً وہ اپنی حکومت کے استحکام ہی کی طرف متوجہ رہے۔ داخلی مصلحتوں کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابن سعود کو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے احساسات کا پورا پورا احترام تھا، جنہیں خلافت کے نظام سے والہانہ محبت تھی۔ اس کے برعکس شریف حسین نے جون ۱۹۱۶ء میں ترکی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور ترکوں کو حجاز، عراق اور شام و فلسطین سے نکالنے کے لئے برطانیہ کا مقدور بھر ساتھ دیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد حالات پر روشنی ڈالنے سے پہلے اخوان اور ابن سعود کے باہمی تعلقات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اخوان تحریک کا مقصد درحقیقت بدوی قبائل کو مستقل بستیوں میں بسانا اور ان کی طاقت کو منظّم کر کے سعودی مملکت کے لئے مفید بنانا تھا۔

۱۹۱۴ء میں ابن سعود نے اپنا مشہور فرمان اہلِ بادیہ کے نام جاری کیا کہ وہ ''اخوان تحریک'' میں شامل ہو جائیں۔ اس تحریک میں شامل ہونے کے لئے دو چیزوں کا اقرار ضروری تھا۔

(ا) خداوند کی عبادت: اس میں درج ذیل باتیں بھی شامل تھیں۔
(الف) خدا کا شریک نہ ٹھہرانا۔
(ب) زکوٰۃ دینا۔
(ج) رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا۔
(د) دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنا۔
(ہ) حج کرنا۔
(۲) تمام سچے مسلمانوں میں بھائی چارے کے جذبات کو فروغ دینا۔
(الف) اپنے وطن سے محبت کرنا۔
(ب) امام کی کامل اطاعت کرنا۔
(ج) دوسرے اخوان بھائیوں کی مشکل کے وقت مدد کرنا۔ (محمد صدیق قریشی، فیصل ص ۱۹ تا ۲۸، بحوالہ تاریخ نجد وحجاز)

ابن سعود کی اخوان تحریک درحقیقت ابن عبدالوہاب نجدی کی وہابی تحریک ہی تھی، جس کو "اخوان تحریک" کا نام دیا گیا تھا، کیونکہ اس وقت تک لفظ "وہابی" کے تعلق سے عموماً عالم اسلام میں نفرت کا جذبہ پیدا ہونے لگا تھا۔

جنگ عظیم میں سعودی حکومت کا کردار

جنگ عظیم کی صورت حال سے ابن سعود نے کس طرح فائدہ اٹھایا یہ صدیق حسن قریشی سے سنیے:

جنگ نے اتحادیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا، ترکوں کو شکست کیا ہوئی عثمانیہ خلافت کی کمر ٹوٹ گئی۔ جنگ کے دوران میں تو انگریز عرب کی سیاست کی طرف توجہ دے سکے تھے۔ اب پھر ادھر متوجہ ہوئے اور علی الاعلان شریف حسین کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ اس نے جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ شاید یہ اس کا معاوضہ تھا۔ شریف حسین امید لگائے بیٹھا تھا کہ جنگ کے بعد برطانیہ اسے پورے عرب کا بادشاہ بنانے کا وعدہ پورا کرے

گا۔ اسی زعم میں اپنے آقا کا اشارہ پا کر شریف حسین نے ۱۹۱۹ء میں ابن سعود کی مملکت پر حملہ کر دیا۔ ''تربہ'' کے مقام پر دونوں افواج کا مقابلہ ہوا۔

فتح نے ابن سعود کے قدم چومے۔ شریف حسین کے تین ہزار سے زائد آدمی مارے گئے۔ باقی فرار ہو گئے۔ ابن سعود نے شمال کا رخ کیا اور رشیدیوں کے مرکز حائل کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۹۲۰ء میں عبداللہ بن متعب بن عبدالعزیز نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ۱۹۲۱ء میں انہوں نے رشیدیوں کو آخری فیصلہ کن شکست دی۔ ''جبل الشہر'' اور ''حائل'' کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال محمد بن طلال نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرح پورا نجد سعودیوں کے زیر نگیں آ گیا۔

کمال اتاترک نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید اور ان کے خاندان کو جلا وطن کر دیا تو سات مارچ ۱۹۲۴ء کو شریف حسین نے اپنے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا خیال تو یہ تھا کہ لوگ فوراً اُن کی بیعت کر لیں گے، لیکن اس اعلان کا رد عمل عرب سے باہر نا خوشگوار ہوا۔ خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں نے مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں سخت مخالفت کی۔

آخر شریف حسین کا خدشہ مٹانے کے لئے ابن سعود نے حجاز پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۴/اگست ۱۹۲۴ء کو حملہ کا آغاز ہوا۔ ابن سعود کی فوجوں نے طائف کو گھیر لیا۔ شدید مزاحمت کے بعد طائف فتح ہوا۔ اب سعودی افواج مکہ کی طرف بڑھیں۔ ۳۰/اکتوبر کو شریف حسین نے تخت سے دست بردار ہونے کا اعلان کیا۔ پندرہ روز بعد مکہ معظّمہ پر بھی سعود کا پھریرا لہرانے لگا۔ اب شریف حسین کا بڑا بیٹا جانشین ہوا اس نے جدہ کو دارالحکومت بنایا۔ پانچ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ۱۰/مہینے کے محاصرہ کے بعد مدینہ منورہ فتح ہو گیا اور ۲۳/دسمبر کو سعودی فوج نے جدہ پر قبضہ کر لیا۔ عبداللہ ۸/دسمبر ہی کو جدہ سے نکل گیا تھا۔ شریف حسین ''قبرص'' جا چکا تھا۔ اب ابن سعود اپنی مملکت کے بلا شرکت غیرے حکمران تھے۔ ۲۲/ستمبر ۱۹۳۴ء کو انہوں نے مملکت کا نام سعودی عرب رکھا اور خود بادشاہ بن گئے۔ یمن کے ساتھ سرحدی علاقوں کا تنازع چلا آ رہا تھا۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کی نوبت آئی۔ سعودی افواج فاتحانہ یمن میں داخل ہو گئیں۔ آخر مذاکرات شروع ہوئے اور

جون کے وسط میں معاہدہ طے پا گیا، جس کی رو سے نجران کے زرخیز نخلستان اور ''پام'' کا علاقہ سعودیوں کو واپس مل گیا اور ''عسیر'' پر بھی ان کا دعویٰ یمن نے درست تسلیم کرلیا۔

اس طرح ابن سعود نے تیس سال تک جانگسل جدوجہد کے بعد وہ مملکت قائم کی جو آج مملکت سعودی کہلاتی ہے اور عرب اور عالم اسلام کی ایک ممتاز مملکت شمار کی جاتی ہے۔ سعودی مملکت کے قیام سے ابن سعود کی زندگی کا ایک اہم مقصد پورا ہو گیا۔ انہوں نے عربوں کو جو مختلف قبائل میں بٹے ہوئے اور طوائف الملوکی کا شکار تھے۔ ایک منظّم کتاب و سنت کے قوانین پر مبنی مملکت میں متحد کر دیا۔ (محمد صدیق قریشی، فیصل ص ۲۳۱)

جنگ طائف کے خونیں واقعات

سعود افواج نے طائف، مکہ اور مدینہ منورہ کی فتح کے دوران جو سنگدلانہ اور بہیمانہ انسانیت سوز مظالم کئے ہیں، تاریخ کی سطروں سے اب تک ان مظالم کا لہو ٹپک رہا ہے۔

سردار حسنی لکھتے ہیں:

مئی ۱۹۱۹ء میں ابن سعود نے شریف حسین پر حملہ آور ہونے کی تیاری شروع کر دی۔ واکٹ ہال میں ایک اور کانفرس ہوئی اور ابن سعود کے وظیفہ کو ہزار پونڈ سے گھٹا کر پچیس پونڈ کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع ابن سعود کو نہ ہوئی۔ وہ تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کا مستقبل اسی ایک معرکے پر منحصر ہے۔

ابن سعود کے خلاف شریف نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ کی قیادت میں ایک لشکر جرار تیار کیا۔ لشکر کے ساتھ بہت سے بدوی لوٹ کے لالچ سے ساتھ ہو گئے۔ چار ہزار نوجوان نظامی فوج کے تھے، جن کے عراقی اور شامی افسران ترکی حکومت کے تربیت یافتہ تھے اور جنگ کے عظیم تجربات نے انہیں جدید اسلحہ کا استعمال خوب سکھا دیا تھا۔ شریف کی فوج کی تیاریاں ماہ اپریل کے اواخر میں مکمل ہوگئیں۔ طائف سے یہ لشکر حشم و وقار کے ساتھ ''طرابہ'' کی طرف چلا۔ یہ گاؤں ''خرمہ'' سے چالیس میل کے فاصلے پر جانب جنوبی غرب میں واقع ہے۔ طرابہ پہنچ کر امیر عبداللہ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ یہاں بھی دشمن سے ملے ہوئے ہیں۔

امیر نے ان سب کو تہ تیغ کر دیا۔ مقتولین کے ورثا بظاہر تو شریف کی اطاعت کا دم بھرتے رہے، لیکن خفیہ طور پر یہاں کے استحکامات و انتظامات کا حال ''خرمہ'' والوں کو کہلا بھیجا۔

ابن سعود اس وقت اپنی فوج لئے خرمہ سے کئی میل دور جانب مشرق میں موجود تھا۔ کہ طرابہ والوں کا پیغام خالد بن لوی والی خرمہ کو پہنچا۔ اس شجاع مرد نے نہ ابن سعود کو اطلاع دی اور نہ ہی باضابطہ اجازت حاصل کرنی ضروری سمجھی۔ اپنے گاؤں کی کار آزمودہ جماعت کو لے کر ۲۴؍مئی کی رات کو طرابہ پر چڑھ دوڑا اور رات کے اندھیرے میں جب کہ شریف کی فوج آرام اور اطمینان کی میٹھی نیند سو رہی تھی، تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ وہ قتل و خون ہوا کہ الامان الامان۔ وہابیوں کی یہی شجاعت و بسالت تھی جس نے ایک صدی پیشتر عالم اسلام کو متحیر و مبہوت کر دیا تھا۔ بہت سے شریفی ابھی بستر پر ہی تھے کہ قتل کر دیئے گئے۔ بعض اٹھ کر سنبھلنے نہ پائے تھے کہ تہ تیغ ہو گئے۔ پانچ ہزار شریفی افواج میں سے صرف ایک سو آدمی اس خونچکاں سرگزشت کو بیان کرنے کے لئے زندہ رہے۔ امیر عبداللہ جان بچا کر بھاگ گیا اس کی زبان سے شریف حسین کو فوج کی مکمل تباہی و بربادی کا حال معلوم ہوا۔ اگلے دن پچیس مئی کو ابن سعود اپنے لشکر کو لے کر بنفس نفیس طرابہ پہنچا اور مقتولین کے انبار بچشم خود ملاحظہ کیے۔ کشتگان کی اتنی تعداد شاید اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ بے نظیر شجاعت کے باوجود نرم دل واقع ہوا تھا۔ اس قدر کشت و خون پر بے حد متاسف ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حسرت بھری آہ لے کر کہنے لگا۔

اللہ نے یہ بار شاقہ مجھ پر ڈالا ہے۔ مشرکین کو (یعنی وہ ہاشمی مسلمان جو ابن سعود کے وہابی عقائد سے متفق نہ تھے۔ قادری) راہ راست پر لانے کی ذمہ داری میرے مقدر کر دی گئی ہے۔ کاش میں ایک معمولی سپاہی ہوتا۔ (سید سردار محمد حسنی، بی اے سوانح سلطان ابن آل سعود، ص ۱۱۷ تا ۱۱۶ بحوالہ تاریخ نجد و حجاز)

نوٹ: ابن سعود نے جو الفاظ کہے تھے اُن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اِس جنگ کو کفر و اسلام کی جنگ سمجھتا تھا۔ جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کو مشرک سمجھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ قتال کو ''جہاد'' کا نام دیتا تھا۔

مولانا محمد علی جوہر طائف کے مظالم کے بارے میں لکھتے ہیں:

مرکزی خلافت کمیٹی کو حسب ذیل تار مکہ معظّمہ سے وصول ہوا۔

گیارہ ستمبر باشندگانِ مکہ معظّمہ آج کعبۃ اللہ کے سامنے جمع ہوئے ہیں جس میں تقریباً بیس ہزار مسلمان باشندگانِ جاوا، ہندوستان، سوڈان، الجزیرہ اور روس شامل تھے اور انہوں نے متفقہ طور پر مذہبی دنیا کو یہ بتایا کہ وہابیوں نے شہر طائف پر حملہ کیا اور فوج ہاشمی نے بڑی بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا۔ باشندگانِ مکہ اور حکومتِ ہاشمی نے، جس کی حمایت عام طریقہ پر کی جارہی ہے، ہر ممکن کوشش اِس امر کی کی ہے کہ بے گناہ باشندگان اور غیر ملکیوں کو بچایا جائے، لیکن وہابیوں نے بجائے اِس کے وہ با قاعدہ طور پر قبضہ کرتے، نہایت وحشیانہ طریقہ اختیار کیا اور وہاں کے باشندوں اور غیر ملکی رعایا پر جو وہاں مقیم تھی، انتہائی ظلم کیا اور جیسا کہ خود ان غیر ملکیوں سے دوستی رکھنے والی سلطنتوں کو ان تمام حادثات کی خبر دی ہے۔ (یہ واقعہ ہے) کہ وہابیوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار کو پھونک دینے کے بعد ساری آبادی کو تہ تیغ کیا جس میں بچے، عورتیں اور بوڑھے سب شامل تھے۔ مختصر یہ کہ ساری رعایا اور کل غیر ملکی باشندے مارے گئے۔ انسانیت، تہذیب اور انصاف کے نام پر، جس کی لیگ اقوام علمبردار ہے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ان مظالم کا خاتمہ کیا جائے اور ان وحشیانہ حرکات کو جن سے تہذیب اور انسانیت تھراتی ہے۔ جلد سے جلد سخت ترین کاروائی کر کے ختم کیا جائے۔

۱۰رستمبر ۱۹۲۴ء

منجانب شرکاء جلسہ

عبدالغفار صوفی، عبدالساغانی، ابن قاری عبداللہ مروح سوڈانی، موتاوی، بدرالدین، ہدایت اللہ آذر بائیجان، مولانا غفار بن قرینی، مولانا محمد داؤدی امیر اغستانی، احمد بن انا دانی، ابوالجولاقی، محمد عبداللہ بن زیدان الشکینی، محمد حبیب اللہ شوکتی، عمر تونسی المراکشی، محمد مختار بن عاطزت، ناظم الدولۃ ایرانی، محمد بن عبدالکریم، محمد عطار بن سلمان، محمد اسماعیل بن خلفلانی، عبداللہ بن یعقوب، ابن صبح سماری، بخاری عبدالغنی، بدرالدین محمد عارف، محمد مظہر، ابوطالب۔ (نوٹ: تار فرانسیسی زبان میں تھے اس لئے بہت سے نام صاف نہیں پڑھے گئے)۔ (مولانا محمد علی جوہر، نگارشات محمد علی، ص ۲۰ تا ۲۷، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز)

جنگ کے دوران وہابیوں کے مکہ مکرمہ پر مظالم

طائف میں وہابیوں نے جس درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا تمام دنیا میں انسانیت کے نام پر ان مظالم کی مذمت کی گئی، اس کے بعد مکہ اور مدینہ میں ان لوگوں نے احتیاط سے کام لیا۔ تاہم احتیاط کے دوران ان کی فطری درندگی سے جو مظالم ظہور میں آئے وہ سردار حسنی سے سنیے۔

''یہ واقعہ ہے کہ سلطان ابن سعود کے احکام اس وقت اہالیان مکہ کے کام آئے۔ شہر میں قتل و غارت نہ ہوا۔ طائف کے کشت و خون کے متعلق انگریزوں نے زبردست احتجاج کیا تھا اور سلطان ابن سعود نے ارادہ کر لیا تھا کہ حجاز کے متعلق بقیہ کاروائیاں اس کی ذاتی نگرانی میں ہوں، چنانچہ شہر میں امن و امان کا اعلان کر دیا گیا اور سلطان ابن سعود نے عارضی طور پر شہری نظم و نسق سنبھال لیا، لیکن امن و امان قائم ہو جانے کے باوجود اخوان بپھرے ہوئے تھے۔ انہیں اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین (یعنی وہ مسلمان جو عقائد میں نجدیوں سے متفق نہ تھے ۱۲ قادری)۔ بچ جائیں تو بچ جائیں، لیکن مقابر و مزارات ضرور منہدم کر دیئے جائیں گے اور مساجد کی آرائشیں ضائع کر دی جائیں گی۔ کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق ان چیزوں کے وجود میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حرم کے وہ تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے تھے آن کی آن میں تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ وہ تمام رسوم و شعائر جن کی سند وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن و سنت میں موجود نہ تھی بیک جنبش قلم ممنوع قرار دے دیئے گئے۔ اِس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عالم اسلام میں تنفر اور اضطراب کی لہر اٹھی۔ ایران کے شیعوں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ لوگ وہابیوں سے بدگمان تو پہلے ہی سے تھے، اب جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا بلا تحقیق و تدقیق صحیح تسلیم کر لیا گیا۔ وہابی اِس فعل کو قرآن و سنت کے مطابق سمجھتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے غم و غصہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنے کام سے کام رکھا۔

(سوانح حیات سلطان ابن آل سعود، ص ۱۵۵)

مدینہ منورہ کی بے حرمتی

مکہ مکرمہ کے مقامات مقدسہ اور مزارات صحابہ کو پامال کرتی ہوئی جب وہابی فوجیں مدینہ منورہ پہنچیں، تو انہوں نے جس شقاوت قلبی کے ساتھ مدینہ منورہ کی بے حرمتی کی وہ سردار حسنی سے سنیے، لکھتے ہیں:

اگست میں نجدی افواج مدینہ طیبہ کی طرف بڑھیں۔ اسی مہینہ کی ۲۰؍تاریخ کو امیر علی کے حکام نے اقصائے عالم میں یہ خبر مشہور کر دی کہ نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس مرقد پر نجدی گولہ باری کر رہے ہیں۔ نجدیوں کی طرف سے تردید تو شائع ہوئی لیکن بعد از وقت پہنچی۔ مسلمانوں میں پھر غیظ و غضب برپا ہوا۔ مسلمان حکومتوں کی طرف سے احتجاج شائع ہوئے۔ فرداً فرداً مسلمان روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے کوشش کرتے رہے۔ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیقِ حالات کی غرض سے بھیجا۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں اُس وفد نے بیان شائع کیا کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کے گنبد میں پانچ گولیاں لگی ہیں۔ (سوانح سلطان ابن آل سعود، ص ۱۵۷)

اس سے پہلے سعود بن عبدالعزیز کے دور حکومت کے عنوان میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سعود نے گنبد خضراء سے سونے کا ہلال اور کرہ اتار لیا تھا۔ وہ قبہ کو گرانا چاہتے تھے لیکن ان کارکنوں میں سے جو ہلال اور کرۂ مذکورہ کو اتارنے کے لئے اوپر چڑھے تھے دو آدمی نیچے گر کر مر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قبہ کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اِن دونوں تاریخی واقعات کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن سعود کے دور میں روضہ منورہ پر گولیوں کی بوچھاڑ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا، بلکہ وہابی حضرات دیدہ دانستہ گنبد خضراء کی توہین کرنا چاہتے تھے۔

ابن سعود کی ترکوں سے مخاصمت

خلافت عثمانیہ کے تحت اسلامی علاقے ایک وحدت میں منسلک تھے۔ وہابیوں نے جزیرۂ عرب کو خلافت عثمانیہ سے نکالنے کی دوبارہ کوشش کی اور ناکام رہے۔ تیسری بار جب کہ ترک جنگِ عظیم میں جرمنی کے حلیف تھے اور اتحادیوں سے برسر پیکار تھے۔ وہابیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انگریزوں کے حلیف بن گئے اور جب اتحادیوں کے مقابلہ میں ترکوں کو شکست ہوگئی تو ابن سعود کو انگریزوں کی طرف سے بطور انعام صحرائے عرب دے دیا گیا۔ ادھر سالہا سال سے کرنل لارنس عرب میں قومیت کی جو تحریک پیدا کر رہا تھا اس تحریک کا اثر تھا کہ عرب یک جہتی سے ترکوں کے حلیف ابن رشید سے لڑے۔

چنانچہ اس سلسلے میں اسٹینلے لین پول لکھتے ہیں:

ترکوں کو دوسری شاندار فتح قط العمارہ کے محاصرہ میں حاصل ہوئی۔ ۲۹/اپریل ۱۹۱۴ء کو جنرل ٹاؤنسینڈ نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے وہ اور اس کی تمام فوج قید کر لی گئی۔ اِس کامیابی نے عراق میں ترکوں کو متعدد شکستوں کی ایک حد تک تلافی کر دی تھی، مگر ۲۴/فروری ۱۹۱۷ء کو انگریز دوبارہ قط العمارہ پر قابض ہو گئے۔

عرب میں انگریزوں نے ایک دوسرے طریقے سے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کرنل لارنس کی برسوں کی خفیہ کوششیں آخرش بارآور ہوئیں اور عرب، برطانیہ کی سرپرستی اور ''عرب نیشنلزم'' کے جوش میں ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو شریف حسین نے اپنے شاہِ حجاز ہونے کا اعلان کر دیا۔ برطانیہ نے فوراً باضابطہ طور پر اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ اس کا لڑکا امیر فیصل عرب فوجوں کو لے کر ترک فوج کے مقابلہ کے لئے شام کی طرف بڑھا اور برطانیہ کی مدد سے ترکوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ برطانیہ کی تدابیر نے عربوں کو ترکوں کے مقابلے پر لا کر جرمنی کے اثر کو بھی ہمیشہ کے لئے زائل کر دیا۔ (اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، ص ۴۸۷، ۴۸۶)

نجدیوں نے برطانیہ سے ساز باز کر کے جس طرح خلافتِ عثمانیہ کو نقصان پہنچایا ہے

اس موضوع پر بہاءالحق قاسمی (دیوبندی) نے ''فتنہ نجدیت'' اور ''تحریک نجدیت'' کے نام سے دو رسالے لکھے ہیں۔ اس باب میں اس کو ہم فتنۂ نجدیت کو من وعن نقل کر رہے ہیں۔

شریف مکہ اور ابن سعود کی غداری

بہاءالحق قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''سید حسین سابق شریفِ مکہ نے ترکوں سے بغاوت کر کے اور دشمنانِ اسلام سے یارانہ گانٹھ کر جیسی عبرت خیز اور سبق آموز ذلت حاصل کی ہے اس کے تصور سے منتقم حقیقی کی قدرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ آج اُس بدقسمت کا وجود ہی اِس حقیقت کا روشن ثبوت ہے کہ قہار و جبار خدا جب کسی ظالم کو سزا دینا چاہتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو بچا نہیں سکتی۔ شریف کے مکہ معظّمہ سے نکل جانے کے بعد اُس کا بیٹا وہاں مسلط ہوا۔ باغی وہابیوں کی حریصانہ نگاہیں حرمین شریفین کی طرف عرصہ سے اٹھ رہی تھیں۔ انہوں نے طائف شریف کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظّمہ پر ہلہ بول دیا اور آخر وہاں قابض ہو گئے۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہابی اتنے طاقتور کہاں سے ہو گئے کہ پہلے طائف میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کر کے وہاں قابض ہوئے اور پھر مکہ معظّمہ پر بھی بغیر کسی دقّت اور دشواری کے مسلط ہو گئے، تو اس سوال کا جواب ہر متفطن اور سمجھدار انسان یہی دے گا کہ

نجد کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

نجدیوں کے تسلط ہی کے وقت اربابِ فراست بھانپ گئے تھے کہ اب صورتِ حالات روبہ اصلاح ہونے کی بجائے اور زیادہ خطرناک اور پیچیدہ ہو جائے گی، کیونکہ یہ قوم سخت وحشی واقع ہوئی ہے۔ بربریت اور درندگی اُس کے خمیر میں داخل ہے اور انصاف پروری اور رواداری کی ان کو ہوا تک نہیں لگی ہے۔ ان کے عقائد میں اِس درجے کا غلو، تشدد اور تجاوز پایا جاتا ہے کہ وہ مرکزِ اسلام پر حکومت و قیادت کرنے کی قطعاً اہلیت نہیں رکھتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب آنجہانی کے عہدِ نحوست سے لے کر اِس

وقت تک یہ لوگ عثمانی خلافت کے باغی رہے، بلکہ موجودہ نجدی حکومت دشمنان اسلام کی انگشت نمائی اور برانگیختگی سے ترکوں کے ساتھ نبرد آزما اور مصروف پیکار رہ چکی ہے اور موجودہ امیرِ نجد عبدالعزیز ابن سعود بھی شریف کی طرح انگریزوں کا منظورِ نظر پٹھو اور خاص وظیفہ خوار ہے۔ اِن واقعات وحقائق کی بناء پر اربابِ بصیرت نے نجدیوں کے تسلط کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا، لیکن افسوس کہ ہندوستانی مسلمانوں میں سے کسی نے سنہری اور روپہلی (نقرئی) مصلحتوں کے تحت اور بعض نے نجدیوں کے ہم عقیدہ ہونے کے باعث اور کسی نے شریف کے مظالم سے تنگ آ کر اور کسی نے زبان دراز اور منہ پھٹ لوگوں کی گالیوں کے خوف سے اِن تمام حقائق ثابتہ سے آنکھیں بند کر کے نجدیوں کی تعریف و توصیف کے پل باندھنے شروع کر دیئے۔

یہ لوگ جہاں نجدیوں کے عقائد کی خوبیاں بیان کرتے نہیں تھکتے، وہاں چیخ چیخ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابن سعود نجدی شریف کی طرح انگریز پرست نہیں بلکہ اسلام پرست ہے، حالانکہ انہیں میں سے ذمہ دار لوگ کچھ مدت پہلے اپنی تحریروں اور تقریروں میں باضابطہ صریحاً اقرار کر چکے ہیں کہ نجدی حکومت برطانیہ کی وظیفہ خوار، مقرب پٹھو اور ترکوں کی سخت دشمن واقع ہوئی ہے۔

میں ذیل میں ذمہ دار حامیانِ نجدیہ ہی کی تقریروں سے ابن سعود اور موجودہ نجدی حکومت کی غداری، نصاری پرستی اور اسلام کش حکمت عملی کے چند واقعات عرض کرتا ہوں اور اس کے بعد وہابیوں کے کافر ساز اور مشرک گر عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں وہ خود اندازہ لگا لیں کہ نجدیوں کی حمایت میں جو آج کل ہنگامہ خیز مظاہرات ہو رہے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

بس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ماخوذ از تاریخ نجد وحجاز)

ابن سعود کی سیاسی کہانی اخباروں کی زبانی

اخبار زمیندار لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۲ء کے متعدد پرچوں میں ایک طویل مضمون شائع ہوا تھا، جس کے تین عنوان تھے ''حکومت برطانیہ اور عراق عرب اسرار کا انکشاف اور حقیقت کی چہرہ کشائی'' اس مضمون میں برطانیہ کی ان ریشہ دوانیوں کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے جو اس نے عراق عرب میں ترکوں کے خلاف اپنا اقتدار قائم کرنے کی غرض سے عربوں کو سیم وزر کا لالچ دینے کی صورتیں روا رکھیں۔ میں ذیل میں اس مضمون سے وہ اقتباسات نمبر وار نقل کرتا ہوں جن میں ابن سعود نجدی اور اس کی حکومت کی غدارانہ سازشوں اور مسلم قوم کے خلاف بدعملیوں سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔

ٹائمز کا نامہ نگار مقیم طہران لکھتا ہے کہ:

(۱) ''ترک ہمارے (برطانیہ کے) دشمن تھے۔ اس لئے قدرتی طور پر ہم اس کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ ترکی کی بدنظمی کی کوئی بات ہمارے ہاتھ لگے، جسے ہم اتحادیوں کے فوجی مقاصد کے لئے مفید بنا سکیں۔ عربوں کے جذبات کی کوئی قدر و اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن ہم ترکی کے نقائص کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

اس لئے اب یہ سوال پیدا ہوا کہ عربوں کو ترکوں کے خلاف کس طرح برانگیختہ کیا جائے۔ ''سنوی'' تو کسی کام کے نہیں تھے، کیونکہ وہ اُس حکومتِ عرب میں حصہ دار نہیں بن سکتے جس کے ہم حامی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مصر درمیان میں حائل ہے۔ علاوہ ازیں وہ ہمارے مخالف بھی ہیں۔ ادریسی اور امام یمن بہت کام دے سکتے تھے۔ رشید امیر حائل ترکوں کے ساتھ مل گئے۔ اب صرف دو ایسی ہستیاں رہ گئیں جو ہمارے یعنی گورنمنٹ برطانیہ کے شہنشاہی اقدار کے اثر میں آسکتی تھیں۔ انہیں ہم سرمایہ دے سکتے تھے اور ان سے یہ وعدہ کر سکتے تھے کہ اگر ہماری اعانت کی جائے گی تو ہم بہت سا صلہ اور انعام دیں گے۔ یہ معزز ہستیاں، حسین شریفِ اعظمِ مکہ اور ابن سعود وہابی امیرِ نجد کی ہستیاں تھیں۔

اس حقیقتِ نفس الامری سے کہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ان کے

اغراض و مقاصد میں بُعدُ المشر قین (پورب پچھّم کی دوری) ہے اور ان کے پیرو مذہب کی تلوار لئے اِیک دوسرے سے علیٰحدہ ہیں، بہت پیچیدگی بڑھ گئی۔ محمد بن عبدالوہاب اٹھارویں صدی میں علمِ اسلام لے کر اٹھا۔ اس نے ۱۷۶۰ء میں سعود حاکمِ نجد کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا۔ اسی زمانہ میں بہت سے چھوٹے شیوخ نے جو پہلے ایک دوسرے کے مخالف تھے، اِس مذہب کو قبول کرلیا۔

اُن شیوخ اور دیگر عقیدت مندوں کی مدد سے سعود اور ابن سعود وسط عرب میں ایک وسیع سلطنت قائم کرنے کے قابل ہوسکے۔

سعود ثانی کے بیٹے نے ۱۸۰۱ء میں کربلائے معلیٰ کے مقدس شہر کی بے حرمتی کی۔ ۱۸۰۳ء میں فوجیں لے کر مشرق کی طرف بڑھا اور مکہ معظّمہ کے حرم مقدس پر قبضہ کرلیا اور اس مقام مقدس کی جو شیعہ اور سنیوں دونوں کے لئے یکساں واجب الاحترام ہے، بے حرمتی کی۔ ۱۸۰۴ء میں اس نے مدینہ پر قبضہ کرلیا۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ دونوں ۱۸۳۱ء تک وہابیوں کے قبضے میں رہے۔ ۱۸۱۱ء میں مصر کے مشہور و معروف پاشا محمد علی نے نجد کے دارالسلطنت درعیہ پر قبضہ کرلیا اور اسے تباہ کر ڈالا۔ اس وقت وہابی سلطنت کچھ مدت کیلئے مٹ گئی، لیکن ۱۸۲۰ء میں خاندانِ سعود نے پھر سر اٹھایا۔ درعیہ کے کھنڈروں کے نزدیک ایک نئے دارالسلطنت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس شہر کا نام ریاض رکھا۔ اس مملکت نے عروج حاصل کیا، لیکن بتیس ۳۲ سال گزرے خاندانی تنازعات سے یوں پھر ملیا میٹ ہوگئی اور خاندان ابن رشید جو جبل شمار سے تعلق رکھتا ہے غالب آگیا، لیکن آخر اسے بھی انجام بد دیکھنا پڑا۔ ابن سعود کا خاندان سخت جان ہے۔ ۱۹۰۱ء میں موجود امیر نجد جس کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی، پندرہ آدمیوں کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں شہر جا گھسا۔ پو پھٹتے ہی (صبح ہوتے ہی) ابن رشید کے مقرر کردہ عامل کو قتل کر ڈالا اور ابن سعود کا جھنڈا نصب کر دیا۔ اس کے بعد امیر نجد کا لقب اختیار کر کے اس نے اپنی آبائی سلطنت کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔ اس نے الاُحساء سے ترکوں کو نکال دیا اور مشرق کی طرف ان بندرگاہوں تک جو بحرین کے مقابل واقع ہیں اور شمال میں شیخ کویت کے ملک کی سرحد تک جا پہنچا۔ لیکن مغرب میں شریف اعظم مکہ نے اس کا مقابلہ کیا اور ۱۹۱۰ء میں نجد پر حملہ کیا۔ اگرچہ شکست

کھائی اوراپنے ملک کی حدتک واپس ہوا۔لیکن باہمی مغائرت ومناقشت (دشمنی) کا سلسلہ جاری رہا اور دونوں ایک دوسرے کی مخالفت پر تلے رہے۔(زمیندار صفحہ اول بابت ٦ فروری ١٩٢٢ء)

(٢)انگریزوں سے دوستی ترکوں سے جنگ

''ابن سعود نے تحریکِ اخوان سے جوایک روحانی برادری کی تحریک تھی، وہابی مسلک کو وہ تقویت بخشی جوآج کل اس مسلک کوحاصل ہے۔شیعہ اورسنیوں کے احیاء کا دورابھی نہیں آیا تھا۔وہ علی الاعلان تمبا کونوشی کرتے تھےاورشراب بھی پی لیا کرتے تھے۔ابن سعود کے آبا واجداد تو اتنے فطرتی نہ تھے کہ ان کے خلافِ مذہب افعال کوگوارا کرتے۔ وہ ان پر ضرورسزادیا کرتے تھے،لیکن اس نے اپنی مملکت کے قرب وجواراورمملکت میں بسنے والے شیعہ اورسنیوں کواُن افعال پرسزادینے کی کوشش تک نہیں کی۔اس نے اخوان کی بستیاں قائم کیں۔ وہ ان آدمیوں کوتلوار کے زور سے ہم عقیدہ بناتے تھے جو پہلے کبھی اِس حلقہ مسلک (وہابیت) میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ان کے مبلغوں کی سرگرمیاں مکہ والوں کو بے چین اور مضطرب کیا کرتی تھیں۔ابن سعودایک حدتک حج میں بھی مداخلت کیا کرتے تھے اوراُس روپیہ کوجوشاہ حسین کے خزانہ میں جاتا تھاروکتے تھے۔اِس خیال سے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک اور بت پرستی ہے۔وہ اُن شیعوں سے جواُن کے علاقے سے گزرا کرتے تھے، تاوان یا جزیہ لیا کرتے تھے۔

جب جنگ کا آغاز ہوا اُس وقت ملک کی یہ حالت تھی۔ہم نے شریف مکہ اورابن سعود دونوں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی اورانہیں ترکوں کے خلاف برانگیختہ کیا۔

وہابی اور ابن سعود تو پہلے ہی ہمارے یا یوں کہئے کہ حکومتِ ہند کے دم ساز تھے۔ ١٨٦٥ء کا واقعہ ہے کہ اس زمانے میں ایک برطانوی وفد کرنیل لیص بیلی کی سرکردگی میں ریاض گیا تھا۔اس وفد نے خاندان ابن سعود سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی پاسداری ہمیشہ ملحوظ رہی ہے۔اگرچہ کوئی باقاعدہ عہدنامہ مرتب نہیں کیا گیا تھا،لیکن اس پربھی وہابیوں نے مجھے(نامہ نگارکو) بتایا کہ وہ اس معاہدہ کی تکمیل کواپنا فرض خیال کرتے تھے۔

موجودہ ابن سعوداوراس کا والدعبدالرحمٰن جوضعیف العمر اور واجب الاحترام بزرگ

ہے، ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۱ء تک کویت میں مقیم رہے۔ شیخ کویت ان کا حامی و مددگار تھا۔ اسی کی برکت ہے کہ یہ پھر اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کرنے کے لئے باہر نکلے۔ جس زمانے میں یہ خاندان کویت میں تھا اُس زمانہ میں برطانوی پولٹیکل افسر سے ان کے تعلقات تھے۔ جب یہ خاندان ریاض پہنچا اس وقت یہ دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ کپتان شکسپیئر آنجہانی پولٹیکل افسر کویت عربوں کے مداح اور گہرے دوست تھے۔ ان کی وساطت سے سلسلہ تعلقات مربوط و مضبوط ہوا۔ الغرض ہمارے اور ابن سعود کے درمیان باہمی اتحاد اور اعتماد کا سلسلہ تو پہلے ہی سے قائم تھا وہ اور مضبوط ہو گیا۔ ترک تو آبا و اجداد سے اس کے دشمن چلے آتے تھے۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کے چھڑنے سے پیشتر اس نے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا اور اس میں یہاں تک کامیابی حاصل کی تھی کہ الاُحساء پر قبضہ کر لیا تھا۔ جبل شمار کے بسنے والے بھی اس کے دشمن تھے۔ اس لئے ابن سعود نے شریکِ جنگ ہونے میں تامل نہیں کیا۔ جنوری ۱۹۱۵ء میں وہ میدان جنگ میں اترا۔ لیکن شومئی قسمت! کپتان شکسپیئر جو اس کے ساتھ تھا جنگ ''جراب'' میں مارا گیا۔ اور ابن سعود کی پیادہ فوج میں دغا بازوں نے اپنے ہاتھ دکھائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس جنگ میں جس کا آغاز فاتحانہ تھا سخت شکست کھانی پڑی۔ اس واقعہ کے بعد ہماری اور ابن سعود کی ہمت ٹوٹ گئی اور مدت تک ہم میدان جنگ میں نہیں اترے۔ (زمیندار صفحہ اول ۷ فروری ۱۹۲۲ء)

(۳) برطانیہ کی طرف سے اشرفیوں کی تھیلی

نامہ نگار مذکور مجلسِ قاہرہ اور ''سر پرسی کاکس'' کے مرتّبہ قانونِ انتخاب کے ذکر میں لکھتا ہے:

جب کثرت رائے سے انتخاب عمل میں آئے گا، اس وقت یہ دیکھ لیں گے۔ امیر عراق، عرب میں محض اجنبی آدمی کی وقعت رکھتا ہے، لہٰذا وقت آئے گا کہ وہ ہمارے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔ حکومت نے جو سوچا وہ یہ ہے کہ امیر فیصل کو پہلے تخت پہ بٹھایا جائے۔ مصمم ہو گیا کہ یہ ہونا ہی چاہیئے۔ تیاریاں ہونے لگیں۔ ساتھ ہی اس امر کی بھی پوری کوشش کی گئی کہ عوام کی نظر سے اس حقیقت کبریٰ کو پوشیدہ رکھا جائے کہ برطانیہ کا ہاتھ اس میں ہے اور فوراً نظام عمل اس کے لئے مرتب ہونے لگا، وہی نظامِ عمل جو کبھی ''سر پرسی کاکس'' نے اپنے لئے بنایا تھا اور ابن سعود کو کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، لیکن انجمن اتحاد عربی کے پاس ایک سیدھا

سادھا نسخہ تھا اور وہ اشرفیوں کی تھیلی تھی۔ (زمیندار صفحہ اول ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء)

(۴) اشرفیوں کا توڑا

''ایک دوسرے حقیقت نگار نے اس حقیقت سے بحث کرتے ہوئے کہ دو برس سے بھی کم میعاد میں ''کرنل لارنس'' نے وہاں بیس ہزار اشرفیاں تقسیم کردیں، یہ کہا تھا کہ اس پر تو تعجب نہیں جو وہاں ہوا بلکہ اس پر تعجب ہے کہ اب مطلق اقتدار نہیں رہا اور اگر بجائے ان کے میں ہوتا تو کبھی عرب نظم ونسق نہ کرتا، بلکہ میں خود بادشاہ بن بیٹھتا۔ ابن سعود کو اس طرح باطمینان اشرفیوں کا توڑا حوالہ کرکے ٹال دیتا۔'' (زمیندار صفحہ اول ۱۱ فروری ۱۹۲۲ء)

(۵) ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ کی رشوت

''پھر بھی انہوں (نجدیوں) نے ہمیں برطانیہ کی جنگ کے آخری دور میں ترکوں کی ناکہ بندی میں معقول مدد دی، جو جبل شمار اور کویت کی بندرگاہ کے راستہ سے اشیائے رسد حاصل کررہے تھے اور ۱۹۱۸ء میں ابن رشید کے ملک پر چڑھ دوڑے۔''

اس سال انہوں نے ''سر پرسی کاکس'' کے پاس بغداد میں ایک سفارت نامہ بھیج کر یہ ظاہر کیا کہ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے یا تو شاہ حسین کو اپنا رویہ بدلنے کے لئے خاص تنبیہ کردی جائے ورنہ ہم انتقام گیری پر مجبور ہوجائیں گے۔ امیر فیصل کو بغداد میں شاہی تخت پر بٹھانا مزید ظلم تھا۔ ابن سعود نے صاف صاف کہہ دیا کہ میرے گرد دو بھٹیاں سلگادی گئی ہیں پھر میں کیسے ہاتھ پاؤں توڑ کر خاموش بیٹھ سکتا ہوں۔ ''سر پرسی کاکس'' نے اس احتجاج کے جواب میں اسے ''شاہ نجد'' کے نام سے مخاطب کیا۔ اس خوشامد، تملق اور ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ رشوت سے جو ماہ بماہ ادا ہوتی رہے گی، ابن سعود کو خاموش رکھنے کی امید کی جاتی ہے۔ (زمیندار صفحہ اول ۱۲ فروری ۱۹۲۲ء)

ابن سعود نجدی اور اس کی حکومت کی ''اسلام پرستی'' اور ''نصاریٰ کشی'' کا یہ اجمالی نقشہ ہے جسے وہی اخبار شائع کرچکا ہے جو آج ''نجدیت نوازی'' کے علمبرداروں میں چوٹی کا ''مجاہد'' سمجھا جاتا ہے۔

صاحبو! آپ نے دیکھ لیا کہ نجدی باغی کس طرح مخالفینِ اسلام سے مل کر ترکوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

وہابیوں کی صلیبی لڑائیاں

صاحبِ تاریخ نجد وحجاز لکھتے ہیں:

اوپر جو اقتباسات میں درج کر چکا ہوں۔ وہ میں نے خود ''زمیندا'' کے پرچوں سے نقل کیے ہیں۔ ذیل میں معزز روزنامہ ''سیاست'' لاہور کے حوالہ سے ''زمیندار'' کی رائے جو اس نے ''ہڑبونگ'' سے پہلے ظاہر کی تھی درج کرتا ہوں۔

''جناب مفتی حمایت اللہ صاحب سیکریٹری انجمن معین الاسلام لاہور نے ۸ جون ۱۹۲۰ء کا ''زمیندار'' پڑھ کر سنایا، جس میں وہابیوں کو مفتری لکھا گیا ہے اور وہابیت کے لفظ کو بغاوت اور کذب و بہتان کا مترادف ظاہر کیا گیا تھا اور لکھا تھا کہ ابن سعود انگریزوں کا وظیفہ خوار ہے اور اسلام کی نہیں بلکہ صلیب کی لڑائیاں لڑتا ہے''۔ (''سیاست'' بابت ۱۹/دسمبر ۱۹۲۵ء)

برطانیہ کا پٹھو ابن سعود: مسٹر محمد علی صاحب

مشہور لیڈر جناب مسٹر محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد ''کامریڈ'' نے اس تقریر میں جو انھوں نے خلافت کانفرنس کراچی میں کی تھی، ابن سعود کے متعلق بیان کیا کہ:

اگر کسی وقت شریف مکہ امیر فیصل برطانیہ کے برخلاف ہو جائیں تو بنظر حفظ ما تقدم ایک دوسرے پٹھو کو بھی تیار کر لیا ہے اور وہ ابن سعود ہے، جسے ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ دیئے جاتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت اس کو شریف کی جگہ بٹھا دیا جائے۔ (تقاریر مسٹر محمد علی صاحب، مطبوعہ غنی المطابع دہلی، حصہ دوم ۶۷)

غرض جو لوگ آج ابن سعود کو ''فرشتہ رحمت'' ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں وہی کچھ عرصہ پہلے اس کو غدار برطانیہ کا پٹھو اور نصاریٰ پرست وغیرہ خطابات دے چکے ہیں۔ اب مجھ پر تو کسی صاحب کو ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ ناراض ہونے والے صاحبوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے قلم اور اپنی زبان کو مارے غصہ کے کاٹ کھائیں، جس سے قبل از وقت ''شریفی پروپیگنڈہ'' ہو چکا ہے اور اب وہ اپنے اس بھرم کی کوئی صفائی نہیں پیش کر سکتے۔ (ماخوذ از تاریخ نجد وحجاز)

نجدیوں کی مذہبی کہانی خود اُن کی زبانی

صاحب تاریخ نجد وحجاز لکھتے ہیں:

نجدیوں کے باطل اور فاسد عقائد اس قدر واضح ہیں کہ بڑے بڑے اکابر علماء ومحدثین ان کی تردید میں کتابیں تحریر فرما چکے ہیں۔ خود شیخ نجدی محمد عبدالوہاب آنجہانی کے حقیقی بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے گمراہ بھائی کی تردید کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، لیکن آج تک نجدیوں کے ہندوستانی چیلے یہی کہتے رہے ہیں کہ جن عقائد کو نجدیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اُن سے بری الذمہ ہیں۔ مگر باطل پر کب تک پردہ میں رہ سکتا ہے، قدرت نے خود نجدیوں کے ہاتھوں اُس کو چاک کرا دیا۔

عبدالعزیز ابن سعود موجودہ امیر نجد نے مکہ معظّمہ پر قابض ہونے کے بعد اپنے مخصوص عقائد کے پروپیگنڈہ کے سلسلے میں کتاب ''مجموعۃ التوحید'' کو شائع کر کے گزشتہ حج کے موقع پر مفت تقسیم کیا۔ اس مجموعہ میں مختلف رسائل ہیں جن کے نام بھی مختلف ہیں، مگر صفحات کا نمبر مسلسل ہے۔ یہ کل مجموعہ ۴۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ میں اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر سکا۔ کیونکہ میں نے یہ کتاب ایک صاحب سے عاریۃً لی تھی اس لئے کافی وقت تک میرے پاس نہ رہ سکی۔ تاہم متفرق مقامات کے مطالعہ کے بعد چند عبارات مل گئیں جن سے نجدیوں کے عقائد کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک اور مستقل رسالہ ''الہدایۃ السنیہ'' کے نام سے ابن سعود کے حکم سے شائع ہوا ہے، لیکن بخوف تطویل نمونہ کے طور پر صرف مجموعۂ مذکورہ کی چند عبارتیں معہ ترجمہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل ناجائز (وہابی نظریہ)

فَلَوْ جَازَ اَنْ یَّتَوَسَّلَ عُمَرُ وَ اَصْحَابُهٗ بِذَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ لَمَا صَلُحَ لَهُمْ اَنْ یَّعْدِلُوْا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِلَی الْعَبَّاسِ فَعُلِمَ اَنَّ التَّوَسُّلَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ لَا یَجُوْزُ.

ترجمہ: پس اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے آپ کے انتقال کے بعد توسل کرنا جائز ہوتا تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات کے بعد وسیلہ بنانا جائز نہیں۔ (مجموعۃ التوحید، مطبوعہ ام القریٰ مکمہ معظّمہ، ص ۲۱۷، ۱۳۲۲ھ)

اسی کتاب میں ہے:

وَ یُکْرَہُ اَنْ یَّدْعُوَا اللّٰہَ اِلَّا بِہٖ فَلَا یَقُوْلُ اَسْئَلُکَ بِفُلَانٍ اَوْ بِمَلَائِکَتِکَ اَوْ بِاَنْبِیَائِکَ وَ نَحْوِ ذٰلِکَ.

ترجمہ: خدا کو کسی کا واسطہ دے کر پکارنا مکروہ ہے۔ پس یوں نہ کہے کہ اے خدا میں فلاں یا تیرے فرشتوں یا تیرے نبیوں کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ (یہ عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے)۔ (حوالہ مذکورہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت حرام (وہابی نظریہ)

فَطَلَبُ الشَّفَاعَۃِ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْ غَیْرِہٖ بَعْدَ وَفَاتِہٖ وَ بُعْدِہٖ عَنِ الدَّاعِی لَا یُحِبُّہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَ لَا یَرْضَاہُ.

ترجمہ: پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ سے اور آپ کے غیر سے شفاعت طلب کرنا، اِسی طرح دور سے آپ کو پکارنا اللہ کو محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔ (مجموعۃ التوحید، ص ۲۲۳)

نجدی نے جس حدیث کو آڑ بنایا ہے اس کا وہ مطلب ہی نہیں سمجھے اور اس طرح ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال دیا، جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے آپ کے انتقال کے بعد توسل کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (تاریخ نجد وحجاز)

وہابیوں کے بنائے ہوئے ''کافروں'' کی مختصر فہرست

صاحب تاریخ نجد وحجاز مزید لکھتے ہیں:

نجدی طائفہ مسلمانوں کو کافر بنانے کا جس قدر شوق رکھتا ہے وہ تمام کافر گروں کے جذباتِ تکفیر سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ ان کے اختراعی عقائد کی کسوٹی پر نہ صرف بریلوی، نہ صرف دیوبندی، نہ صرف فرنگی محلی، بلکہ ہمارے ہاں کے غیر مقلدین، کارکنانِ خلافت اور حامیان نجد یہ بھی مسلمان ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ خود نجدی طائفہ بھی اپنے عقائد کی بناء پر کافر ہو جاتا ہے۔ میں ان کے ایسے عقائد کی نہایت مختصر فہرست ہدیۂ قارئین کرتا ہوں:

(۱) کافروں سے مدارات (اچھا سلوک) کرنے والا کافر۔ (۲) کافروں کے کہنے پر عمل کرنے والا کافر۔ (۳) کافروں کو امرائے اسلام کے پاس لے جانے والا، ان کو ہم مجلس بنانے والا کافر۔ (۴) کافروں سے کسی امر میں مشورہ کرنے والا کافر۔ (۵) مسلمانوں کے امور میں سے کسی ایک مسئلہ امارات (وخلافت) وغیرہ میں کافروں سے کام لینے والا کافر۔ (۶) کافروں کے پاس بیٹھنے اور ان کے ہاں جانے والا کافر۔ (۷) کافروں سے خوش مزاجی کے ساتھ پیش آنے والا کافر۔ (۸) کافروں کا اکرام کرنے والا کافر۔ (۹) کافروں سے امن طلب کرنے والا کافر۔ (۱۰) کافروں کی خیر خواہی کرنے والا کافر۔ (۱۱) کافروں سے مصاحبت ومعاشرت رکھنے والا کافر۔ (۱۲) کافروں کو سردار کہنے والا کافر۔ (۱۳) علم طب جاننے والے کو ''حکیم'' کہنے والا کافر۔ (۱۴) کافروں کے ملک میں ان کے ساتھ رہنے والا کافر۔

یہ مختصر فہرست ہے ان لوگوں کی جو نجدیوں کے نزدیک کافر ہیں۔ یہ فہرست کتابِ مذکور کے صفحہ ۸۶، ۸۷ سے نقل کی گئی ہے۔ بنظر اختصار اصل عبارتیں نہیں لکھی گئیں۔ اصل کتاب دیکھ کر ہر شخص تشفی کر سکتا ہے۔

میں ان کے مذکورہ مسائل پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہر عقلمند مسلمان یہ نتیجہ

نکال سکتا ہے کہ نجدی اپنے خیالات و مذہب پر قائم رہ کر ہم مسلمانوں کو کسی طرح بھی مسلمان نہیں سمجھ سکتے اور واقعات اس کی تائید کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتے ہیں، چنانچہ طائف شریف میں ان لوگوں نے سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک سمجھ کر شہید کیا، جیسا کہ علمائے دیو بند بھی اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔ (تاریخ نجد و حجاز)

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور

صاحب تاریخ نجد و حجاز لکھتے ہیں:

میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو نجدیوں کا اس قدر تشدد کہ کافروں سے ہر قسم کا مشورہ کرنا اور ان سے خوش مزاجی کے ساتھ پیش آنا بھی کفر اور دوسری جانب ان کا یہ طرز عمل کہ انگریزوں سے رشوت لے کر ترکوں پر حملے کئے، ان کی ناکہ بندی کی، خلیفۂ اسلام سے بغاوت و غداری کرتے رہے۔ برطانیہ کے دوست بنے رہے اور حال ہی میں خبر آئی ہے جو اخبار ''زمیندار'' وغیرہ میں بھی شائع ہو چکی ہے کہ جدہ میں عنقریب ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے، جس میں نمائندگان حجاز و نجد و برطانیہ جمع ہوں گے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب ہر امر میں کافروں سے مشورہ طلب کرنا کفر ہے تو مسئلہ حجاز ایسے مذہبی معاملہ میں برطانیہ کی شرکت کو منظور کر لینا کہاں کا اسلام ہے؟

اے قاسمی وہ دھوم تھی نجدی کے ''زہد'' کی

میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

نجدی توحید کی کرشمہ سازیاں

وَ هٰذَا لَا یَمْنَعُ کَوْنَهٗ جَاهِلًا بِالتَّوْحِیْدِ کَمَا جَهِلَهٗ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ وَ اَقْدَمُ مِنْهُ مِمَّنْ لَهٗ تَصَانِیْفُ فِی الْمَعْقُوْلِ کَالْفَخْرِ الرَّازِیْ وَ اَبِیْ مِعْشَرَ الْبَلْخِیْ وَ نَحْوِهِمَا مِمَّنْ غَلَطَ فِی التَّوْحِیْدِ.

ترجمہ: اور یہ خالد ازہری شارح ''توضیح'' کے توحید سے جاہل ہونے کو مانع نہیں۔

جیسے کہ وہ لوگ بھی توحید سے جاہل تھے جو خالد ازہری کی نسبت زیادہ علم والے تھے اور معقول میں ان کی تصانیف ہیں۔مثلاً فخر رازی اور ابو معشر بلخی وغیرہ جنہوں نے توحید کے مسئلے میں غلطیاں کیں۔(مجموعۃ التوحید، صفحہ ۲۳۰)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ ''اَلرَّجُلُ لَا یَکُوْنُ مُسْلِمًا اِلَّا اِذَا عَرَفَ التَّوْحِیْدَ'' یعنی کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک توحید کا عارف نہیں، مطلب یہ کہ اگر توحید سے جاہل ہوگا، تو کافر ہے اور یہاں چونکہ امام رازی وغیرہ کو توحید سے جاہل کہا گیا ہے اس لئے لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نجدیوں کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہیں۔(حوالۂ سابق)

امام بوصیری علیہ الرحمہ پر کفر کا فتویٰ

وہابیوں کی اُسی کتاب (الھدایۃ السنیۃ) میں ہے:

وَ قَدْ حَاوَلَ ھٰذَا الْجَاھِلُ الْمُعْتَرِضُ صَرْفَ اَبْیَاتِ الْبُرْدَۃِ عَمَّا ھُوَ صَرِیْحٌ فِیْمَا دَلَّتْ عَلَیْہِ مِنَ الشِّرْکِ فِی الرَّبُوْبِیَّۃِ وَالْاُلُوْھِیَّۃِ وَ مُشَارَکَۃِ اللّٰہِ فِیْ عِلْمِہٖ وَ مُلْکِہٖ وَ ھِیَ لَا تَحْتَمِلُ اَنْ تَصْرِفَ عَمَّا ھِیَ فِیْہِ مِنْ ذٰلِکَ الشِّرْکِ وَالْغُلُوِّ.

ترجمہ: یہ جاہل معترض (غیر وہابی) قصیدہ بردہ کے ابیات کو ان کے صحیح مفہوم سے پھیرنا چاہتا ہے۔اُن ابیات میں وہ مضامین مُصَرَّح ہیں جو شرک فی الربوبیۃ، شرک فی الالوہیۃ اور اللہ کے علم اور اس کے ملک میں مشارکت پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں شرک اور غلو اس درجہ کا ہے کہ اس کے خلاف معنی مراد لئے جانے کا احتمال بھی نہیں۔

قارئین کرام! دیکھئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ستونِ اسلام اور دوسرے بزرگوں کو کس طرح صاف الفاظ میں ''توحید سے جاہل'' قرار دے کر نجدیوں نے اپنی خباثت کا ثبوت دیا اور کس طرح قصیدہ بردہ شریف کو شرک کہہ کر اس کے بزرگ مصنف اور اس کے پڑھنے والوں کو جن میں ہزاروں علماء وصلحاء بھی داخل ہیں، مشرک بنا کر کفر سازی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان برد

ان عبارات کو پڑھ کر شیخ الاسلام علامہ زینی دحلان محدث شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُس قول کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے کہ نجدی چھٹی صدی کے بعد کے تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں:

کانوں سے سنا کرتے تھے جادو بھی ہے اک شے
آنکھوں سے تری نرگس فِتّیں نے دکھایا

نجد میں نئی شریعت

صاحب تاریخ نجد و حجاز لکھتے ہیں:

اس مجموعہ کے صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ میں نجدیوں نے سوال و جواب کے طرز پر اپنا ایک عقیدہ لکھا ہے جو اُن کے بدترین اور خطرناک تشددات میں سے ایک ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھ کر اس کا صرف ترجمہ درج کرتا ہوں۔ اصل مقصد کے بیان کرنے میں اگر میری کوئی خیانت ثابت کر دے گا تو میں اعلانیہ اپنی خیانت کے اعتراف کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس کا با محاورہ ترجمہ یہ ہے:

''اس شخص کے حق میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو اسلام میں داخل ہوا اور اس سے محبت کرتا ہے لیکن مشرکوں سے عداوت نہیں کرتا ہے اور ان کو کافر کہتا ہے۔ یا اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں مگر لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو میں کافر نہیں کہہ سکتا اگر وہ اس کے معنی نہ سمجھتے ہوں؟ اور اس شخص کے متعلق آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں جو اسلام میں داخل ہوا اور اسلام سے محبت کرتا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ میں قُبّوں کو نہیں گراتا، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ قبے نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان مگر میں اس سے تعرض نہیں کرتا۔ (یعنی ان کو نہیں گراتا)

پس ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ توحید کو نہ سمجھے اور اس کے موجبات پر عمل نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرے،

ان امور میں جن کی آپ نے خبر دی اور جس کام سے آپ نے منع فرمایا اُس سے رک نہ جائے اور جس کام کے کرنے کا آپ نے حکم فرمایا وہ نہ کرے اور آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے احکام پر ایمان نہ لائے، پس جس شخص نے کہا کہ میں مشرکوں سے عداوت نہیں کرتا یا وہ ان سے عداوت کرتا ہے مگر ان کی تکفیر نہیں کرتا یا اس نے کہا کہ میں **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہنے والوں سے تعرض نہیں کرتا اگر چہ وہ کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہوں اور دین الٰہی سے عداوت رکھتے ہوں یا اس نے کہا کہ میں قبّوں سے تعرض نہیں کرتا۔ (یعنی ان کو نہیں گراتا)۔تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ. وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا. اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا. وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا.

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء)

نجدی مفتی اس عبارت میں صاف لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام میں داخل ہو کر اسلام سے محبت کرتا ہو اور اس کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ قبے نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، لیکن وہ ان کو نہیں گراتا تو فقط اس ''جرم'' کے باعث قطعاً و یقیناً کافر ہے۔اس کے ساتھ اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر جو گنبد خضراء ہے وہ بھی ایک قبہ ہے۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو (خاک بدہن اعداء) اس کو گرا دیا جائے گا۔ اس صورت میں ابن سعود کے وعدوں کی مٹی پلید ہو جائے گی۔ یا وہ اس کو نہیں گرائے گا لیکن اس صورت میں طائفہ نجد یہ اپنے قول کے مطابق قطعاً کافر اور یقیناً جہنمی ہو گا۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلا و فرقت لیلیٰ

خاتمہ سخن

صاحب نجد و حجاز آخر میں لکھتے ہیں:

میں نے یہاں تک نجدی جماعت کی سیاسی و مذہبی حالت پر ایک اجمالی بحث کی ہے۔ اہل اسلام خود اندازہ لگالیں کہ ایسی خطرناک جماعت کا مرکز اسلام پر تسلط مقاصد اسلامیہ کے لئے کس حد تک مفید ہوسکتا ہے۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم خاندانِ شریف کو حجاز سے نکال کر اس کا انتظام مسلمانانِ عالم کے سپرد کردیں گے۔ سو ظاہر ہے کہ ایک ملک پر قابض ہوجانے کے بعد کون اُس کو چھوڑ سکتا ہے۔

ہم کو معلوم ہے وعدہ کی حقیقت لیکن
دل کے خوش کرنے کو بے شک یہ خیال اچھا ہے

ہندوستان میں وہابیت کیسے آئی؟

اوّلِ روز سے ہی وہابیت کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ پوری دنیا میں پھیل جائے۔ چنانچہ حج کے زمانے میں جو مسلمان مختلف ممالک سے مکہ مکرمہ آتے تھے، اُن میں ایسے لوگوں کی تلاش ہوتی تھی جو آسانی کے ساتھ وہابی تحریک کو قبول کرنے کے لائق ہوتے تھے۔ جب سعودیہ عربیہ میں تیل کی صورت میں دولت کا سیلاب آیا تو سعودی حکومت نے مختلف ممالکِ اسلامیہ میں دولت کے ذریعہ وہابیت کی تبلیغ شروع کی۔

فرانٹ لائن پی بی ایس نے متعدد ممالک کے چند سرکردہ لوگوں کا ایک انٹرویو لینے کے بعد وہابیت پر اپنا تجزیہ آن لائن پیش کیا ہے، جس کے ابتدائی حصے کو یہاں پر درج کیا جارہا ہے۔ تجزیہ میں یہ لکھا گیا ہے:

For more than two centuries, Wahhabism has Saudi Arabia's dominat faith. It is an austere form of Islam that insists on a literal interpretation of the koran (Quran).

Strict wahhabism believe that all those who don't practice their form of Islam are heathens and enemies. Critics say that wahhabism's rigidity has led it to misinterpret and distort Islam, pointing to extremists such as Osama bin laden and the Taliban. wahhabism's explosive growth began in the 1970 when saudi charities started funding wahhabi schools (madrasa) and mosques from Islamabad to Culver City, California. Here are excerpts from FRONTLINE's interviews with "mai yamani", an anthropologist who studies Saudi Society, "Vali Nasr" authority on Islamic fundamentalism, "Maher Hathout", spokes person for the Islamic centre of Sauthern California and "Ahmed Ali" a Shia Muslim from Saudi Arabia.

ترجمہ: دوسوسال سے زائد مدت سے سعودیہ عربیہ میں وہابی عقیدے کا غلبہ ہے۔ یہ ایک متشدد اسلامی مکتبۂ فکر ہے جو قرآن کے لفظی ترجمے پر زور دیتا ہے۔ شدت پسند وہابیوں کا ماننا یہ ہے کہ جو لوگ وہابیوں کے پیش کردہ اسلام کو نہیں مانتے ہیں وہ مشرک اور اسلام کے دشمن ہیں۔

ناقدین کا کہنا ہے کہ شدت پسند وہابیوں کی اسلام کی غلط تشریح سے متاثر ہو کر اسامہ بن لادن اور طالبان جیسے انتہا پسند پیدا ہوئے ہیں۔

۱۹۷۰ء سے وہابیت کو خطرناک ترقی ہونے لگی، جب کہ سعودی خیراتی اداروں نے اسلام آباد سے لے کر کلورسیٹی (Culvercity) اور کیلی فورنیا کے مختلف شہروں کے مدرسوں اور مسجدوں کو مالی امداد فراہم کرنا شروع کیا۔

یہاں پر فرنٹ لائن (FRONT LINE) کی طرف سے لئے گئے انٹرویو کے کچھ

اقتباسات پیش کیئے گئے ہیں جو "مے یمنی" (ماہر علوم انسانی، جس نے سعودی سماج کا مطالعہ کیا تھا) ولی نصر (اسلامی مبادیات کی معتبر شخصیت) ماہر تحتوت (مرکز اسلامی جنوبی کیلی فورنیا کا ترجمان) اور سعودیہ عربیہ کے ایک شیعہ مسلم سے لئے گئے تھے۔

(پورے انٹرویو کے لئے وزٹ کریں frontlinepbs.org)

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ حکومتِ سعودیہ عربیہ نے حج کے موقع کو تبلیغ وہابیت کے لئے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا۔ مختلف ممالک سے حج کے لئے آنے والے بعض جاہ پسند علماء کو وہابیت کی تبلیغ کے لئے تیار کر کے بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی اُسی راستے سے وہابیت کا داخلہ ہوا۔

ہندوستان میں وہابیت کا بانی

تاریخ بتاتی ہے کہ سید احمد رائے بریلوی (فوت: ۱۲۴۶ھ) اور ان کے مرید شاہ اسماعیل دہلوی جن کو وہابی شہید کہتے ہیں، دونوں نے مل کر غیر منقسم ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی۔

سید احمد رائے بریلوی

سید احمد ابن محمد عرفان محرم ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں شہر رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ سید احمد صاحب بچپن سے لے کر جوانی تک بہت کند ذہن اور غبی مشہور تھے۔ تعلیم کے حصول کی طرف قطعاً رغبت نہ تھی۔

سید احمد صاحب کے سوانح نگار مرزا حیرت دہلوی نے یہ لکھا ہے:

"بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے۔ کبھی کچھ آئے گا جائے گا نہیں۔ میں ذہن کی بات پر کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا، صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ سید کی بچپن میں کیا پورے عنفوانِ جوانی میں بھی لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع نہ تھی۔

(حیات طیبہ، ص ۳۸۹)

مرزا صاحب کے مطابق سید احمد صاحب نے کسی طرح ناظرۂ قرآن تو ختم کیا لیکن جب فارسی کی مشہور کتاب ''کریما'' کا سبق شروع کیا گیا تو اس کے پہلے شعر کا پہلا مصرعہ ''کریما بہ بخشای بر حال ما'' سید صاحب کو تین دنوں میں یاد ہوا، یاد ہونے کے دوسرے دن جب سنانے کی باری آئی تو کبھی لفظ ''کریما'' بھولتے تو کبھی ''برحالِ ما'' کو دل محو کر دیتا۔(ایضاً ص ۳۹)

سید احمد رائے بریلوی ۱۲۳۶ھ میں سفر حج کے لئے نکلے۔ مکہ مکرمہ میں قاضی شوکانی سے جو وہابیوں کے بڑے عالم مانے جاتے تھے، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و نظریات کی تعلیم حاصل کی اور وہاں سے واپس آکر وہابیت کی تبلیغ شروع کی۔

وہابی عالم احمد امین اپنی کتاب ''زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جب سید احمد حج کرنے کے لئے گئے تو وہاں پر انہوں نے محمد بن عبدالوہاب کے مذہب کو اختیار کر لیا اور جب ہندوستان واپس لوٹے تو وہاں انہوں نے وہابیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ قبور کی زیارت، کسی کو شفیع قرار دینا وغیرہ کو حرام قرار دیا۔

سید احمد رائے بریلوی خود کو امیر المومنین تصور کرتے تھے اور ان کے معتقد اُن کو مہدی موعود سمجھتے تھے۔ چنانچہ وہابی نظریات کے حامی مشہور مورّخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

اگر چہ وہابیوں کی جنگی اور ملکی قوت چکنا چور ہو گئی اور سعد (محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نواسہ) کے خاندان کی حکمرانی حدود نجد میں محدود ہو کر رہ گئی مگر پھر بھی جو اصولِ مذہبی محمد بن عبدالوہاب نے بنائے تھے اب تک مساجد میں نہایت مذہبی جوش سے بیان کئے جاتے ہیں۔ اُن جوشیلے وعظوں کی گونجیں حدود نجد میں مقید نہ رہیں بلکہ انہوں نے ہندوستان کے ایک بزرگ کی بے آرام روح میں مذہبی ولولے کی روح پھونک دی۔ جب یہ بزرگ مکہ شریف کے حج کو آیا تو اس نے وہابیوں کے بڑے فاضل (قاضی شوکانی) سے وہابی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور محمد بن عبدالوہاب کے اسلامی اصول کو بہت مانجھا۔ پیغمبر اسلام کے براہ راست سلسلۂ اولاد میں ہونے سے، برخلاف وہابیان نجد کے، اُس نے اپنے میں امیر المومنین بننے کی ضروری صفات ملاحظہ کیں۔ مسلمانانِ ہند نے اُسے سچا خلیفہ یا مہدی تسلیم کر لیا۔ انگریزی حکام کی لاعلمی میں وہ ہمارے صوبوں میں گشت لگا تا رہا اور بے شمار لوگوں کو اپنا معتقد بنایا۔ اس نے اپنے کارندے پٹنہ میں مقرر کئے اور پھر دہلی کی طرف رخ کیا۔

یہاں خوش قسمتی سے ایک فاضل اجل محمد اسماعیل (شاہ اسماعیل دہلوی) نامی اس کا مرید ہو گیا اور آخر میں اپنے پیر کا ایسا والہ اور شیدا ہوا کہ اس نے ''نئے خلیفہ'' کے اصولِ مذہبی کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ''صراط مستقیم'' ہے۔

مرزا حیرت وہابی مذہب اور اس کی کتابوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اِس مذہب کا اثر ہندوستان اور نجد میں باقی ہے جو دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ بہت دھوم دھام سے ہندوستان میں وہابی مذہب کی کتابیں طبع ہوتی ہیں اور انہیں اشاعت کیا جاتا ہے۔ مثلاً تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کتابیں، جنہوں نے ہندوستانی مسلمانوں پر زبردست اثر ڈال رکھا ہے۔ (حیات طیبہ، ص ۳۸۹ تا ۳۹۱، مطبوعہ لاہور)

سید احمد رائے بریلوی جب حج بیت اللہ کے سفر میں مکہ مکرمہ کی وہابی حکومت سے ہندوستان کی سرزمین پہ وہابی تحریک لے کر آئے تو انہوں نے وہابی تحریک کو پھیلانے کے لئے ایجنٹ مقرر کیئے۔ سکھوں سے جہاد کے نام پر بھولے بھالے مسلمانوں کو وہابیت کے جال میں پھانسنا شروع کیا اور وہابی نظریات کی اشاعت شروع کی۔

وہابی مورّخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''اور ایک عام تحریک (وہابی تحریک) تمام ہندوستان اور خاص کر ملکِ بنگالہ میں پھیلا دی۔ جب آپ ممبئ تشریف لائے ہیں تو آپ کے ایجنٹ استقبال کے لئے بندرگاہ پر جمع تھے۔ (ایضاً، ص ۴۲۹)

ہندوستان میں وہابی مذہب سید احمد رائے بریلوی کے ذریعہ پھیلا، اس کی گواہی دیتے ہوئے وہابی مورّخ احمد عبد الغفور عطّار نجدی حیات محمد بن عبد الوہاب میں یہ لکھتا ہے:

''اُن کے (محمد بن عبد الوہاب کے) وارثین میں سے خاص طور پر سید احمد بریلی ہندوستان کے بطلِ عظیم مصلح اور امام برحق ہیں''۔ (محمد بن عبد الوہاب، ص ۶۳)

کتاب مذکور کے محشی ابو القاسم محمد عبدہٗ الفلاح نے یہ لکھا ہے:

''ہندوستان میں یہ اسلامی اور اصلاحی تحریک بھی وہابی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔ اُس وقت ہندوستان میں بھی مشرکانہ رسوم کا زور تھا اور شعار اسلامی مٹ رہے تھے۔ سید احمد بریلوی اور حضرت الامام شاہ (اسماعیل) نے تجدید اسلام کی تحریک شروع کی اور سیاسی

قوت حاصل کرنے کے لئے صوبہ سرحد کو منتخب کیا۔ (حاشیہ محمد بن عبدالوہاب، ص ٦٤، مطبوعہ لائل پور پاکستان)

سید احمد رائے بریلوی وہابیوں کے امام مہدی

مرزا حیرت دہلوی کے متذکرہ بالا اقتباس سے یہ ظاہر ہے کہ وہابیوں کے نزدیک سید احمد بریلوی مہدی موعود تھے۔

مشہور اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں نے ''الحجج والکرامۃ'' میں بھی یہی لکھا ہے۔ چنانچہ ''شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک'' کے محشی محمد نورالحق لکھتے ہیں:

عظیم آباد (پٹنہ) اور بنگالہ کی ایک بڑی جماعت سید احمد بریلوی کے بارے میں یہ بھی گمان رکھتی ہے کہ وہ مہدی تھے۔ چنانچہ سید احمد بریلوی کے بعض مریدوں نے چالیس حدیثیں جمع کی ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ہی مہدی تھے۔ یہ لوگ سید احمد کے غائب ہونے کے قائل ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ سرحد پار کے پہاڑوں میں شہید نہیں ہوئے۔ اسی بنا پر اُن کے واپس آنے کے منتظر ہیں۔ (حاشیہ شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک، ص ١٣٢، ١٣٣)

سید احمد کو سلوکِ نبوت حاصل تھا!

وہابیہ کو تعظیمِ انبیاء و اولیاء میں تو جگہ جگہ شرک نظر آتا ہے، لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر سید احمد بریلوی کی تعریف میں غلو کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا کہ اُن کو سلوکِ نبوت حاصل تھا۔ وہابیہ کراماتِ اولیاء کا صاف انکار کرتے ہیں لیکن امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنے پیر کے بارے میں کیا لکھتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

حصول بیعت کے یمن (برکت) اور آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توجہات کی برکت سے آپ سے نہایت عجیب معاملات ظاہر ہوئے کہ انھیں وقائع عجیب کے سبب طریق نبوت کے کمالات جو ابتداء فطرت میں منجملہ مندرج تھے ان کی اب تفصیل وشرح کی

نوبت پہنچی اور مقاماتِ طریقِ ولایت بھی اچھی وجہ پر جلوہ گر ہوئے۔ ان سب معاملات سے اوّل اور بہتر یہ ہے کہ آپ نے جناب رسالت مآب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم نے تین عدد چھوہارے اپنے ہاتھ مبارک سے لے کر حضرت سید صاحب کے منہ میں رکھے تھے اور بعد ازاں کہ آپ بیدار ہوئے اُس رویائے حقہ کا اثر ظاہر باہر اپنے نفس میں پائے تھے اور اس خواب کی بدولت ابتدائے سلوک نبوت حاصل ہو گیا۔ (صراط مستقیم اردو- ص ۱۸۹، فارسی- ص ۱۶۴)

زبردستی بیوہ عورتوں سے نکاح

سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی کے اتنے بڑے پیر کامل تھے کہ بیوہ عورتوں کا نکاح زبردستی وہابیوں سے کر دیا کرتے تھے۔ مرزا حیرت لکھتے ہیں:

''اور بعض اوقات بیوہ خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ اُن (وہابیوں) سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیوائیں جو بعض حالات میں نکاح ثانی کرنا پسند نہ کرتیں، زبردستی مسجد میں لے جا کر ان کا نکاح پڑھا جاتا۔ (حیات طیبہ، ص ۳۵۵)

وہابیوں کو انگریزی حکومت کی حمایت

سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان پر قابض انگریزوں کو اپنا دشمن اور حریف نہیں سمجھتے تھے اور اُن سے جہاد کو لازم نہیں سمجھتے تھے۔ حالاں کہ وہابیوں نے تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ وہابی تحریک ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے لئے ابھری تھی۔ یہ سراسر جھوٹ ہے جو اتنا زیادہ بولا اور لکھا گیا ہے کہ تاریخی حقائق سے ناواقف لوگوں نے اِس جھوٹ کو سچ سمجھ لیا اور غلط پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے کہ اہل سنت و جماعت کے اکابر علماء مثلاً امام فضل رسول بدایونی، امام فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مفتی عنایت احمد کاکوروی وغیرھم کا انگریزوں کے خلاف جہاد کی صدا بلند کرنے میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ آیئے حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لئے خود وہابی مورّخ کے قلم کی گواہی ملاحظہ کیجئے۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''جب مہیب تحریک (وہابی تحریک) پھیلی تو ضلع کے حکام اُس سے چوکنّے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت (انگریزی حکومت) میں تو رخنہ نہ پڑے گا اور اس میں کسی قسم کا خلل تو واقع نہ ہوگا۔ اِس منظر سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آ گیا۔ اُن سے (سید احمد، اسماعیل دہلوی اور ان کے رفقاء سے) ہرگز مزاحمت نہ کرو اُن مسلمانوں (وہابیوں) کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور حقیقت میں بات یہی تھی۔ بھلا مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلش سے کیوں سرو کار ہونے لگا تھا، جہاں وہ اپنے دین کے ارکان بخوبی ادا کر سکتے تھے اور کرتے تھے۔ انہیں تولبریشن (مذہبی آزادی) بخوبی حاصل تھی، وہ صرف دشمنِ دین وایمان سکھوں سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔'' (حیات طیبہ، ص ۴۳۱)

وہابی مورّخ مرزا حیرت دہلوی کے اِس بیان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ سید احمد رائے بریلوی، اسماعیل دہلوی اور اُن کے رفقاء انگریزی حکومت کے خلاف نہ تھے بلکہ انہیں انگریزی حکومت کی حمایت حاصل تھی جس کے سہارے بقول اُن کے وہ سرحد کے سکھوں سے جنگ کرنے کے لئے وہابیوں کی ایک جماعت تیار کرنے میں مصروف تھے۔ بھلا انگریزوں کو وہابیوں سے مزاحمت کی کیا ضرورت تھی انہیں تو ایک تیر سے دو شکار کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ خوش عقیدہ مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا اور مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان جنگ کرا کے مسلمانوں کو کمزور کرنا۔ ان دونوں راستوں سے برطانیہ کی نو آبادیاتی وزارت کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔

مولوی اسماعیل دہلوی

ولادت: ۱۱۹۳ھ/ ۲۶/اپریل ۱۷۷۹ء/ وفات: ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء

مولوی اسماعیل دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ عبدالغنی کے بیٹے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے۔

وہابی مورّخ مرزا حیرت دہلوی نے مولوی اسماعیل دہلوی کی سوانح حیات ''حیات طیبہ'' نام سے مرتب کی ہے۔ ہندوستانی وہابیوں کے نزدیک مرزا صاحب کی یہ کتاب شاہ صاحب کی حیات پر سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔ مرزا صاحب نے شاہ اسماعیل دہلوی کی ولادت، بچپن، جوانی، تعلیم، تحریک وغیرہ میں اسی انداز سے رنگ آمیزی کی بھرپور کوشش کی ہے جو انداز محمد بن عبدالوہاب نجدی کے سوانح نگار عثمان بن بشر نے ''عنوان المجد'' میں اور ابن غنّام نے اپنی تاریخ میں اختیار کیا ہے۔ بہر حال مولوی اسماعیل دہلوی شاہ ولی اللّٰہی خاندان میں شاہ عبدالغنی کے یہاں ۱۲/ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔

جس دور میں اسماعیل دہلوی کی پیدائش ہوئی اُس میں دہلی کے اندر جیّد علماء، فقہاء اور مشائخ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ کسی بھی دور میں کسی خطے کے اندر مسلمانوں کی عمومی جہالت اور بعض رسوم و بدعات کے رواج کا بالکلیہ انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ گو کہ اُس دور میں دہلی اور اطراف و اکناف میں مسلمانوں کے حالات مذہبی اعتبار سے بہت اچھے نہیں تھے، لیکن تمام مسلمانوں کو بیک قلم کافر و مشرک ٹھہرانا ظلم و زیادتی ہے، جس کی مثال صرف وہابیت و خارجیت کی تاریخ میں ملتی ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل دہلوی کا شعور جوں جوں بلوغ کی طرف بڑھتا رہا اُس میں سیمابی کیفیت کا تسلط ہوتا رہا۔ خاندنی علمی وجاہت، اپنے اسلاف کی میراث کی حفاظت اور اُن کے طریقے کے اتباع کے بجائے اپنے اسلاف سے انحراف اور اعراض کا مزاج جوان ہوتا گیا۔ بالآخر خاندانی روش سے انحراف بغاوت کی حد تک جا پہنچا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو ہر طرف شرک و بدعت کی ظلمتیں نظر آنے لگیں۔ اُن کا سوانح نگار اُن کے دام محبت میں کچھ اس قدر گرفتار نظر آتا ہے کہ اسے بھی اپنے ممدوح کے ارد گرد شرک و کفر اور بدعتوں کی تاریکیاں ہی تاریکیاں نظر آتی ہیں۔ ایک آٹھ سال کا بچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کارنامہ انجام کیسے دے رہا ہے، اس تعلق سے ذرا وہابی سوانح نگار کے قلم کی شعبدہ بازی ملاحظہ کیجئے۔

''آٹھ برس کی عمر میں آپ (اسماعیل دہلوی) نے قرآن شریف حفظ کر لیا اور یہ حفظ طوطے کی طرح نہ تھا بلکہ آپ کو قرآن مجید کے معانی پڑھائے گئے تھے۔ گو اِس زمانۂ معصومیت میں ربانی نکات اور الہامی غوامض کو سمجھنا تو بہت مشکل تھا پھر بھی اکثر موقعوں پر

جب اپنے ہم عصروں میں کھیلتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے اور تم یہ کرتے ہو؟''

ذہانت و حافظہ بلا کا تھا لیکن حال یہ تھا کہ آج کا پڑھا ہوا سبق کل یاد نہیں رہتا تھا۔ دیکھئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''شاہ اسماعیل صاحب آٹھ آٹھ دس دس صفحے صاف پڑھ جایا کرتے تھے لیکن کبھی کسی مقام پر رکتے نہ تھے، نہ کوئی بات دریافت کرتے تھے، نہ آپ مطالعۂ کتاب کرتے تھے، نہ گھر میں جا کر سبق یاد کرتے تھے تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کے لئے کتاب کھولتے تھے تو یہ بھول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک پڑھا تھا۔'' (حیات طیبہ، ص ۳۱)

مرزا صاحب کے اس اِقتباس کو پڑھتے ہوئے راقم استعجاب سے برسرِ پیکار تھا کہ اگلے اقتباس نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب اُس بارہ سالہ طالب علم کے بارے میں یہ لکھتے ہیں کہ ''صدرا جیسی مغلق و پیچیدہ کتاب کے مشکل مقامات کو چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے'' جس طالب علم کو گزشتہ کل کا سبق یاد بھی نہیں رہتا تھا ذرا حیرت میں ڈالنے والی تحریر پڑھئے! لکھتے ہیں:

''اُس ہونہار بچہ نے اِس عمدگی اور صفائی سے اُس مقام کو چٹکیوں میں سلجھا دیا اور وہ معنی بتائے کہ سب دنگ رہ گئے۔''

اب آگے قلم کی روانی دیکھئے:

''پھر صدرا کے حاشیہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اس نے جو کچھ معنی بتائِے ہیں وہ غلط ہیں''۔ مرزا صاحب کو شاید خیال آیا کہ کوئی یہ دریافت نہ کر لے کہ وہ کون سا لاینحل مقام تھا؟ لہٰذا یہ لکھ دیا: میں اس تقریر کو نقل کر کے زیادہ وقت ناظرین کا نہ لوں گا۔ ہاں اس قدر لکھنا ضروری جانتا ہوں کہ یہ وہ عالمِ فطرت تھے کہ اگر میر باقر داماد ہوتا تو زانوے شاگردی طے کرتا۔''

ناظرین! اِسے کہتے ہیں قلم کی شعبدہ بازی۔

جب بات چل پڑی ہے قلم کی شعبدہ بازی کی تو لگے ہاتھوں اُس کا ایک اور حیرت ناک منظر ملاحظہ کرتے چلئے۔ ایک پانچ سالہ بچے کی کہانی مرزا صاحب کی زبانی!

سنئے مرزا صاحب کیا کہتے ہیں:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ (اسماعیل دہلوی۔اس وقت پانچ سال کی عمر تھی) اپنے ملازم کی گود میں جا رہے تھے۔ کبھی اس کی انگلی پکڑ کے چلتے اور کبھی وہ گود میں لے لیتا۔ غالباً کوئی باغ تھا یا کوئی سبزہ زار تھا کہ ایک شخص پانچ چھ کتے لئے ہوئے نکلا۔ یہ کتے والا شخص مسلمان تھا اور اکثر کتوں کا شائق تھا۔ اُس نے قریب آ کے مولانا کے ملازم سے دریافت کیا کہ یہ کس کے صاحبزادے ہیں؟ دریافت کرنے کے بعد وہ باتیں کرنے لگا۔ پھر مولانا نے اس سے اپنی بھولی بھالی بولی میں کہا: تم نے کتّے کیوں پال رکھے ہیں؟ مسلمان کتّے نہیں پالتے۔ اس نے کہا میاں کچھ بُرا ہے؟ مولانا نے کہا رحمت کے فرشتے نہیں آتے جہاں کتّے پلے ہوتے ہیں۔ اُس نے مسکرا کے جواب دیا: میں نے اس لئے کتّے پالے ہیں کہ فرشتے نہ آئیں، کیونکہ جب فرشتوں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی تو پھر مجھے اپنی موت کا خوف نہ رہے گا۔''

مولانا نے جواب دیا! جو فرشتے تیرے کتوں کی روح قبض کرنے آئیں گے وہی تیری بھی قبض کر لیں گے۔ غرض تو فرشتوں کی دستبرد سے نہیں بچ سکتا۔ یہ سن کر وہ از حد خوش ہوا اور مولانا کی خداداد ذکاوت کی تعریف کی۔''

قارئین کرام! دیکھ لیجئے یہ اُس قلم کی شعبدہ بازی ہے جو کرامات اولیاء کا شد و مد کے ساتھ انکار کرتا ہے، لیکن اپنے ایک پانچ سالہ ممدوح بچے کی کرامات سازی میں کتنا زیادہ رواں نظر آتا ہے۔ پانچ سال کے بچے کو یہ بھی معلوم ہے کہ جس گھر میں کتّا ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور یہ بھی خبر ہے کہ گھر میں کتّا ہو پھر بھی روح قبض کرنے والا فرشتہ آ جاتا ہے۔ اِسے پانچ سالہ بچے کی کرامت کہا جائے یا پھر قلم کی شعبدہ بازی؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

خیر! ابھی ہمارا اصل موضوع یہ نہیں ہے کہ شاہ اسماعیل صاحب کتنے بڑے ذہین تھے یا کل کا پڑھا ہوا سبق آج بھول کیوں جاتے تھے یا پانچ سال کی عمر میں کتنے بڑے کراماتی بزرگ بن گئے تھے، ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں کن بدعتوں کا قلع قمع کیا ہے اور کن مشرکوں کو دامنِ اسلام میں داخل کیا ہے۔ وہ کن عقائد و نظریات کے حامل تھے۔ کیا وہ اپنے اسلاف کے عقائد پر قائم تھے؟ انہوں نے کوئی نئی تحریک چھیڑی تھی؟ اگر

چھیڑی تھی تو وہ تحریک کون سی تھی؟ کسی کے تعلق سے متذکرہ بالا باتوں کو سمجھنے کے لئے اُس کی تحریریں سب سے زیادہ مستند ہوتی ہیں لہٰذا ہم اسماعیل دہلوی صاحب کی کتابوں کے کچھ مندرجات کا بھی ایک جائزہ لیں گے تاکہ اُن کی شخصیت کے تعارف میں آسانی ہو۔

یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی خاندانِ شاہ ولی اللّٰہی کے افکار ونظریات سے بغاوت شروع کر دی۔ شدّت پسندی کا یہ حال تھا کہ مکروہات ومحرمات کو بدعات کے زمرے سے آگے بڑھا کر شرک کے خانے میں ڈالنے لگے اور سرزمینِ نجد میں بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جس وہابی تحریک کی بنیاد ڈالی تھی مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے ساتھ مل کر ہندوستان میں بھی اس کی اشاعت شروع کر دی۔ جس طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی نے وہابیوں کے سوا پورے جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کو مشرک مباح الدم ٹھہرایا تھا اُسی طرح اسماعیل دہلوی نے بھی اپنے ہم خیالوں کے سوا ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد ونظریات جو اُن کی کتاب ''کتاب التوحید'' میں تھے انہیں اردو زبان میں منتقل کر کے مولوی اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' نام کی کتاب لکھی۔

اس کے علاوہ اور بھی دو چار کتابوں کو مولوی اسماعیل دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، منصب امامت، رسالہ یک روزی، صراط مستقیم۔ مؤخر الذکر کتاب مولوی اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ الفاظ وترتیب مولوی اسماعیل دہلوی کے ہیں۔ مذکورہ بالا کتابوں سے مولوی اسماعیل دہلوی کے افکار ونظریات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ ہر وہ شخص جو وہابی نظریات سے واقف ہے بلا تردد یہ فیصلہ کرے گا کہ مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان میں وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کے حوالے سے اولین پرسنالٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِس حقیقت کو چھپانے کی کوشش میں تقویۃ الایمان کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں: ''آج اِس کتاب سے استفادہ کا دائرہ بظاہر بہت وسیع ہو گیا ہے۔ آج شاہ شہید عرف عام کے مطابق ''وہابیت'' نہیں بلکہ ''احیاءِ اسلامیت'' کے علم بردار مانے جاتے ہیں''۔

لیکن جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے۔ جس حقیقت کو تقویۃ الایمان کے مقدمہ نگار (غلام مہر علی) نے چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے، اُس کو وہابیوں کی مستند کتاب ''فتاویٰ سلفیہ'' میں اِن الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے:

''شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل دہلوی کا مشن ایک ہی تھا۔ بس دونوں کے طریقۂ تبلیغ میں فرق تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کے قلم اور تلوار دونوں کا رخ ایک ہی طرف رہا۔ (یعنی جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان سے قتال کیا۔۱۲ رضا)

لیکن شاہ شہید کے قلم کو یہ بجا شکوہ ہے کہ اسماعیل کی تلوار نے قلم کو تنہا چھوڑ دیا (یعنی تقویۃ الایمان، صراط مستقیم وغیرہ کتابیں لکھ کر مسلمانوں کو مشرک تو کہا لیکن تلوار سے ان کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔۱۲ رضا) تلوار ہمیشہ سکھوں اور انگریزوں سے مخاطب رہی۔ اسماعیل کے قلم کو بعض اوقات دونوں ڈیوٹیاں دینی پڑیں۔ دونوں ذمہ داریاں بقدر امکان اٹھانی پڑیں (یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے کہ اسماعیل دہلوی کی تلوار کا رخ انگریزوں کی طرف تھا۔ وہ تو انگریزوں کے بہی خواہ تھے۔ ہم نے سابق میں وہابی مورّخ مرزا حیرت دہلوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انگریزی حکومت کو مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔۱۲ رضا)

اگر شاہ شہید کی تلوار کا رخ کچھ دیر بریلی اور بدایوں کی طرف ہو جاتا اور قلم کو اس طرح تلوار کی رفاقت نصیب ہو جاتی تو اُن حلوے کے شیروں کو قلم سے شکوہ نہ ہوتا۔ (فتاویٰ سلفیہ، ص ۱۸۵)

مذکورہ بالا اقتباس صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرح وہابیوں کے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں یہ حسرت ظاہر کی جا رہی ہے کہ کاش محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جس طرح جزیرۂ عرب کے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ''وہابی فوج'' تیار کی تھی اُسی طرح اگر اسماعیل دہلوی نے بھی ہندوستانی مسلمانوں سے قتال کرنے کے لئے وہابی فوج تیار کی ہوتی اور بالخصوص علماء بریلی و بدایوں جو وہابی تحریک کے سب سے زیادہ مخالف تھے، اُن سے قتال کیا ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور غیر مقلدیت

یہ بات تو اِس سے قبل بیان کی گئی ہے کہ عقیدۃً مولوی اسماعیل دہلوی، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار تھے۔ لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی مذہب حنبلی کی تقلید کے مدّعی تھے۔ شیخ نجدی کو معلوم تھا کہ اگر جزیرۂ عرب میں کھلے عام تقلید ائمہ کو شرک یا بدعت کہا جائے گا تو اُس کی دعوت کو کسی قیمت پر مقبولیت حاصل نہیں ہوگی لہٰذا انہوں نے حنبلیت کا چولا پہن لیا اور خفیہ طور پر گاہے بہ گاہے عدمِ تقلید کا نظریہ بھی پیش کرتا رہا۔ جب کبھی اِس بارے میں اُن پر حرف گیری شروع ہوئی تو صفائی دیتے ہوئے اپنی کتاب ''کشف الشبھات'' وغیرہ میں یہ لکھ دیا کہ میرے بارے میں یہ افواہ غلط ہے کہ میں کسی امام کی تقلید کو حرام کہتا ہوں۔ میں مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں امام احمد بن حنبل کا مقلد ہوں۔ جزیرۂ عرب میں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی زندگی میں غیر مقلدیت جس کو آج سلفیت کہا جاتا ہے، عام نہیں ہوسکی، بعد کے زمانے میں اس نے زور پکڑا اور اب وہابیہ عموماً اپنے آپ کو حنبلی نہیں کہتے بلکہ سلفی (غیر مقلد) کہتے ہیں اور تقلید ائمہ کو حرام وشرک کہتے ہیں۔

یہ بات مشہور و مسلّم ہے کہ خاندانِ شاہ ولی اللّٰہی میں تمام علماء حنفی المذہب تھے۔ اپنے تبحرِ علمی اور فقہی جلالت کے باوجود کسی نے اپنے بارے میں مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک سارے علماء مقلد ہی رہے ہیں۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی حدیث، فقہ واصول وغیرہ علوم میں اپنے آباء واجداد کے پاسنگ بھی نہیں تھے پھر بھی طبعیت کی آزادی اور خودسری وخود پسندی نے انہیں اُس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ گویا وہ خود کو مجتہد تصور کرنے لگے تھے۔ فقہ حنفی کے بعض متفقہ مسائل میں بھی ائمۂ مذہب کی راہ سے الگ ہونے لگے، جو کسی غیر مجتہد عالم کے لئے جائز نہیں۔ اُن کی کتاب **تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین** اسی کی ایک مثال ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت کے ساتھ ساتھ غیر مقلدیت کی بھی بنیاد ڈالی۔ ہند و پاک کے غیر مقلدین اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور وہ مولوی

اسماعیل دہلوی کو بھی اہل حدیث مانتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ سلفیہ کے مصنف نے یہ لکھا ہے:
''مولانا اسماعیل صاحب اہلِ حدیث تھے۔'' (فتاویٰ سلفیہ، ص ۸۰۷)

یہاں پر ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی ''اہل حدیث'' تھے یعنی اہل حدیث کے مطابق تقلید ائمہ کو شرک و بدعت سمجھنے والوں میں تھے لیکن اُن کے پیر سید احمد رائے بریلوی صاحب حنفی تھے۔ اب یہ بات غیر مقلدین اہل حدیث ہی بتائیں گے کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی دونوں پیر و مرید میں کون مشرک و بدعتی تھے؟

الحاصل: ہندوستان میں تمام سنّی مسلمان با ہم شیر و شکر ہو کر رہتے تھے۔ کچھ شیعہ حضرات بھی تھے۔ اُن میں کبھی تصادم کا ماحول نہیں رہا۔ یہاں امن و امان تھا۔ مذہبی تشدد نہیں تھا۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے پیر سید احمد رائے بریلوی نے سرزمینِ نجد سے وہابیت کے زہر کی پڑیا لا کر ہندوستان کے مسلم معاشرے میں ڈال دی جس سے یہاں کا پر امن ماحول زہر آلود ہو گیا۔ وہابیت نے شرک و بدعت کی نئی تشریح ایجاد کی۔ توحید کے نام پر توہین و تنقیص شانِ رسالت کو ضروری قرار دیا گیا۔ تعظیمِ قبورِ انبیاء و اولیاء کو شرک اور اُن کی متبرک قبروں کو بت کہا گیا۔

تقویۃ الایمان میں یہ دلخراش باتیں لکھی گئیں۔ ''جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں'' کسی نبی، ولی کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم غیب ماننا بھی شرک ہے۔

وہ تمام آیات جو مشرکین اور اُن کی بت پرستی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، تعظیم اور توسّلِ انبیاء کے قائل مسلمانوں پر چسپاں کی گئیں۔ پھر ظلم بالائے ظلم یہ ہے کہ امام فضل حق خیر آبادی جن کے علم و فضل اور دینی قیادت کا اقرار غیر بھی کرتے ہیں، وہ مردِ مجاہد جس نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کیا، جس کی سزا میں جزیرۂ انڈمان میں دائمی قید و بند کے شکار ہوئے، اُن پر بھی وہابی مکتبۂ فکر نے شرک و بدعت کا فتویٰ لگا دیا۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کا مقدمہ نگار یہ لکھتا ہے:

''علماء دہلی میں سے جس شخص نے شاہ شہید کی مخالفت میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل کی وہ مولانا فضل حق خیر آبادی ہیں جن کے متعلق اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ علم و فضل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اُن کے اعتقادی نظریے عوامی تھے۔''

وہابی مقدمہ نگار دبے لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی عوام کی طرح شرک و بدعت کا نظریہ رکھتے تھے۔ حالانکہ علامہ خیر آبادی سے اسماعیل دہلوی کی مخاصمت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے جیتے جی مولوی اسماعیل دہلوی کے فتنۂ وہابیت کا روز اوّل ہی سر کچل دیا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی سے مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کے عنوان پر مناظرہ کر کے انہیں ذلت آمیز شکست دی اور مسلمانان اہل سنت کے اِس عقیدے کو بے غبار ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا ہرگز ممکن نہیں۔ جبکہ مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی زندگی ہی میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ لکھ کر اور امام فضل رسول بدایونی نے ''سیف الجبار'' تصنیف فرما کر مولوی اسماعیل دہلوی کی گمراہیوں کا پردہ چاک فرما دیا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی چند گمراہ کن اور کفری باتیں

''قرآن واحادیث کے معانی سمجھنے کو بڑے علم کی ضرورت نہیں۔''

یہ بات علماء کے درمیان تسلیم شدہ ہے کہ قرآن واحادیث کے معانی ومطالب کو سمجھ کر اُن سے مسائلِ شرعیہ کا استخراج کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اُس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے۔ اِسی لئے فقہاء دین کی تقلید واجب ہے۔ اگر عام لوگوں (غیر مجتہد) کے لئے تقلید کی زنجیر نہ ہوتو ہر شخص شترِ بے مہار بن جائے گا۔ دین میں ہر شخص من مانی کرے گا۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے اس قید وبند سے نوجوانوں کو آزادی دے دی اور یہ کہہ دیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے یہ بات غلط ہے۔ یعنی ہر ایرے غیرے جمعراتی شبراتی قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ کوئی قرآن کا اردو ترجمہ پڑھ کر سمجھ لے، کوئی انگریزی، کوئی ہندی، جو جس زبان میں پڑھ سکتا ہے ترجمہ پڑھ کر قرآن کو سمجھ لے۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کو سمجھنے میں آزاد ہے۔ دین کو کھلونا بنانے کی اس سے زیادہ خطرناک اسکیم اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہر شخص کو دین کا مجتہدِ مطلق بنا دیا جائے۔

مولوی اسماعیل دہلوی ائمہ وفقہاء سے مسلمانوں کو بیزار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں، اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے، یہ بات غلط ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص۲۲،۲۳)

پھر آگے چل کر یہ لکھا: ''اللہ اور رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے۔ (تقویۃ الایمان، ص۲۶)

یہ بات لکھتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی نے اُن آیات و احادیث کو فراموش کر دیا ہے جن میں علماء و فقہاء کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور ''تفقہ فی الدین'' کو انہیں کا وصف خاص مانا گیا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی علماء و فقہاء سے عام مسلمانوں کو دور کر کے انہیں آزادیِ فکر کی راہ پر کیوں نہ لگائیں گے، فقہاء و ائمۂ دین ہی تو استعماری قوت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، جس کو ہٹانے کے لئے سامراجی سازش نے مولوی اسماعیل دہلوی کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔

یہ بات چھوٹے سے چھوٹے عالم کو بھی معلوم ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا کھلا ہوا بیان ہے لیکن بیان اُس نبی کے لئے ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے۔ قرآن کا سمجھنا اللہ نے اپنے نبی کے لئے آسان فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی امت کی ہدایت کے لئے قرآن کے شارح اور مفسر ہیں۔

چنانچہ قرآن حکیم سورۃ النحل آیت ۴۴ میں اللہ کا فرمان ہے:

''ہم نے آپ پر (اے نبی) ذکر (قرآن) اتارا تا کہ آپ اُسے لوگوں کے سامنے بیان کریں۔''

اُسی طرح احادیث طیبہ سے احکامِ شرع کو فقہاءِ امت کے واسطے کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ اور رسول اور اُولُو الْاَمْر یعنی فقہاءِ امت کی اطاعت کرو۔

معلوم ہوا کہ غیر فقیہ و مجتہد کا از خود قرآن و احادیث سے مسائل کو سمجھنا اور اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرنا گمرہی کا سبب ہے۔

دراصل یہ بات کہہ کر مولوی اسماعیل دہلوی نے عدم تقلید کی راہ ہموار کی ہے۔ اِس کا

نتیجہ ظاہر ہے کہ آج مولوی اسماعیل دہلوی کے متبعین بلا کسی خوف کے یہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا تو آسان ہے۔ہم خود سمجھ لیں گے کسی امام کی تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

مولوی اسماعیل دہلوی وہابی کے خودساختہ شرک کی زد میں دنیا کے سارے مسلمان ہیں۔

چناں چہ: ☆ تقویۃ الایمان ص ۲۸ میں یہ لکھا ہے کہ عبدالنبی، غلام محی الدین اور غلام معین الدین نام رکھنا شرک ہے۔

مسلمان انبیاء واولیاء کو اپنی دعاؤں کا وسیلہ بناتے ہیں۔اُن کی قبور کی زیارت کرتے ہیں۔انھیں اللہ کی مدد کا وسیلہ سمجھ کر پکارتے ہیں۔انھیں معبود نہیں سمجھتے،اُن کی پرستش نھیں کرتے۔لیکن شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی خوش عقیدہ مسلمانوں پر تہمت لگائی اور یہ لکھا:

’’جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے،اماموں اور شہیدوں سے،فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔‘‘

☆ انبیاء واولیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ تصرف واختیار ماننا،اُن کو اپنا شفیع ماننا بھی شرک ہے۔(تقویۃ الایمان،ص ۲۶)

☆ کسی بھی بندے کو (خواہ نبی ہو یا ولی) اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھنا شرک ہے۔(تقویۃ الایمان،ص ۲۸)

☆ کسی نبی کے لئے علم غیب عطائی ماننا شرک ہے۔تقویۃ الایمان،ص ۳۰ پہ ہے:

’’پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات (علم غیب) اُن کو (انبیاء کو) اپنی ذات سے ہے،خواہ اللہ کے دینے سے۔غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

☆ تقویۃ الایمان ص ۳۲ پر لکھا ہے کہ انبیاء واولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا اور قبروں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا،قبروں کو بوسہ دینا، اُن پر چادر چڑھانا شرک ہیں۔

☆ تقویۃ الایمان ص ۳۵ پر لکھا ہے: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

☆ صفحہ ۴۸ پر: ''انبیاء غیب داں نہیں'' عنوان قائم کرنے کے بعد انبیاء کی شان میں یہ گستاخانہ جملہ لکھا: ''اِن باتوں میں (غیب کی باتوں کو جاننے میں) بندے بڑے ہوں (انبیاء ہوں) یا چھوٹے (غیر انبیاء) سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان''۔

☆ صفحہ ۵۱ پر نبی کی بارگاہ میں یہ گستاخانہ بات بھی لکھی ہے کہ کسی نبی کو اپنی آخرت کا حال معلوم نہیں (کہ وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں۔ استغفر اللہ العظیم)

☆ صفحہ ۶۵ پر یہ لکھا ہے: ادب سے کھڑا ہونا، اُس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

تنبیہ: شاگرد استاذ کے سامنے، بیٹا باپ کے سامنے اور مرید شیخ کے سامنے باادب کھڑا ہوا تو مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک مشرک ہو گیا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے روضۂ رسول کے سامنے کھڑے ہو کر دعائیں کرنے والوں کو اسی بنا پر مشرک ٹھہرایا تھا۔ حوالہ اس سے پہلے گزرا ہے، وہاں ملاحظہ کریں۔

کسی بزرگ، ولی کے نام ایصال ثواب کی نیت سے کوئی جانور پالنا کہ اُس کو اس بزرگ کے نام سے صدقہ کرے گا یا ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچائے گا، اِس طور پر اگر کہا جائے کہ ''یہ بکرا غوث اعظم کے ایصال ثواب کا ہے'' یا فلاں شخص کی طرف سے صدقہ کرنے کے لئے ہے۔ یعنی کسی کے نام سے کوئی جانور منسوب کر دینے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے اور جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ اگر چہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ (ص ۶۷)

☆ نبی کی بارگاہ میں یہ گستاخانہ جملہ لکھا: ''جو اُن کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (ص ۶۸)

☆ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام، مجتہد، غوث، قطب حتی کہ انبیاء اور رسولوں کی بات پر اللہ کی بات مقدم ہے۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے مسلمانوں کے دلوں سے ائمہ دین، مجتہدین، اولیاء، غوث و قطب حتی کہ انبیاء و مرسلین کی عظمت کو گھٹانے کے لئے غوث، قطب اور انبیاء کو پادری پنڈت کے زمرے میں لاتے ہوئے یہ لکھا ہے:

''جو کوئی کسی امام کی یا مجتہد کی یا غوث وقطب کی یا مولوی ومشائخ کی یا باپ داداؤں کی یا کسی بادشاہ، وزیر کی یا پادری پنڈت کی بات کو اوران کی راہ ورسم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے مقدم سمجھے سو ایسی باتوں سے مشرک ثابت ہوتا ہے۔ (صفحہ ۶۹)

☆ صفحہ ۷۲ پہ صحیح مسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ بتوں کو پوجنے لگیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو بھیجے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ مرجائے گا اور صرف کافر ومشرک باقی رہ جائیں گے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا: سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ یعنی وہ ہوا چل گئی اور اب صرف مشرک باقی رہ گئے۔

☆ یہ عقیدہ تو ہر مسلمان کا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، اللہ نہ چاہے تو کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن اس کو بہانہ بنا کر مولوی اسماعیل دہلوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا گستاخانہ جملہ لکھا ہے، ملاحظہ کیجئے:

''سارا کاروبار جہان کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (ص ۸۹)

یہ عقیدہ ہر مسلمان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ خنزیر کا خالق ہے تو یقیناً یہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے، اگر چہ بات حق ہے۔ یہ عقیدہ ہر مسلمان کا ہے کہ اللہ کی قدرت اور مشیت کے بغیر کسی بندے کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، لیکن خاص طور پر یہ کہنا کہ ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا'' رسول کی شان میں گستاخی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ اسماعیل دہلوی نے اللہ کی قدرت کو بیان کرتے ہوئے یہ جو لکھا کہ ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا'' رسول کی شان میں گستاخی ہے۔ بعض سچی بات کا لکھنا اور بولنا نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر بھی ہے۔

☆ صراط مستقیم جو مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی دونوں کی مشترکہ تصنیف ہے اس کے صفحہ ۱۶۹ پر یہ لکھا ہے کہ نماز میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل گدھے کی صورت (خیال) میں مستغرق (ڈوبنے) سے بدرجہا بُرا ہے۔ (صراط مستقیم، ص ۱۶۹، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وہابی شرک کی زد میں

مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا یا کسی ولی کو پکارنا مثلاً یا عبد القادر کہنا شرک ہے، لیکن مولوی اسماعیل دہلوی کے دادا امام المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک ایسا کرنا شرک نہیں ہے۔

چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب "**الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ**" میں یہ لکھا ہے:

"بعض اصحاب قادریہ برائے حصول مہمات ختم بایں طور می کنند اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار "**شیئًا للّٰہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی**"

ترجمہ: بعض اصحابِ سلسلۂ قادریہ حصولِ مقاصد کے لئے "ختم قادریہ" اس طرح کرتے ہیں: پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں پھر ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید (**سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم**) اور ایک سو گیارہ بار "**شیئًا للّٰہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی**" کہے۔

کتابِ مذکور میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے سلسلۂ قادریہ سے اپنی نسبت کو ثابت کیا ہے اور ختم قادریہ کے اِس طریقہ کو نقل کرنے کے بعد اِس کا رد و ابطال نہیں کیا ہے، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ختم قادریہ کا یہ طریقہ آپ کے نزدیک شرک یا حرام نہیں ہے۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے اس کو شرک لکھا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک ایک شرک کو جائز و درست سمجھنے والے تھے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں سے ہندوستان میں انتشار

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، رسالہ یک روزی وغیرہ میں اسلافِ امت اور خاندان شاہ ولی اللہ کے اکابر علماء و مشائخ کے خلاف نظریات پیش گیے جس کے نتیجے میں ہندوستان میں مذہبی اختلاف و انتشار کی فضا قائم ہوگئی۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی زندگی ہی میں اُن کے ہم عصر علماءِ اہلِ سنت و جماعت نے اُن کے گمراہ کن نظریات کا رد کیا، اُن سے مناظرے کیئے اور اُن کے نظریات کے رد و ابطال پر کتابیں تصنیف کیں۔

جامع مسجد دہلی میں مناظرہ اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ذلّت

مولوی اسماعیل دہلوی کے وکیل کی حیثیت سے جامع مسجد دہلی میں مولوی عبدالحی وعظ کہتے تھے اور اُس میں نظریاتِ اہلِ سنت کا رد کرتے تھے۔ نام بنام حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور دیگر علماء اہلِ سنت کی مذمت بیان کرتے تھے اور اپنے طور پر مناظرہ کا چیلنج کرتے تھے۔ ایک دن کچھ علماء اور اہلِ سنت کے طلبہ نے جامع مسجد میں مولوی عبدالحی کو مناظرہ کے لئے دھر گھسیٹا۔ اس میں مولوی عبدالحی کو شکست تسلیم کرنا پڑا اور مولوی اسماعیل کو جو ذلت و سوائی کا سامنا کرنا پڑا اُس کو علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے (ولادت: ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء) جو مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم عصر ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ متبحر عالم دین تھے، بیان فرمایا ہے۔ جامع مسجد کے مناظرہ کی روداد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور مجلس جامع مسجد کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک استفتاء مرتب ہوا بمہر و دستخط مولوی رشید الدین خاں صاحب و مولوی فضل حق صاحب و مولوی مخصوص اللہ صاحب و مولوی موسیٰ صاحب و مولوی محمد شریف صاحب و مولوی عبداللہ صاحب و آخون شیر محمد صاحب، کہ صبح کے وقت منگل کے دن انیسویں ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو، کہ مولوی عبدالحی جامع مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے۔ مولوی رشید الدین خاں صاحب و مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی

موسیٰ صاحب (مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے) اور مولوی محمد شریف وغیرھم علماء وطلبہ، خاص وعام حوض پر مجتمع ہوئے۔ جب مولوی عبدالحی وعظ کہہ چکے، عبید اللہ طالب علم نے استفتاء پیش کیا، کہ اپنی مہر اِس پر کردیجئے۔ مولوی عبدالحی نے کہا میں مہر نہیں کرتا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اُس نے کہا یہی لکھ دیجئے اور اصرار کیا۔ مولوی عبدالحی نے انکار کیا اور ملال ظاہر کرنے لگے۔ مفتی محمد شجاع الدین خاں صاحب نے کہا اس کا تصفیہ ضرور ہے کہ بڑا اختلاف پڑ گیا ہے۔ مرزا غلام حیدر شاہزادے طالب علم کی تکرار سے رنجیدہ ہوئے اور مولوی عبدالحی وغیرہ کو مجمع علماء میں واسطے مناظرہ کے لائے۔ مجمع بے شمار خاص وعام، امیر و فقیر کا ہوگیا۔ کوتوال بھی بندوبست کے لئے آ گیا۔ پھر مولوی عبدالحی نے فاضلوں سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ کسی نے کہا: آپ کے بلانے کے موافق، کہ ہر روز کہا کرتے تھے کہ جس کو تاب مناظرہ کی ہو ہمارے سامنے آئے۔ سن کر چپ ہوگئے۔ مولوی مخصوص اللہ نے کہا کہ ہم بموجب حکمِ خدا کے آئے ہیں کہ حق ظاہر ہو جائے۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم ہمارے استاذوں کو (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل خیر آبادی وغیرہ علماء اہلِ سنت کو۔۱۲رضا) بُرا کہتے ہو۔ بولے کہ میں نہیں کہتا۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم ایسے مسئلے بتاتے ہو کہ اُن سے برائی استاذوں کی ثابت ہوتی ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا کہ مثلاً قبر کے بوسے کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر اُس کے مباشر ہوتے ہیں (اس کو کرتے ہیں) مولوی عبدالحی نے انکار کیا۔ کسی نے کہا لکھ دو تا کہ تمہارے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب کی جائے۔ مولوی عبدالحی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھ دیا ''بوسہ دہندۂ قبر مشرک نیست'' (قبر کو بوسہ دینے والا مشرک نہیں) مولوی رشید الدین صاحب کے ہاتھ میں فتویٰ دیا گیا اور قریب مولوی عبدالحی کے آ بیٹھے۔ مولوی عبدالحی نے گلہ شکوہ اُن سے شروع کیا کہ خاں صاحب مجھے آپ کی خدمت میں دوستی تھی، تم برملا مجھے ذلیل کرتے ہو؟ خاں صاحب نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعزاز واظہارِ کمال کے واسطے آئے ہیں۔ لوگوں نے مشہور کیا ہے کہ تم مسئلے خلاف سلف کے کہتے ہو۔ اِس سبب سے تم سے خلق کو وحشت ہے۔ ایسے مجمع میں مفتریوں (جھوٹوں) کی تکذیب ہو جائے گی۔ مولوی عبدالحی شکوے ہی کی پریشان باتیں کرتے رہے۔ خاں صاحب نے کہا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ (شاہ

عبدالعزیز محدث دہلوی کی راہ) راہِ جہنم ہے۔ اُس وقت گواہی سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ لوگ بُرا کہنے لگے۔ مولوی عبدالحی نے بھی تبرّا کیا باآواز بلند۔ اور مولوی رشید الدین خاں صاحب سے کہا کہ مولانا عبدالعزیز کی محبت اور اعتقاد علم و بزرگی میں، میں مثل تمہارے ہوں۔ طحاوی اور کرخی کے برابر جانتا ہوں۔ پھر استفساء شروع ہوا۔ ہر مسئلے کا جواب دیا کہ چنداں مخالف جمہور کے نہ تھا۔

مولوی اسماعیل نے پہلے ہی استفسار سے، ارادہ کیا اٹھ جانے کا۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ ذرا تشریف رکھئے کہ جناب کے بھی دستخط اِس تحریر پر ضرور ہیں۔ مولوی اسماعیل نے کہا کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ میرے واسطے محتسب لا۔ اے مردود! میرے ساتھ سختی کرتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت میں سختی نہیں کرتا، عرض کرتا ہوں۔ پھر مولوی اسماعیل نے کہا میرے رسالہ کا جواب لکھ۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا: رسالہ آپ کا میری بغل میں ہے۔ اگر فرمایئے اِسی مجمع میں جواب عرض کروں۔ غصہ کھا کر کچھ نہ کہا۔ پھر کہا کہ جواب عقلی لکھوں یا نقلی، کیسا چاہیئے؟ پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ ردِّ جواب اس کا لکھو گے؟ کہا کہ میں کسی کا محکوم نہیں ہوں۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ نئے عقیدے اپنے دل کے بنائے ہوئے کسی سے نہ فرمایئے اور نہیں تو ابھی بحث کر لیجئے۔ مولوی اسماعیل اٹھ بھاگے۔

اسی مجلس میں مولوی عبدالحی سے اہلِ سنت کے کئی ایک مسائل میں مباحثہ ہوا اور مولوی عبدالحی کو اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی۔ مجلس کی تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے یہ لکھا ہے:

’’پھر تو یہ حال ہوا کہ ہر ایک مسئلہ (اہلِ سنت کے ہر مسئلہ) میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی قائل ہونے لگے اور اطراف و جوانب میں بھی یہ تقریریں اور تحریریں جا بجا پھیل پڑیں، سب پر ظاہر ہو گیا کہ مولوی اسماعیل کا طریقہ مخالف ہے، سلفِ صالحین کے اور اپنے خاندان کے بھی مخالف ہیں اور سبب اعتبار کا وہی نسبت خاندان کی تھی، جب اُس کے بھی خلاف ٹھہرے تو کچھ اعتبار نہ رہا اور ساری قلعی کھل گئی اور ہر ایک جگہ جو اہلِ علم تھے متوجہ ہوئے، ان کی بے دینی کے اظہار اور اس کے رد لکھنے پر۔‘‘ (سیف الجبار، ص۸۹تا۹۱)

ردِّ وہابیت پر لکھی گئی علماءِ متقدمین کی چند اہم کتابیں

نمبر شمار	کتاب کا نام	تصنیف
۱	سبحان السبوّح عن عیب کذب مقبوح	امام احمد رضا خاں بریلوی
۲	الکوکبۃ الشہابیۃ	امام احمد رضا خاں بریلوی
۳	سیف الجبار	امام فضل رسول بدایونی
۴	تقدیس الوکیل	علامہ غلام دستگیر قصوروی
۵	جاء الحق	مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی
۶	احقاق الحق	علامہ سید بدر الدین حیدر آبادی
۷	شواھد الحق	امام یوسف نبہانی بیروت
۸	الدرر السَّنیۃ	علامہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ
۹	تنبیہ الضالین وھدایۃ الصالحین	مجموعہ فتاویٰ علماء دہلی وحرمین شریفین
۱۰	السیوف البارقۃ علی رؤس الفاسقۃِ	علامہ محمد عبد اللہ خراسان
۱۱	تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان	علامہ احمد حسن پنجابی ثم کانپوری
۱۲	الرمح الدیانی علی رأس الوسواس الشیطانی	علامہ محمد نبی بخش لاہوری
۱۳	شرح الصدور فی دفع الشرور	علامہ مخلص الرحمان چاٹگامی
۱۴	میزان عدالت فی اثبات شفاعت	مولانا محمد سلطان صاحب کٹکی
۱۵	ہادی المضلین	علامہ کریم اللہ دہلوی

۱۶	ازالۃ الشکوک	علامہ حکیم فخر الدین الہ آبادی
۱۷	شرح تحفۂ محمدیہ فی رد الفرقۃ المرتدیہ	مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی
۱۸	معبد الایمان	مولانا مخصوص اللہ ابن مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی
۱۹	ذوالفقار الحیدریہ علی اعناق الوھابیہ	مولانا سید حیدر شاہ
۲۰	رسالہ تحقیق توحید وشرک	محمد احسن پشاوری
۲۱	رسالہ حیات النبی	شیخ محمد عابد سندھی۔ صدر مدرس مدینہ منورہ
۲۲	گلزار ہدایت	صبغۃ اللہ مفتی مدراس
۲۳	تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ	امام فضل حق خیر آبادی
۲۴	سوسوال وجواب	مولانا محمد موسیٰ دہلوی
۲۵	الفتوحات الصمدیہ	پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۲۶	الصواعق الالٰھیۃ فی الرد علی الوھابیہ	شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی
۲۷	احقاقِ حق۔ رد تقویۃ الایمان	علامہ نصیر احمد پشاوری
۲۸	امتناع النظیر	امام فضل حق خیر آبادی
۲۹	المعتقد المنتقد	امام فضل رسول بدایونی
۳۰	اذاقۃ الآثام	علامہ نقی علی خاں بریلوی
۳۱	انتصار الحق فی الرد علی معیار الحق	علامہ ارشاد حسین رام پوری
۳۲	جامع الشواھد لاخراج غیر المقلدین من المساجد	محدث وصی احمد سورتی
۳۳	اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان	صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی

اس کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں علماء متقدمین نے مولوی اسماعیل دہلوی اورسید احمد رائے بریلوی اوران کے متبعین وہابیہ کے رد میں لکھی ہیں۔

وہابیوں کو اہلِ حدیث کس نے بنایا؟

تاریخی شواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں جنم لینے والے وہابی فرقے کی اصل محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد ونظریات ہیں۔جس طرح جزیرۂ عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین خود کو تمام مسلمانوں کے مقابلے میں موحّدون (توحید پرست) کہتے تھے اورتمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے تھے اُسی طرح ہندوستان کے وہابی بھی اپنے آپ کو''موحّدون'' کہتے تھے۔

۱۸۸۷ءتک وہابی فرقہ عوام وخواص میں لفظ''وہابی'' سے ہی مشہور تھا لیکن ہندوستان میں جب انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کے لئے مسلمانوں نے آواز بلند کی تو انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے علماءِحق علماءِ اہلِ سنت و جماعت ہی تھے، جن میں علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین آزردہ، مفتی کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی وغیرھم کے نام سرفہرست ہیں۔انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد کی پاداش میں علامہ فضل حق خیرآبادی کوانگریزوں نے کالا پانی کی قید کی سزادی تھی۔
لیکن دوسری طرف مولوی اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی اور پیشوایان وہابیہ انگریزوں کے بہی خواہ اور وفادار تھے۔انھوں نے انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے اُن کے خلاف صادر ہونے والے فتویٰ جہاد کوغلط قرار دیا تھا۔

مولوی اسماعیل دہلوی اورسید احمد رائے بریلوی کی طرح اُن کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی بھی انگریزوں کے حامی اور وفادار تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے غیر منقسم ہندوستان میں وہابی مذہب کوفروغ دینے میں سب سے زیادہ نمایاں کردارادا کیا ہے۔وہ میاں نذیرحسین دہلوی جووہابیہ کے شیخ الکل مانے جاتے ہیں، کے تلمیذرشید تھے۔مولوی محمد حسین بٹالوی کی انگریز دوستی کے تعلق سے مسعودعالم ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''آگے چل کر جب مجاہدین کی داروگیر شروع ہوئی اور آمین بالجہر کہنے والوں پر وہابی کا شبہ کہا گیا اور وہابی کے معنی سرکاری زبان میں باغی کے ہو گئے تو ہندوستان کی جماعت اہلِ حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوگئی اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور یہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء (امام فضل حق خیرآبادی وغیرہ ۱۲ رضا) کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔ (ہندوستان میں پہلی تحریک اسلامی، ص ۲۹)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنّہ'' میں انگریزی حکومت کی حمایت میں مضامین شائع کئے تھے۔

''الاعتصام'' کا وہابی کالم نگار لکھتا ہے:

''یہ صحیح ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے قلم سے برٹش حکومت کی موافقت میں کچھ مضامین ان کے رسالہ اشاعۃ السنّہ میں شائع ہوئے۔'' (الاعتصام لاہور، ص ۵، کالم ۲، ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء)

وہابیوں کے بہت بڑے عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے یہ لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا تھا اور برٹش گورنمنٹ کے مخالفین کے باغی ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ سوال ہوا تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو دیا تھا اُس کو نقل کرتے ہوئے نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں:

''جہاد اور جنگ مذہبی مقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اُس حاکم کے جس نے آزادئ مذہب دے رکھی ہے از روئے شریعتِ اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے۔ اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اُس بادشاہ کے کہ جس نے آزادی مذہب دے رکھی ہے، ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کُل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ (ترجمان الوہابیہ، ص ۶۱)

اب بٹالوی صاحب کا اصل فتویٰ جو رسالہ ''اشاعۃ السنّہ'' میں شائع ہوا تھا، ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

''ہم لوگوں کو رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو جو گورنمنٹ کے عہد وامن میں ہیں اور ان کی طرف سے شعارِ دین کے ادا کرنے میں خودمختار وآزاد ہیں اُس گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز

نہیں ہے۔(اشاعۃ السنّہ ،ص ۴، ضمیمہ ۶ ،جلد ۲)

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس دلیری کے ساتھ وطن سے غداری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے انگریزوں کا حقِ نمک ادا کیا گیا ہے۔وہابیوں کے شیخ الاسلام بٹالوی جی کے مطابق ہمارے وطن پر جابر انگریزوں کے تسلط کے خلاف آواز اٹھانا اور اُن سے جہاد کر کے وطن کو آزاد کرانا ناجائز ہے، یہ بغاوت ہے، اِس پر بغاوت کی سزا ہونی چاہئے۔لٰہذا انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والے سارے مجاہدین باغی و مجرم تھے۔کیا اسی کا نام وطن سے محبت ہے اور کیا اسی کا سبق اسلام سکھاتا ہے؟

مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں سے جہاد کرنے کے ناجائز ہونے کا صرف فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ اس فتوے پر تائید و تصدیق کے لئے عوام و خواص کی رائے ہموار کرنے کی کوشش بھی کی۔اُس کے لئے انھوں نے پٹنہ تک کا سفر بھی کیا تھا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی خود لکھتے ہیں:

''اگرچہ اِس مضمون میں منسوخیِ جہاد کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے اور خیرخواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اِس رسالے میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں نہیں پائی جاتی، وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف مؤلّف کا خیال نہ رہا، اُس گروہ (وہابیہ) کے عوام و خواص نے اُس کو پسند کیا اور اس سے اپنی آراء کا توافق ظاہر کیا۔اِس توفقِ رائے کو حاصل کرنے کے لئے مولّف (بٹالوی) نے عظیم آباد پٹنہ تک ایک سفر کیا تھا جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سنا کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اِس رسالہ کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا۔(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۶۴)

مولوی محمد حسین بٹالوی انگریزوں سے جہاد کے ناجائز ہونے پر بطور تائید بانی وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کے حوالے بھی دیتے تھے۔

چنانچہ بٹالوی جی کے رسالہ ''اشاعۃ السنّہ'' صفحہ ۵ ضمیمہ ۶ جلد ۲ پر ہے:

''سید احمد صاحب مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں برملا مجلسِ وعظ میں کہا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔''

مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزی حکومت کی حمایت میں ایک رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' نام سے لکھا تھا۔ اُس کتاب کے لکھنے پر برٹش گورنمنٹ نے اُن کو انعام سے بھی نوازا تھا۔ دیکھئے مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ ''الاقتصاد فی مسئل الجہاد'' ۱۲۹۲ھ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل پنجاب کے گورنروں کے نام معنون کیا گیا۔ مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں یہ رسالہ اشاعۃ السنّہ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا۔ پھر مزید مشورہ و تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۶۴، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۱۲)

مسعود عالم ندوی مزید لکھتے ہیں:

''معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔ (حوالہ سابق)

لقبِ اہلِ حدیث ''انگریزی انعام''

محمد حسین بٹالوی کے اتنے بڑے کارنامے پر بھلا برٹش گورنمنٹ انھیں انعام واکرام سے کیوں نہ نوازتی۔ بٹالوی صاحب کو انگریزوں کی وفاداری میں کیا کیا انعام ملا تھا اِس بحث میں ابھی پڑنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اتنا بتانا ضروری ہے کہ وہابی جماعت کو اہلِ حدیث کا لقب انگریزی حکومت نے دیا ہے۔ اِس کا دستاویزی ثبوت پیش کیا جارہا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین کے پیشوا مولوی عبدالمجید سوہدروی نے اپنی کتاب ''سیرت ثنائی'' میں لکھا ہے:

''بٹالوی صاحب نے اشاعۃ السنّہ کے ذریعہ اہلِ حدیث کی بہت خدمت کی۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلِ حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔'' (سیرت ثنائی، ص ۳۷۲)

''فرقۂ موحّدین لاہور (لاہور کے وہابی) نے صاحب بہادر موصوف (صاحب ڈبلیو ایم ینگ گورنر پنجاب) کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحّدین لفظِ بدنام وہابی سے پکارے جاتے اور اطلاق اُس لفظ کا عامۃً موحّدین (وہابیہ) پر کیا جاتا ہے، سو بطورِ سرکاری اشتہار دیا جائے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحّدین (وہابیوں کی تمام جماعتیں) لفظِ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کئے جائیں۔ چنانچہ لفٹننٹ گورنر بہادر موصوف نے اِس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اِس مضمون کا دیا گیا کہ موحّدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو اور خصوصًا جو لوگ کہ وہابیانِ ملک ہزارہ سے نفرتِ ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیرخواہ ہیں ایسے فرقہ موحّدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔ (ترجمان وہابیہ، ص ۶۲)

ناظرین کرام! پیشوایانِ وہابیہ کے اقراری بیانات سے معلوم ہوا کہ فرقۂ وہابیہ کو ''اہلِ حدیث'' کا خوش نما لباس انگریز بہادروں نے پہنایا ہے۔ اب مزید توثیق کے لئے گورنر پنجاب کی اُس جوابی چٹھی کو بھی ملاحظہ کیجئے جو محمد حسین بٹالوی کی درخواست کے جواب میں بٹالوی جی کو بھیجی گئی تھی، جس کو ''اخبار اہلِ حدیث امرتسر'' نے خود شائع کیا ہے۔

انگریز گورنر کی چٹھی کی عبارت درج ذیل ہے:

No:137

From

W.M. Young Esque.

Secretary to the Government of the Punjab.

To,

Moulvi Abu Sayeed Mohammad Hussain.

Editor of the Ashat-ul-Sunnah.

D/Lahore, 19th January 1887.

Sir,

In reply to your letter No. 195 of the 12th May last, asking that the use of the expression Wahabi in reference

to member of the community which your claim to represent may by prohibited in Government orders.

I am directed to forward the enclosal copy of a letter No. 1758 dated the 3rd from the officiating secretary to the Government of India, in the home department,s the discontinuans of the use of the term wahabi official corespondence.

I return the books recieved with you.

Letter No. 547/ of the 21st September last, together with the original notice which you have been good enough to submit in your subsequent letters for the perusal of Government.

Your most obedt. servant.

for so the secretary to the Government of the Punjab.

Copy of a letter No. 1758 datd the 3rd December 1886 from the officiating secretary to the Government of the India Home Department to the secretary Government of the Punjab.

ترجمہ: صاحب ڈبلیو ایم ینگ بہادر (W. M. Young Esque) سیکریٹری پنجاب گورنمنٹ بذریعہ چٹھی نمبر ۱۳۷ مورخہ ۱۹/ جنوری ۱۸۸۷ء بنام مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنّہ لاہور بجواب چٹھی نمبر ۱۹۵ مورخہ ۱۲/ مئی ۱۸۸۶ء تحریر کرتے ہیں کہ حسبِ درخواست آپ کی کہ لفظ وہابی اس جماعت کے لئے سرکاری کاغذات میں استعمال نہ کیا جائے۔

۲۔ کتابیں جو آپ نے چٹھی نمبر ۵۴۷ مورخہ ۲۱/ ستمبر ۱۸۸۶ء مع اصل دستخط شدہ نوٹس

جو آپ نے اپنے سابقہ خط کے ساتھ گورنمنٹ کے ملاحظہ کے لئے بھیجی تھیں واپس کی جاتی ہیں۔

چٹھی نمبر ۱۷۵۸ مورخہ ۳/ دسمبر ۱۸۸۶ء از صاحب قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام صاحب سیکریٹری گورنمنٹ پنجاب بجواب آپ کی چٹھی نمبر ۱۰۴۴ مورخہ ۱۸/ جون ۱۸۸۶ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی آئی ایجی سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط وکتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۸۷۷، ۲۶/ جون ۱۹۰۸ء)

مکروفریب کا پردہ

یہ بات جگ ظاہر ہے کہ اکابر علماءِ دیوبند مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرھم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس میں اپنی کتابوں میں ایسی گستاخانہ عبارتیں لکھی ہیں جو اپنے معانی میں غیر مبہم، غیر محتمل وواضح ہیں۔ خواہ ان عبارتوں سے قائلین نے گستاخی کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہر حال وہ گستاخی پر مشتمل ہیں، کیوں کہ گستاخی کے لئے ارادۂ گستای ضروری نہیں، لہٰذا اُن گستاخانہ عبارتوں کو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے علماء حرمین طیبین کے سامنے پیش کر کے حکم شرع دریافت فرمایا تو انھوں نے اُن کے قائلین پر حکم کفر نافذ فرمایا۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا استفتاء اور علماء حرمین طیبین کے جوابات کتابی شکل میں ''حسام الحرمین'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

غیر جانب دار قارئین کو کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اکابر علماء دیوبند کی عبارات کو ہو بہو عربی میں منتقل کر کے علماء حرمین کے پاس بطور استفتاء ارسال کیا تھا جس پر انھوں نے اظہارِ حق کا فریضہ انجام دیتے ہوئے گستاخانہ عبارات لکھنے والے اکابر دیوبند پر حکمِ کفر لگایا تھا۔ علماء حرمین کی طرف سے جواب آنے کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے بار بار اُن کے لکھنے والے اکابر دیوبند سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کیا لیکن انھوں نے توبہ ورجوع کرنے کے بجائے اپنی گستاخی کو صحیح

ثابت کرنے کے لئے بے جا تاویلیں شروع کر دیں اور مرتے دم تک توبہ ورجوع نہیں کیا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ مشہور اور چھپی ہوئی حقیقت ہے۔ لیکن ایک سو سال سے پوری دیوبندی برادری دجل وفریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ شور مچاتی ہے کہ ''احمد رضا بریلوی نے عبارتوں میں کاٹ چھانٹ کر کے اُن کے اکابر پر زبردستی حکمِ کفر لگایا ہے''۔

چنانچہ دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء سے ۲۰ جنوری ۲۰۱۳ء میں ایک فتویٰ جاری ہوا ہے اُس میں یہ لکھا ہے:

''بریلی شہر میں ایک صاحب کی پیدائش ہوئی جس کا نام احمد رضا خان ہے۔ انھوں نے حضرات اکابرِ علماءِ دیوبند حقیقی اہلِ سنت والجماعت اور اُن کے سچے متبعین کی کتابوں کی صاف شفاف بے غبار عبارتوں میں دجل وتلبیس، مکر وفریب کر کے زبردستی کفر کا حکم لگایا۔

(فتویٰ H=3/1434/130-166)

اکابرِ علماء دیوبند کی عبارتیں صاف شفاف یا گستاخانہ؟

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اکابر علماء دیوبند کی جن گستاخانہ عبارتوں کو لکھ کر بطور استفتاء علماء حرمین کے پاس روانہ کیا تھا اور علماء حرمین نے انھیں گستاخانہ عبارات مان کر اُن کے قائلین پر حکم کفر لگایا تھا اُن عبارتوں کو دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء نے ''صاف شفاف، بے غبار'' کہا لہٰذا اب ہم ذیل میں اکابر علماءِ دیوبند کی اُن عبارتوں کو انھیں کی شائع کردہ کتابوں سے نقل کر کے پیش کرتے ہیں۔ انصاف سے پڑھ کر فیصلہ کیجئے گا کہ کیا وہ عبارتیں ''صاف شفاف، بے غبار'' ہیں؟ کیا علماء حرمین کو دھوکہ دے کر اُن سے حکمِ کفر لکھوایا گیا ہے؟ کیا امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے زبردستی اکابرِ علماء دیوبند پر حکمِ کفر لگایا ہے؟

مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت

دیوبندیوں کے مقتدا مولوی اشرف علی تھانوی سے یہ سوال کیا گیا تھا:

''زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں (۱) بالذات، اس معنی کر عالم الغیب خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ (۲) اور بواسطہ، اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے؟''

سوالِ مذکور کے جواب میں مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ لکھا ہے:

''جواب سوال سوم: مطلق غیب سے مراد اطلاقاتِ شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اسی بنا پر **لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ** اور **لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ** وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاجِ قرینہ ہے، تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہمِ شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔ قرآن مجید میں لفظِ راعنا کی ممانعت اور حدیثِ مسلم میں **عبدی و امتی و ربی** کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے، اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا، کیونکہ آپ ایجاد اور بقاء عالم کے سبب ہیں۔ بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا۔ اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اُس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ، اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اِس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کرسکتا ہے؟ اس بناء پر تو بانوا فقیروں کی تمام تر بے ہودہ صدائیں بھی خلافِ شرع نہ ہوں گی۔ تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا، جب چاہا بنالیا، جب چاہا مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم

کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔" (حفظ الایمان مع بسط البنان، ص ۱۶، دارالکتاب دیوبند)

اوپر ہم نے جواب کی عبارتوں کو ہو بہو نقل کر دیا ہے۔ اب قارئین کرام نشان زدہ عبارت کو ایک بار غور سے پڑھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعضِ علم غیب کو خصائص و فضائلِ نبوت میں شمار کرنے سے نہ صرف انکار کیا گیا ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعضِ علم غیب کو ہر کس و ناکس زید، عمرو کے علم بلکہ بچوں پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح کہا گیا ہے۔ نشان زدہ عبارت اردو زبان کی ہے اور اپنے معنی میں بالکل واضح ہے۔ ایک بار پھر سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا مولوی اشرف علی تھانوی کی مذکورہ عبارت کا یہ معنی نہیں کہ بعض علم غیب اگر نبی کے لئے مانا جائے تو اس میں نبی کی کوئی فضیلت نہیں۔ ایسا بعضِ علم غیب تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے بعض علم غیب کو جانوروں پاگلوں کے علم جیسا کہنا نبی کی بارگاہ میں گستاخی نہیں؟ جب اِس گستاخانہ عبارت پر مولوی اشرف علی تھانوی کو بار بار متنبہ کیا گیا۔ اُن سے توبہ و رجوع کا مطالبہ کیا گیا اور وہ رجوع پر آمادہ نہ ہوئے تو مذکورہ اردو عبارت کو عربی میں منتقل کر کے امام احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے علماء حرمین طیبین کے پاس فتویٰ حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ علماءِ حرمین نے اُس کا جواب دیا۔ سوال و جواب کو اردو ترجمہ کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ قارئین اس کو پڑھیں اور غیر جانب دار ہو کر فیصلہ کریں کہ کیا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے مولوی اشرف علی تھانوی کی گستاخانہ عبارت میں اپنی طرف سے کچھ رد و بدل یا کمی بیشی کر کے اصلِ عبارت کے معنی و مفہوم میں کچھ کمی بیشی کی ہے؟ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے سوال میں یہ تحریر فرمایا ہے:

"وَ مِنْ كُبَرَاءِ هٰؤُلَآءِ الْوَهَّابِيَّةِ الشَّيْطَانِيَّةِ رَجُلٌ اٰخَرُ مِنْ اَذْنَابِ الْكَنْكُوْهِيِّ يُقَالُ لَهٗ اَشْرَفُ عَلِيِ التَّانَوِيُّ صَنَّفَ رُسَيْلَةً لَا تَبْلُغُ اَرْبَعَةَ اَوْرَاقٍ وَ

صَرَّحَ فِیْھَا بِاَنَّ الْعِلْمَ الَّذِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِالْمَغِیْبَاتِ فَاِنَّ مِثْلَہٗ حَاصِلٌ لِکُلِّ صَبِیٍّ وَ کُلِّ مَجْنُوْنٍ بَلْ لِکُلِّ حَیْوَانٍ وَ کُلِّ بَھِیْمَۃٍ“

ترجمہ: اُسی وہابی شیطانی گروہ کے اکابر میں ایک شخص اشرف علی تھانوی ہے جو رشید احمد گنگوہی کے اصحاب میں ہے۔ اُس نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جو چار اوراق سے زائد کا نہیں، اس میں یہ صراحت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا جو علم ہے ایسا علم ہر بچے، پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کو حاصل ہے۔

پھر امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت کو بغیر کسی کمی و بیشی کے عربی میں منتقل کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

”وَ ھٰذَا لَفْظُہُ الْمَلْعُوْن: اِنْ صَحَّ الْحُکْمُ عَلٰی ذَاتِ النَّبِیِّ الْمُقَدَّسَۃِ بِعِلْمِ الْمَغِیْبَاتِ. کَمَا یَقُوْلُ بِہٖ زَیْدٌ. فَالْمَسْئُوْلُ عَنْہُ اَنَّہٗ مَا ذَا اَرَادَ بِھٰذَا؟ أَ بَعْضَ الْغُیُوْبِ اَمْ کُلَّھَا؟ فَاِنْ اَرَادَ الْبَعْضَ فَاَیُّ خُصُوْصِیَّۃٍ فِیْہِ لِحَضْرَۃِ الرِّسَالَۃِ؟ فَاِنَّ مِثْلَ ھٰذَا الْعِلْمِ بِالْغَیْبِ حَاصِلٌ لِزَیْدٍ وَ عَمْرٍو بَلْ لِکُلِّ صَبِیٍّ وَ مَجْنُوْنٍ بَلْ لِجَمِیْعِ الْحَیْوَانَاتِ وَالْبَھَائِمِ“. (حفظ الایمان، ص ۱۳)

قارئین کرام! امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی عربی عبارت کو غور سے دیکھئے، پھر اس کا ترجمہ دیکھئے، کیا یہ بعینہٖ وہی نہیں ہے جو اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان میں ہے؟ اگر کسی کو یہ ترجمہ غلط لگے تو صحیح ترجمہ پیش کر کے اشرف علی تھانوی کی گستاخانہ عبارت کو صحیح ثابت کر دکھائے! ہم ذیل میں جو ترجمہ پیش کرتے ہیں اُس کو حفظ الایمان کی متنازعہ عبارت کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھئے۔ کیا دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق ہے؟

ترجمہ: اس ملعون (اشرف علی تھانوی) کے الفاظ یہ ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اُس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر بچہ، پاگل بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کو حاصل ہے۔

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے سوال کی عربی عبارت کو اور اوپر کے ترجمے کو پھر اشرف

علی تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت کو بنظرِ انصاف ایک بار نہیں بار بار پڑھئے تو آپ کو ہر بار یہی کہنا پڑے گا کہ سوال کی عربی عبارت کا معنی وہی ہے جو اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت کا معنی ہے۔ یعنی اشرف علی تھانوی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعضِ علم غیب کو زید، عمرو، بچہ، پاگل اور جانوروں کے علم کی طرح کہا ہے۔

یہاں پر یہ بات واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظِ ''عالم الغیب'' کے اطلاق کے عدمِ جواز کی بنا پر مولوی اشرف علی تھانوی پر حکمِ کفر نہیں لگایا گیا ہے بلکہ اُن کی مذکورہ گستاخانہ عبارت پر حکمِ کفر لگایا گیا ہے اور بلاشبہ یہ حکم درست ہے۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب ''براہین قاطعہ'' کی عبارت

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد نے ''براہین قاطعہ'' نام کی کتاب مولوی رشید احمد گنگوہی کے حکم سے لکھی ہے، اُس میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ شیطان کا علم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعتِ علم ماننا کہ آپ کا علم روئے زمین کو محیط ہے، شرک ہے، لیکن ایسا وسیع علم شیطان کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ استغفر اللہ العظیم

مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے:

''شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ (براہین قاطعہ، ص ۵۱)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا یہ کہنا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم تو وسیع ہے کہ وہ پورے روئے زمین کا علم رکھتے ہیں۔ اِس پر قرآن واحادیث کی قطعی دلیلیں موجود ہیں لیکن ایسا علم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننا قرآن وحدیث کے خلاف ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا علم ماننا شرک ہے۔

قارئین کرام! مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی عبارت کو نظر میں رکھیں پھر اُس سے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی اُس عربی عبارت کا تقابل کر کے دیکھیں جسے آپ نے بطور استفتاء علماء حرمین شریفین کے پاس بھیجا تھا۔ وہ عبارت یہ ہے:

"اِنَّ هٰذِهِ السّعَةَ فِی الْعِلْمِ ثَبتَ لِلشَّیْطَانِ وَ مَلکِ الْمَوْتِ بِالنّصِّ وَ اَیُّ نَصٍّ فِیْ سِعَةِ عِلْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ؟ حَتّٰی تُرَدَّ بِهِ النُّصُوْصُ جَمِیْعًا وَ یُثْبَتَ شِرْکٌ وَ کَتَبَ قَبْلَهٗ "اِنَّ هٰذَا الشِّرْکَ لَیْسَ فِیْهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنَ الْاِیْمَانِ""""۔ (حسام الحرمین، ص ٦٠)

ذیل میں متذکرہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ پڑھئے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت سے اُس کا تقابل کیجئے۔ پھر انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ کیا اِس عربی عبارت اور گنگوہی جی کی عبارت میں مفہوم کے لحاظ سے کچھ اختلاف ہے؟

ترجمۂ عربی عبارت: شیطان و ملک الموت کے لئے یہ وسعتِ علم نص سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کے لئے کون سی نص ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جاتا ہے؟

پھر اِس سے پہلے لکھا: یہ شرک ہے اِس میں رائی برابر ایمان نہیں۔

یقیناً استفتاء کی عربی عبارت اور اکابر دیوبند کی متنازعہ اردو عبارات میں معنی و مفہوم کے لحاظ سے کچھ اختلاف و تغایر نہیں۔ خواہ اُن عبارات کو آگے پیچھے کی عبارات سے جوڑ کر پڑھا جائے یا الگ کر کے پڑھا جائے، معانی و مطالب میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مذکورہ عبارات بہر حال گستاخانہ ہیں، لہٰذا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ پر دیوبندیوں کا یہ الزام سراسر غلط ہے کہ انہوں نے اکابرِ دیوبند کی عبارتوں کو کاٹ چھانٹ کر علماءِ حرمین کے پاس بھیجا تھا تاکہ ان کی مرضی کے مطابق کفر کا فتویٰ حاصل ہو جائے۔

علماءِ دیوبند کی وہ عبارتیں جن پر علماء حرمین طیبین نے حکم کفر لگایا ہے وہ عبارتیں بلاشبہ کفری عبارتیں ہیں۔ لہٰذا علماء حرمین طیبین نے جو حکم دیا ہے وہ صحیح ہے۔

اب ذیل میں قارئین کرام کی مزید معلومات کے لئے علماء حرمین میں سے چند علماء کے فتوے ترجمہ کے ساتھ نقل کئے جا رہے ہیں:

شیخ اسماعیل بن خلیل۔ حافظ کتب الحرم المکی

فَاَقُوْلُ فَاِنَّ هٰٓؤُلَآءِ الْفِرَقَ الْوَاقِعِيْنَ فِى السُّوَالِ، غُلَام اَحْمَدْ الْقَادِيَانِى وَ رَشِيْد اَحْمَدْ وَ مَنْ تَبِعَهٗ كَخَلِيْلِ الْاَنْبِيْتَهِى (اَلسَّهَارَنْفُوْرِى) وَ اَشْرَفْ عَلِى وَ غَيْرِهِمْ. لَا شُبْهَةَ فِى كُفْرِهِمْ بِلَا مَجَالٍ. بَلْ لَا شُبْهَةَ فِيْمَنْ شَكَّ بَلْ فِيْمَنْ تَوَقَّفَ فِى كُفْرِهِمْ بِحَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ، فَاِنَّ بَعْضَهُمْ مُنَابِذٌ لِلدِّيْنِ الْمَتِيْنِ وَ بَعْضَهُمْ مُنْكِرُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرِيَاتِهِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَمْ يَبْقَ لَهُمْ اِسْمٌ وَ لَا رَسْمٌ فِى الْاِسْلَامِ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى اَجْهَلِ النَّاسِ مِنَ الْاَنَامِ فَاِنَّ مَا اَتَوْ بِهٖ شَيْءٌ تَمُجُّهُ الْاَسْمَاعُ وَ تُنْكِرُهُ الْعُقُوْلُ وَالْقُلُوْبُ وَالطِّبَاعُ. ثُمَّ اَقُوْلُ اَيْضًا اِنِّىْ كُنْتُ اَظُنُّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ الضَّالِّيْنَ الْمُضِلِّيْنَ الْفَجَرَةَ الْكَفَرَةَ الْمَارِقِيْنَ مِنَ الدِّيْنِ اِنَّمَا حَصَلَ لَهُمْ مَا حَصَلَ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ مِنْهَا عَلٰى سُوْءِ الْفَهْمِ مِنْ عِبَارَاتِ الْعُلَمَاءِ الْاَمْجَادِ وَالْآنَ حَصَلَ لِىْ عِلْمُ الْيَقِيْنِ الَّذِىْ لَا شَكَّ فِيْهِ اَنَّهُمْ مِنْ دُعَاةِ الْكَفَرَةِ يُرِيْدُوْنَ اِبْطَالَ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَتَجِدُ بَعْضَهُمْ يُنْكِرُ اَصْلَ الدِّيْنِ وَ بَعْضَهُمْ يَدَّعِى النُّبُوَّةَ مُنْكِرًا لِخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ بَعْضَهُمْ يَدَّعِىْ اَنَّهٗ عِيْسٰى وَ بَعْضَهُمْ يَدَّعِىْ اَنَّهُ الْمَهْدِىُّ وَ اَهْوَنُهُمْ فِى الظَّاهِرِ بَلْ اَشَدُّهُمْ فِى الْحَقِيْقَةِ هٰٓؤُلَآءِ الْوَهَّابِيَّةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ اَخْزَاهُمْ وَ جَعَلَ النَّارَ مَأْوَاهُمْ وَ مَثْوَاهُمْ يُلَبِّسُوْنَ عَلَى الْعَوَامِ الَّذِيْنَ هُمْ كَالْاَنْعَامِ بِاَنَّهُمْ هُمُ الْمُتَّبِعُوْنَ لِلسُّنَّةِ وَ اَنَّ غَيْرَهُمْ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ الْاَئِمَّةِ فَمَنْ دُوْنَهُمْ مُبْتَدِعُوْنَ وَ لِلسُّنَّةِ الْغَرَّاءِ تَارِكُوْنَ وَ مُخَالِفُوْنَ فَيَا لَيْتَ شِعْرِىْ! اِذَا لَمْ يَكُنْ هٰٓؤُلَآءِ لِنَهْجِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُتَّبِعِيْنَ فَمَنِ الْمُتَّبِعُ لَهٗ؟ وَ اَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى اَنْ قَيَّضَ هٰذَا الْعَالِمَ وَالْفَاضِلَ الْكَامِلَ صَاحِبَ الْمَنَاقِبِ وَالْمَفَاخِرِ مَظْهَرَ كَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ فَرِيْدَ الدَّهْرِ وَحِيْدَ الْعَصْرِ مَوْلَانَا الشَّيْخ اَحْمَدْ رَضَا خَان سَلَّمَهُ اللّٰهُ الرَّبُّ الْمَنَّانُ لِاِبْطَالِ حُجَجِهِمُ الدَّاحِضَةِ

بِالْاٰیَاتِ وَالْاَحَادِیْثِ الْقَاطِعَةِ کَیْفَ لَا وَ قَدْ شَهِدَ لَهٗ عَالِمُوْ "مَکَّةَ" بِذَالِکَ وَ لَوْ لَمْ یَکُنْ بِالْمَحَلِّ الْاَرْفَعِ لَمَا وَقَعَ مِنْهُمْ ذَالِکَ بَلْ اَقُوْلُ: لَوْ قِیْلَ فِیْ حَقِّهٖ اَنَّهٗ مُجَدِّدُ هٰذَا الْقَرْنِ لَکَانَ حَقًّا وَ صِدْقًا.

وَ لَیْسَ عَلَی اللّٰهِ بِمُسْتَنْکَرٍ　　　اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرَ الْجَزَاءِ عَنِ الدِّیْنِ وَ اَهْلِهٖ وَ مِنْهُ الْفَضْلُ وَالرِّضْوَانُ بِمَنِّهٖ وَ کَرَمِهٖ وَالْحَاصِلُ: قَدْ وَجَدْتُ بِاَرْضِ الْهِنْدِ الْفِرَقَ کُلَّهَا وَ هٰذَا بِحَسْبِ الظَّاهِرِ وَ اِلَّا هُمْ بِطَانَةُ الْکَفَرَةِ اَعْدَاءُ الدِّیْنِ وَ مُرَادُهُمْ بِذَالِکَ اِیْقَاعُ التَّفْرِقَةِ بَیْنَ کَلِمَةِ الْمُسْلِمِیْنَ. رَبِّ لَیْسَ الْهُدٰی اِلَّا هُدَاکَ وَ لَا اٰلاءَ اِلَّا اٰلاءَکَ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا اَلْهِمْنَا اِجْتِنَابَهٗ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ قَالَهٗ بِفَمِهٖ وَ کَتَبَهٗ بِقَلَمِهٖ رَاجِیْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَلِیْلِ حَافِظُ کُتُبِ الْحَرَمِ الْمَکِّیْ اَلسَّیِّدُ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ السَّیِّدِ خَلِیْل. اَلسَّیِّدُ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ خَلِیْل ۱۲۹۱ھ

ترجمہ: سوال میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً غلام احمد قادیانی، رشید احمد اور ان کے متبعین، خلیل انبیٹھی (سہارنپوری) اشرف علی وغیرہم، اُن کے کفر میں کوئی شک نہیں، سوال میں مذکور لوگوں کے کفر پر مطلع ہونے کے بعد، اُن کے کفر میں شک کرنے یا توقف کرنے والوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اُن میں کوئی دین متین کو پس پشت ڈالنے والا ہے، کوئی مسلمانوں کے متفق علیہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ یہ کسی لحاظ سے مسلمان نہیں، یہ بات جاہل سے جاہل لوگوں سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ اُن لوگوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں) جو کچھ لکھا ہے کان اُسے سننا گوارا نہیں کرتا ہے۔ دل، دماغ اور طبیعت اسے ناپسند کرتی ہے۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اُن گمراہ گروں، فاسق وفاجر کافروں اور بے دینوں کو علماء کرام (اسلاف) کی عبارتوں کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے اُن کی عبارتوں کے معانی غلط سمجھ لئے ہیں۔ لیکن اب مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ لوگ کفار کے

آلۂ کار ہیں۔ یہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعض اصلِ دین کا انکار کرتے ہیں۔ بعض مدعی نبوت ہیں اور بعض خاتم النبیین کے معنیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مہدی ہے۔ بظاہر سب سے کم خطرناک وہابیہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ایسا نہیں۔ اُن میں سب سے بدترین وہابیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب پر لعنت فرمائے اور انہیں رسوا کرکے۔ جہنم کا ایندھن بنادے کہ یہ لوگ عوام کالانعام کو دھوکہ دے کر خود کو متبع سنت ظاہر کرتے ہیں اور اپنے علاوہ ائمہ اسلاف کو اہل بدعت کہتے ہیں۔ حیرت ہے، اگر اسلاف کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنے والے نہیں تھے تو پھر حضور کے متّبع کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے عالم باعمل، فاضل کامل، صاحب فضائل ومفاخر، فریدالدھر وحیدالعصر مولانا شیخ احمد رضا کو توفیق دی کہ اُن کے باطل دلائل کی آیات واحادیث قطعیہ سے تردید فرمائی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بعض کام جو پہلے کے علماء سے رہ گئے ہیں بعد کے علماء نے کیئے ہیں۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

اور شیخ احمد رضا کی یہ شان کیوں نہ ہو کہ مکہ کے علماء نے شہادت دی ہے۔ اگر وہ بلند رتبہ نہ ہوتے تو علماء مکہ ان کی رفعت شان کو بیان نہ کرتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر انہیں اِس صدی کا مجدد کہا جائے تو حق وصداقت سے بعید نہیں۔

اللہ پر یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ وہ ایک فرد میں ایک جہانِ خوبی کو جمع کردے۔ اللہ انہیں دین اور اہلِ دین کی جانب سے جزاء خیر عطا فرمائے اور اپنے کرم واحسان اور فضل و رضوان سے بہرہ مند فرمائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ میں نے سرزمین ہند میں بظاہر انہیں فرقوں کی صورت میں پایا لیکن درحقیقت وہ سب دین کے دشمن ہیں۔ اُن فرقوں کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کردینا ہے۔ اے پروردگار! تیری ہدایت کے سوا کسی کی ہدایت نہیں، تیرے احسانات کے سوا کسی کے احسانات نہیں۔ اللہ ہی ہمیں کافی ہے۔ وہی بہتر کارساز ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کی قوت کو چھوڑ کر کوئی قوت نہیں۔ اے اللہ ہمیں حق کو حق باور کرانا اور اس کے اتباع کی توفیق عطا فرمانا اور باطل کو باطل باور کرانا اور اس سے اجتناب کی توفیق عطا کرنا۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم

ان کلمات کو حافظِ کتب حرمِ مکہ سید اسماعیل بن سید خلیل نے زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا۔ سید اسماعیل بن خلیل ۱۲۹۱ھ

شیخ محمد علی بن حسین مالکی مدرسِ مسجد حرام و مفتی مالکیہ

اکابر دیوبند کی گستاخانہ عبارتوں پر جو حکمِ کفر امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے نافذ فرمایا تھا، اُس کی تائید کرتے ہوئے مسجد حرام کے مدرس مفتی مالکیہ شیخ محمد علی بن حسین نے یہ لکھا ہے:

حَضْرَةُ الْمَوْلٰی اَحْمَدْ رَضَا خَانْ اَطْلَعَنِیْ عَلٰی وُرَیْقَاتٍ بَیَّنَ فِیْهَا کَلَامَ مَنْ حَدَثَ فِی الْهِنْدِ مِنْ ذَوِی الضَّلَالَاتِ وَ هُمْ غُلَامُ اَحْمَدُ اَلْقَادِیَانِیُ وَ رَشِیْدُ اَحْمَدُ وَ اَشْرَفُ عَلِیُ وَ خَلِیْلُ اَحْمَدُ وَ غَیْرُهُمْ مِنْ ذَوِی الضَّلَالِ وَالْکُفْرِ الْجَلِیِّ وَ اَنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَکَلَّمَ فِیْ حَقِّ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ مِنْهُمْ مَنْ اَلْحَقَ النَّقْصَ بِاَصْفِیَاءِ هِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَنَّهٗ قَدْ اَبْطَلَ کَلَامَ کُلِّ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ وَ مَاذَا یَسْتَحِقُّوْنَهٗ مِنَ اللَّوْمِ فَنَظَرْتُ اِطَاعَةً لِّاَمْرِهٖ فِیْ کَلَامِهِمْ فَاِذَا هُوَ کَمَا قَالَ ذَالِکَ الْهُمَامُ یُوْجِبُ اِرْتِدَادَهُمْ فَهُمْ یَسْتَحِقُّوْنَ الْوَبَالَ بَلْ هُمْ اَسْوَءُ حَالًا مِنَ الْکُفَّارِ ذَوِی الضَّلَالِ۔

ترجمہ: حضرت مآب احمد رضا خاں نے مجھے چند صفحات دکھائے جن میں ہندوستان کے کچھ نومولود گمراہوں کا کلام منقول تھا۔ مثلاً غلام احمد قادیانی، رشید احمد، اشرف علی، خلیل احمد وغیرہم، یہ سب گمراہ اور کھلے کافر ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے رب العالمین کی شان میں گستاخی کی (مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے) کسی نے برگزیدہ رسول کی تنقیصِ شان کی (اشرف علی تھانوی نے، حضور کے علم غیب کو بچوں جانوروں اور پاگلوں کی طرح لکھا۔ رشید احمد گنگوہی نے حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ لکھا۔ اسی طرح دیگر اکابر دیوبند نے نبی کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھیں) احمد رضا خاں نے اُن تمام گمراہ گروں کی گمراہ کن باتوں کا رد و ابطال واضح دلائل کے ساتھ ایک عمدہ رسالہ میں کیا اور مجھ سے کہا کہ میں اُن کے کلام میں غور و فکر کروں کہ کیا وہ اُن عبارتو کی بناء پر قابل

ملامت ہیں؟ میں نے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اُن کے کلام میں غور و فکر کیا تو واقعی اُن کا حکم وہی ہے جو اُس امام ہُمام (احمد رضا خاں) نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے کلام کی بنا پر مرتد قرار پاتے ہیں۔ وہ سب عذاب الٰہی کے مستحق ہیں بلکہ ان کا حال گمراہوں، کافروں سے بدتر ہے۔

اس کے بعد شیخ نے امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی رفعتِ شان پر ایک طویل قصیدہ بھی لکھا ہے۔

بانی وہابیت شیخ نجدی سے متعلق اکابر دیوبند کی متضاد باتیں

اکابر دیوبند عقیدۃً محمد بن عبدالوہاب نجدی، اسماعیل دہلوی و سید احمد رائے بریلوی کے متبع تھے۔ یہ بات اُن کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ لیکن کبھی کبھی اکابرِ دیوبند حالات اور وقت کے لحاظ سے اپنے موقف کو بدل بھی دیتے تھے۔ مثلاً دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اُن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب اُن کا حنبلی تھا، البتہ اُن کے مزاج میں شدّت تھی مگر وہ اور اُن کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں اُن میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کا ہے۔''

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۴۹ پر مولوی اسماعیل دہلوی کو ولی اور شہید لکھا ہے۔ اور حصہ دوم صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ اِس وقت اور اِن اطراف میں وہابی متبعِ سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ج ۱، ص ۷، مطبوعہ دہلی)

مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو محمد بن عبدالوہاب کے تعلق سے لکھا کہ ''اُن کے عقائد عمدہ تھے''، لیکن رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے یہ لکھا ہے:

''وہ (محمد بن عبدالوہاب نجدی) اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و علماء اہل سنت کا قتل اُن کے نزدیک مباح ہے'' (التلبیسات، ص ۱۳، مطبوعہ دیوبند الھند، ص ۱۸، ۱۹)

دیوبندیوں کے ''مجدد'' مولوی اشرف علی تھانوی نے حاشیۂ نسائی شریف میں یہ لکھا ہے کہ جولوگ عبدالوہاب نجدی کے دین کے پیروکار ہیں وہ اصول وفروع میں اُسی کے مسلک پر چلتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ان کو 'وہابی وغیر مقلد'' کہا جاتا ہے۔اُن کا گمان یہ ہے کہ چاروں ائمہ رضوان اللہ علیہم سے کسی ایک کی تقلید کرنا شرک ہے۔اُن کا یہ گمان ہے کہ جو وہابی نہیں ہیں وہ مشرک ہیں۔ ہم اہل سنت کے قتل کو اور ہماری عورتوں کو باندیاں بنانے کو وہ لوگ مباح سمجھتے ہیں۔اس کے سوا اُن کے اور بھی بُرے عقائد ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہیں۔ یہ لوگ خوارج کا ایک فرقہ ہیں۔اس بات کی صراحت علامہ شامی نے اپنی کتاب (ردالمحتار) میں کی ہے۔(حاشیہ نسائی، ج ۱، ص ۳۶، مکتبہ مجتبائی دہلی)

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی نے یہ لکھا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں۔اُن سے قتل وقتال کرنا اوران کے اموال کواُن سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔'' (الشھاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص ۲۳، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

الحاصل وہ (محمد بن عبدالوہاب) ایک ظالم وباغی خوں خوار فاسق شخص تھا۔

(ایضاص ۴۲)

یہ بات تو پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک کسی نبی کے لئے بعضِ علم غیب ماننا شرک ہے اور وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰ پہ اس کو صریح شرک لکھا ہے۔لیکن اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعضِ علم غیب ماننے کے باوجود اِسے فضائل نبوی میں ماننے سے انکار کیا ہے اور ایسا علم پاگلوں بچوں اور جانوروں کے لئے بھی تسلیم کیا ہے۔اس لحاظ سے مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے مطابق مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صریح شرک کے مرتکب ہوئے۔ پھر صریح شرک کا مرتکب دیوبندیوں کا مجدد اور حکیم الامت کیسے؟

دیوبندی علماء اگرچہ گاہے بگاہے اپنی تحریروں میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و نظریات سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے رہے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکابرِ دیوبند نظریاتی

اعتبار سے وہابیت کے حامی اور مؤید رہے ہیں۔ ذیل میں ہم وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد کی یکسانیت واشتراک کو اکابر دیوبند کی کتابوں کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں۔

وہابی دیوبندی عقائد میں اشتراک

وھابی عقیدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔ بانی وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ لکھا ہے کہ کسی نبی کے لئے علم غیب عطائی ماننا بھی شرک ہے۔ اس باب میں وہ نبی، ولی، جن، بھوت، پری اور شیاطین وغیرہ سب کو ایک خانے میں رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور جو کوئی کسی نبی، ولی یا جن وفرشتہ، امام یا امام زادے یا پیر وشہید نجومی، رمال یا جفار یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اشٹی کو یا بھوت وپری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ اور اس بات میں (غیب نہ جاننے میں) اولیاء انبیاء اور جن وشیطان اور بھوت وپری میں کچھ فرق نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۸، ص ۲۱)

دیوبندی عقیدہ: جو عقیدہ بانی وہابیت محمد اسمٰعیل دہلوی کا ہے ٹھیک وہی عقیدہ اکابر دیوبند کا بھی ہے۔

جیسا کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے، وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت ومؤدت سب حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ج ۲، ص ۱۴۱)

ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے:

"اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (ایضاً)

نبی کے علم غیب عطائی کی نفی کرتے ہوئے مہتمم دار العلوم دیوبند قاری طیب لکھتے ہیں:

"رسول اور امتِ رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علم غیب نہیں ہے۔"

(فاران کا توحید نمبر، ص ۱۱۴)

پھر یہ بھی لکھا ہے:

"کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر علم کی تقسیم یوں نہ ہوگی کہ اللہ کا علم ذاتی، رسولوں کا علم عطائی، یعنی نوعی فرق کے ساتھ دونوں کا علم برابر ہے۔ گویا ایک حقیقی خدا اور ایک مجازی خدا۔" (ایضاً، ص ۱۲۶)

جوشِ جنون میں قاری طیب صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ رسول کے لئے عطائی علم غیب ماننا گویا رسول کو مجازی خدا ماننا ہے اور ساتھ میں اہل سنت پر یہ تہمت بھی لگا دی کہ وہ نوعی فرق یعنی علم ذاتی وعطائی کے فرق کے ساتھ رسول کے علم غیب کو اللہ کے علم غیب کے برابر کرتے ہیں، حالانکہ اہل سنت پر یہ سراسر تہمت ہے۔ پوری وہابی و دیوبندی برادری مل کر اہل سنت کے اکابر کی کسی تحریر یا کتاب سے یہ بات ثابت نہیں کرسکتی۔ قاری طیب صاحب نے اہل سنت پر اتنا بڑا گھنونا الزام رکھ تو دیا لیکن انہیں یہ خیال نہ رہا کہ نبی کے لئے جس علم غیب کے ثبوت کو وہ شرک کہہ رہے ہیں اُن کے اکابر نے اپنے مشائخ اور پیروں کے لئے اُسی علم غیب کو ثابت مانا ہے۔

قاری طیب دیوبندی نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی ماننا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ امت کے حال سے باخبر ہوتے ہیں۔ مدد کے لئے حاضر ہونے پر قادر ہیں۔ اپنے عاشقوں کی پکار سن سکتے ہیں، یہ سب شرک ہیں۔ اس طرح کا عقیدہ رکھنا نبی کو خدا کے برابر کرنا ہے۔ لیکن ذرا چشم عبرت سے دیکھئے کہ یہی عقیدہ قاری طیب صاحب کے دیوبندی اکابر کے لئے ولایت کی سند بن جاتا ہے۔

قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کا بیان ہے کہ جس زمانے میں مولوی رفیع الدین صاحب مدرسہ کے مہتمم تھے دار العلوم کے بعض مدرسین کے درمیان آپس میں کچھ نزاع چھڑ گئی۔ آگے چل کر مدرسہ کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب بھی اس نزاع میں شریک ہوگئے اور جھگڑا طول پکڑ گیا۔ مولوی قاسم نانوتوی نے عالم رویا میں نہیں بلکہ عالم بیداری میں جسد عنصری کے ساتھ حاضر ہوکر مولوی رفیع الدین سے کہا کہ مولوی محمود الحسن سے کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ چنانچہ قاری طیب لکھتے ہیں:

"اسی دوران میں ایک دن علی الصبح بعد نماز فجر مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود الحسن صاحب کو اپنے حجرہ میں بلایا (یہ حجرہ دار العلوم دیوبند میں تھا) مولانا

حاضر ہوئے اور بند حجرہ کے کواڑ کو کھول کر اندر داخل ہوئے۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری (جسم ظاہری) کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔'' (ارواح ثلثہ، ص۲۴۲)

قارئین کرام دیکھا آپ نے! بانی وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی بھی ماننا شرک ہے۔ یہی عقیدہ دیوبندیوں کے اکابر مولوی رشید احمد گنگوہی اور قاری طیب وغیرہ کا بھی ہے لیکن یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے کہ دیوبندی علماء عوام میں یہ بات مشہور کئے ہوئے ہیں کہ اُن کا عقیدہ وہابی عقیدہ کے خلاف ہے۔

پھر یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ جس علم غیب کو رسول کے لئے ماننے سے دیوبندیوں کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر کرنا اور مجازی خدا بنانا لازم آتا ہے اُسی علم غیب کو وہ اپنے پیر و مرشد قاسم نانوتوی کے لئے مانیں تو اُن کی توحید میں کوئی آنچ نہیں آتی۔

وہابی عقیدہ: انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا شرک ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد میں یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ اُس کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنانا اور ان کے مزارات پہ حاضر ہو کر ان کے وسیلے سے اللہ سے دعائیں کرنا شرک ہے۔ شیخ نجدی نے قبورِ انبیاء و اولیاء کو بتوں سے اور اُن کی زیارت کرنے والے سنّی مسلمانوں کو بت پرستوں سے تشبیہ دی ہے۔ ٹھیک یہی عقیدہ دیوبندی علماء کا بھی ہے۔

دیوبندی عقیدہ: دیوبندیوں کے مجدد مولوی اشرف علی تھانوی نے خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو بت اور وہاں حاضری دینے مسلمانوں کو بت پرستوں سے تشبیہ دیتے ہوئے، ایک انگریز کا قول نقل کر کے کہتے ہیں:

''ایک انگریز نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے دیکھی کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا کہ اجمیر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر سلطنت کر رہا ہے۔''

انگریز کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد تھانوی صاحب نے یہ کہا:

''واقعی خواجہ صاحب کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت ہی عقیدت ہے۔ خواجہ عزیز الحسن نے عرض کیا کہ جب فائدہ ہوتا ہوگا تبھی تو عقیدت ہے۔ (تھانوی صاحب نے) فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا حُسنِ ظن ہو ویسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔ اس طرح تو بت پرستوں کو بت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی دلیل تھوڑا ہی ہے، دلیل ہے شریعت۔'' (زلزلہ بحوالہ کمالات اشرفیہ، ص ۲۵۲)

قارئین کرام! ملاحظہ کیا آپ نے؟ شیخ نجدی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پر زائرین کی بھیڑ کو دیکھ کر انہیں مشرکین سے تشبیہ دیتے ہوئے گویا یہ کہا تھا کہ ''مزار نبوی'' بت ہے اور اُس کے زائرین بت پرست ہیں۔ یہاں پر تھانوی کا یہ کہنا ہے کہ ''خواجہ اجمیری'' کا مزار گویا بت اور اُس کے زیارت کرنے والے مسلمان بت پرست ہیں۔

فکر و نظر کے اِس اشتراک کے باوجود یہ کہنا کہ علماء دیوبند کے عقائد وہابی عقائد سے مختلف ہیں، آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔

وہابی عقیدہ: محرم میں ذکر شہادت کرنا حرام ہے۔ یہ بات وہابیوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ من گڑھت ہے۔ وہابیوں کے نزدیک یزید متقی پرہیزگار اور عادل بادشاہ تھا۔ لہٰذا وہابیوں کے نزدیک ذکر شہادت اور واقعۂ کربلا کو بیان کرنا حرام ہے۔

دیوبندی عقیدہ: بعینہٖ یہی عقیدہ وہابیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کا بھی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے کہ صحیح روایت کے ساتھ بھی محرم میں ذکرِ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کرنا، سبیل لگانا، اس میں چندہ دینا سب حرام ہیں۔

وہابی عقیدہ: نبی یا ولی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ یہ بات بھی وہابی علماء کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کسی ولی یا نبی سے مدد مانگنا، یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا ولی اللہ پکانا شرک ہے۔ خواہ انہیں مدد کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھ کر پکارے، بہرحال شرک ہے۔

دیوبندی عقیدہ: وہابیوں کے مقتداء مولوی رشید احمد گنگوہی نے اللہ کے سوا کسی سے، خواہ ولی ہو یا نبی مدد مانگنے کو شرک لکھا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ پر ہے:

''سو غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی، شرک ہے۔''

مولوی رشید احمد دیوبندی کے مطابق مولوی محمود الحسن دیوبندی مشرک؟

مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا، مدد گار ماننا شرک ہے لیکن مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرثیہ میں یہ کہا ہے ۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ رشید احمد، ص۱۰)

مولوی محمود الحسن دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کو نہ صرف دنیوی اور جسمانی حاجات کا حاجت روا کہہ رہے ہیں بلکہ دینی اخروی و روحانی حاجات کا حاجت روا اور مدد گار بھی کہہ رہے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے مولوی محمود الحسن دیوبندی کا شرک ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

بطورِ نمونہ یہ چند شواہد پیش کیئے کہ اکابرِ دیوبند کے عقائد وہی ہیں جو محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ہیں۔ وہابیت اور دیوبندیت میں نظریاتی و فکری اشتراک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بانی وہابیت محمد بن عبد الوہاب نجدی خود کو حنبلی کہلاتے تھے اور اسماعیل دہلوی کسی امام کی تقلید کے قائل نہیں تھے، جبکہ اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی حنفی المسلک کہلاتے تھے۔ اس اختلاف کے باوجود سب عقائد و نظریات میں متحد تھے۔ عقائد و نظریات کے لحاظ سے دیوبندی مکتبۂ فکر بھی وہابی ہے لیکن حنفی ہے، البتہ وہابی مکتبۂ فکر کسی امام کی تقلید کو بدعت بلکہ شرک کہتا ہے۔ وہابی خود کو وہابی کہلانا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہابیت کی تاریخ ظلم، قتل و قتال اور خوں ریزی سے پُر ہے اور لفظ وہابی سے عام مسلمانوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر یہ فرقہ خود کو اہل حدیث یا سلفی کہلانا پسند کرتا ہے۔ ہر چند کہ بانی وہابیت شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی تقلید کو شرک نہیں کہتے تھے بلکہ خود کو امام احمد بن حنبل کا مقلد قرار دیتے تھے، لیکن اُن کے متبعین وہابی سلفی اہل حدیث

تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ اِس لحاظ سے سلفی غیر مقلدین کے نزدیک ان کے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی مشرک قرار پاتے ہیں پھر بھی وہ انہیں قاطع شرک و بدعت کہتے ہیں۔ بانی وہابیت محمد بن عبدالوہاب نجدی سلفیوں کے نزدیک مشرک ہونے کے باوجود شیخ الاسلام کیسے؟ یہ تھیوری کوئی وہابیوں سے سمجھے۔

وھابیوں دیوبندیوں کا عقیدہ: اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے رسالہ یک روزی میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہی عقیدہ اکابر علماء دیوبند کا بھی ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ صفحہ ۷ پر یہ لکھا ہے:

مسئلہ: خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے۔ امکانِ کذب (اللہ کے جھوٹ بولنے کا امکان) کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ درمختار میں ہے: **هَلْ يَجُوْزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيْدِ فَظَاهِرُ مَا فِي الْمَوَاقِفِ وَالْمَقَاصِدِ اَنَّ الْاَشَاعِرَةَ قَائِلُوْنَ بِجَوَازِهٖ لِاَنَّهٗ لَا يُعَدُّ نَقْصًا بَلْ جُوْدًا وَ كَرَمًا ۔** ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے۔

مولوی خلیل احمد نے اتنی بڑی تعجب خیز بات کہہ دی، پھر بھی ہٹ دھرمی اور تعلّی دیکھئے کہ الٹے معترض کو یہ کہہ رہے ہیں کہ اِس پر (امکان کذب کے قول پر) تعجب کرنا لاعلمی ہے۔ اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے دوسرے پر لاعلمی کا الزام رکھنا بہت آسان ہے۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ مسئلہ خلف وعید ایک نزاعی مسئلہ ضرور ہے لیکن دونوں فریق میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ مولوی خلیل احمد اس کا کوئی حوالہ پیش کر سکے اور نہ اُن کے حامی صبح قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ پر مولوی اسماعیل دہلوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے درمیان مناظرہ ہوا تھا جس میں مولوی اسماعیل دہلوی کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ مولوی خلیل احمد نے امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے ثبوت پر درمختار کی جو عبارت پیش کی ہے وہ ہرگز

امکان کذب پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

شرح مواقف اور شرح المقاصد میں جو لکھا ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک خلف وعید جائز ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ خلفِ وعید کو فضل وکرم اور عفو و درگزر کے خانے میں رکھا جاتا ہے۔ مثلاً زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر کل تو نے میرا فلاں کام نہیں کیا تو تجھے سخت سزا دوں گا۔ غلام نے کام نہیں کیا۔ زید نے سزا نہیں دی بلکہ معاف کر دیا تو کذب و جھوٹ نہیں کہیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے گناہوں پر جہنم کی وعید سنائی ہے اگر وہ کسی گناہ گار بندے کو جہنم میں نہ ڈالے تو یہ اس کا کرم اور فضل ہوگا، اسے جھوٹ نہیں کہا جائے گا۔ تو خلف وعید اشاعرہ کے نزدیک جھوٹ نہیں ہے لہٰذا اس کو انہوں نے اللہ کے لئے ممکن مانا۔ بعض نے خلف وعید کو ممکن نہیں مانا کیونکہ انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا۔ لہٰذا شرح مواقف ومقاصد کے مطابق ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اشاعرہ نے خلفِ وعید کو اس لحاظ سے جائز کہا کہ خلف وعید کذب ہے اور یہ اللہ کے لئے ممکن ہے، بلکہ اُن کے نزدیک یہ کذب ہے ہی نہیں۔ جب کسی مسلمان نے اللہ کے لئے جھوٹ بولنے کے امکان کا قول کیا ہی نہیں تو خلیل احمد دیوبندی نے اگر یہ قول کیا تو معترض کا اس پر تعجب کرنا لاعلمی کیسے ہے؟

دیوبندیوں کے مشہور عالم عاشق الٰہی میرٹھی نے تو اور چھلانگ لگائی ہے۔ مولوی خلیل احمد نے تو صرف اتنا لکھا تھا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ لیکن مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرسکتا ہے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ وہ سب اللہ کے لئے بھی ممکن ہیں۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی سوانح ''حیات تذکرۃ الخلیل'' نام سے لکھی ہے اس کے صفحہ ۱۴۶ پر وہ لکھتے ہیں:

''چوری وشراب خواری وجہل وظلم سے معارضہ بھی کم فہمی سے ناشی ہے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندوں کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدورات کا بندوں کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام کا ہے کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔''

دیکھا آپ نے! مولوی عاشق الٰہی دیوبندی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ چوری، شراب خواری ظلم وغیرہ جس جس چیز کو بندہ کر سکتا ہے، اللہ بھی اس کو کر سکتا ہے۔

مولوی عاشق الٰہی دیوبندی کو یہ مسلمہ عقیدہ یاد نہ رہا کہ زنا، چوری، شراب نوشی ظلم وغیرہ عیب ہیں اور عیوب ونقائص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں تو پھر یہ چیزیں اللہ کے لئے ممکن کیوں کر ہوئیں؟ اس مسئلے پر تفصیلی بحث دیکھنی ہو تو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کا رسالہ ''سبحان السبوّح'' کا مطالعہ کیا جائے۔ آپ نے اِس ناپاک عقیدے پر لازم آنے والی قباحتوں کو بیان کر کے اس کے قائل کو دن میں تارے دکھائے ہیں۔

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف	سن وفات	مطبع و اشاعت
محمد بن عبدالوہاب	شیخ محمد علی طنطاوی	۱۳۳۵ھ	
انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا	https:britannica.com /towahhabi#ref139715		
فتح المجید شرح کتاب التوحید	عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب	۱۲۸۵ھ	قاھرہ ۱۹۵۷ء
القول السدید شرح کتاب التوحید	محمد بن عبدالوہاب	۱۲۰۶ھ	سعودیہ عربیہ ۱۴۲۱ھ
صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	۳۱۲ھ	الکتبۃ الاسلامی بیروت
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ	مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ ۱۹۹۴ء
تیسیر العزیز	سلیمان بن عبداللہ	۱۲۳۳ھ	المکتبۃ الاسلامی بیروت ۲۰۰۲ء
تاریخ الدولۃ العلیہ العثمانیہ	محمد فرید بک المحامی		دار النفائس بیروت ۱۹۸۱ء
ضوابط التکفیر یہ عند اھل السنۃ	سمیرہ بنت عائض قحطانی		
عنوان المجد فی تاریخ نجد	عثمان بن بشر نجدی	۱۲۰۶ھ	دارۃ الملک عبدالعزیز سعودیہ عربیہ
کشف الشبہات	محمد بن عبدالوہاب نجدی	۱۲۰۶ھ	جامعہ الامام محمد بن سعود ریاض
التمھید شرح کتاب التوحید	محمد بن عبدالوہاب نجدی	۱۲۰۶ھ	دار التوحید سعودیہ عربیہ ۱۴۲۴ھ
مفید المستفید	محمد بن عبدالوہاب نجدی	۱۲۰۶ھ	جامعہ الامام محمد بن سعود سعودیہ عربیہ
تاریخ نجد و حجاز	مفتی عبدالقیوم قادری		ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی

شب جائے کہ من بودم — شورش کاشمیری — مطبوعات چٹان ۸۸ میکلوڈ روڈ لاہور

روضۃ الافکار والافھام — حسین بن ابوبکر غنّام — ۱۲۲۵ھ — دارالثلوثیہ ریاض

Mohammadism H.A.R. GIBB Oxford University London, 1936

Confession of a British SPY"Enmily against Islam Memories of Mr.Hempher.

http://www.sunna.info/antiwahabies/htm/spy1.htm

الدرر السنیۃ — علامہ سید احمد بن زینی دحلان — دار غار حراء۔مکتبۃ الاحباب

حیات طیبہ — مرزا حیرت دہلوی — ترجمان السنّۃ ۷/ ایبک روڈ انارکلی لاہور

ترجمان وہابیہ — نواب صدیق حسن

Analysis Wahhabism FRONTLINE (www.pbs.org)

صراط مستقیم — مولوی اسماعیل دہلوی — اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

تقویۃ الایمان — مولوی اسماعیل دہلوی — مکتبہ سلفیہ لاہور

فتاویٰ سلفیہ — مولوی محمد اسماعیل سلفی — اسلامک پبلیشنگ ہاؤس لاہور

سیف الجبار — علامہ فضلِ رسول قادری بدایونی — مکتبہ رضویہ مکان نمر ۱۱۱، محلّہ اچنت گڑھ لاہور

وہابی مذہب کی حقیقت — مولانا ضیاء اللہ قادری اشرفی — قادری کتب خانہ سیالکوٹ

حفظ الایمان مع بسط البنان — مولوی اشرف علی تھانوی — ۱۳۶۲ھ — دارالکتاب دیوبند

حسام الحرمین — امام احمد رضا خاں — ۱۳۴۰ھ — موسسۃ رضا کراچی

براہین قاطعہ — مولوی خلیل احمد انبیٹھوی — ۱۹۲۷ء — دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۷ء

فتاویٰ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء	دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۷ء
التلبیسات	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی	۱۹۲۷ء	دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۷ء
الشہاب الثاقب	مولوی حسین احمد مدنی	۱۹۵۷ء	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
زلزلہ	علامہ ارشد القادری	۲۰۰۲ء	مسلم یونیوٹی فاؤنڈیشن بھیونڈی
سوانح حیات سلطان ابن سعود	سید سردار محمد حسنی		مشاہیر اسلام جالندھر ۱۹۳۶ء

مصنف کی کتابیں

۱	عقائد اہل سنت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	مطبوع
۲	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احادیث وآثار معتبرہ کی روشنی میں)	مطبوع
۳	ترک رفع یدین (احادیث وآثار صحیحہ کی روشنی میں)	مطبوع
۴	فسق یزید (احایث وآثار معتبرہ کے حوالے سے)	مطبوع
۵	لقب امام اعظم	مطبوع
۶	شہادت امام حسن	مطبوع
۷	فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ	مطبوع
۸	تشہد میں انگلی ہلانا؟	مطبوع
۹	نماز میں آہستہ آمین کہنا	مطبوع
۱۰	ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟	مطبوع
۱۱	قوالی کا شرعی حکم	مطبوع
۱۲	کیا تراویح آٹھ رکعت سنت ہے (انگلش)	مطبوع
۱۳	عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت	مطبوع
۱۴	فضائل شعبان وشب براءت (احادیث معتبرہ کی روشنی میں)	مطبوع
۱۵	فضائل ماہ رجب	مطبوع
۱۶	شب براءت کیسے منائیں	مطبوع

۱۷	مغفرت کا سامان ماہ رمضان مع رسالہ بیس رکعات تراویح	مطبوع
۱۸	تذکرۂ مولانا سید احمد اشرف	مطبوع
۱۹	سرکارکلاں بحیثیت مرشد کامل	مطبوع
۲۰	مکتوبات سرکارکلاں	مطبوع
۲۱	خطبات سرکارکلاں	مطبوع
۲۲	معجزۂ ردشمس (امام جلال الدین سیوطی و یوسف صالحی ترجمہ وتحشیہ)	مطبوع
۲۳	فضائل ذکروذاکرین (امام جلال الدین سیوطی) ترجمہ	مطبوع
۲۴	آداب صحبت وزیارت مشائخ (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ وتحشیہ	مطبوع
۲۵	حجۃ الذاکرین (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ	مطبوع
۲۶	دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت	مطبوع

ہماری مطبوعات

ترکِ رفعِ یدین
(اردو، ہندی)

ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟
(اردو، ہندی)

لقب امام اعظم
(اردو)

پیغام انسانیت
(اردو، ہندی، انگریزی)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا
(اردو)

فرقۂ مرجئہ وھابیہ
(اردو، ہندی)

دَم اور تعویذ کی شرعی حیثیت
(اردو)

فسق یزید
(اردو، انگریزی)

تشھد میں انگلی ھلانا
(اردو)

اظھار المنظوم
(اردو)

حبیب الفتاوی
(اردو)

شھادت امام حسن رضی اللہ عنہ
(اردو)

اَہلِ سُنّت ریسرچ سینٹر ملحقہ السیّد محمود اشرف دَارُالتحقیق وَالتصنیف

ہیڈ آفس

۱۰۴، کرشمہ اپارٹمنٹ، اگروال اسٹیٹ، جوگیشوری (ویسٹ) ممبئی-400058

www.ahlesunnatresearchcentre.com

info@ahlesunnatresearchcentre.com

/AhleSunnatResearchCentre

YouTube /AhleSunnatResearchCentre